اردو زبان کی



پانچویں کتاب

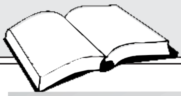
تالیف: مولانا محمد اسماعیل خان صاحب میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ

تسہیل و کمپوزنگ و ڈیزائننگ: رضوان احمد

ناشر

تعمیرِ معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851



اردو زبان کی

پانچویں کتاب

تالیف: مولانا محمد اسماعیل خان صاحب میرٹھی

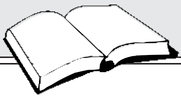
تسہیل و کمپوزنگ و ڈیزائننگ: ماسٹر رضوان احمد

ناشر

تعمیرِ معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی

0313-8349485, 0333-2117851



پیش لفظ

الحمدللہ الذی خلق الإنسان، علمہ البیان، والصلاۃ والسلام علی من أوتی جوامع الکلم وعلی الہ وصحبہ أجمعین.

امابعد! اردو زبان کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ نئی مسلم پود کے لیے حضرت مولانا محمد اسماعیل خان صاحب میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اردو زبان کا قاعدہ'' اور ''سلسلہ وار پانچ نصابی کتابیں'' مرتب فرمائیں۔

اس نصاب کی گوناگوں خصوصیات، محاسن اور محامد پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کوئی شخص اُسے گلہائے رنگارنگ کا حسین گل دستہ نام دے گا، تو کوئی اُس کو ''کشکول معلومات'' یا ''بچوں کیا اردو ادب کا انسائیکلوپیڈیا'' کہے گا۔

یہ کتابیں انسانی زندگی کے بنیادی تمام احوال کو محیط ہے۔ اِن میں بچوں کی دل چسپی اور تفریح طبع کا سامان بھی ہے، مختلف پیشوں اور حرفتوں کا تعارف بھی۔ الغرض یہ کتابیں ایک اعلیٰ درجے کا ادبی شاہ کار ہیں، اِن کے نثری وشعری مضامین دل کو چھو جاتے ہیں، کسی بھی سبق کو لے لیجیے اُس میں انسانیت کا سبق ہوگا، علم وحکمت کی تعلیم ہوگی، ادب اور شائستگی کی تربیت ہوگی، ہر سبق میں لطف اور مزہ ہوگا، چاشنی اور شیرینی ہوگی، علوِّ ہمت اور بلند حوصلگی ہوگی، اخلاقی پاکیزگی ہوگی، زبان کی صفائی ہوگی اور ذوق کی نفاست ہوگی۔

ان کے پڑھنے سے بچوں کو دلی خیالات کی بہترین تعبیر وترجمانی کا گُر اور سلیقہ آئے گا۔ ان سے عقل میں وہ شعور آئے گا کہ آج کے یہ بچے کل قوم کے معمار اور ایک اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں متمدِن، شائستہ، خوش گفتار، بلند کردار، حوصلہ مند، کریم وشریف اور باذوق ادیب بن سکتے ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ حصہ اسی زرین سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

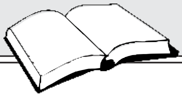
نوٹ: ان کتابوں کی تدریس کے وقت مندرجہ ذیل امور پیشِ نظر رکھیں:

(۱) چونکہ یہ نصابی سلسلہ ہمارے علم کی حد تک ملک عزیز پاکستان میں ابھی تک رائج وشائع نہیں تھا اسے پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے اور حتی المقدور دورانِ سبق مشکل الفاظ پر صحیح اعراب وحرکات لگا کر اور اساتذہ کی آسانی کے لیے مشکل الفاظ کے معنی آخر میں لکھ دیے گئے ہیں، لہٰذا اساتذۂ کرام سے درخواست ہے کہ تدریس کے وقت صحیح اعراب اور حرکات کی پہچان میں اردو لغت کی معتبر کتب مثلاً فرہنگ آصفیہ، فیروز اللغات وغیرہ پر اعتماد کریں۔

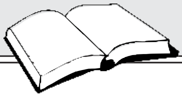
(۲) دورانِ تدریس کسی بھی قسم کی غلطی، اصلاحی مشورہ اور اہم امور کو نوٹ کرتے رہیں اور اگر ہو سکے تو تصحیح شدہ ونشان زدہ نسخہ کے ہمراہ ہمیں یہ امور مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر اس عظیم صدقہ جاریہ کے کام میں معاون بنیں۔ واجرکم علی اللہ۔

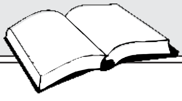
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کتابوں کی جمع، ترتیب اور تسہیل میں جن جن احباب کا تعاون ومشاورت شاملِ حال رہی ان کو شایانِ شان اجر جزیل وعظیم نصیب فرما کر اس سلسلے کو عام اور تام فرمائیں اور خاص اپنی رضا کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

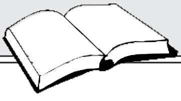
ماسٹر رضوان احمد
جامعہ خلفائے راشدین ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی نمبر ۱۳
0313-8349485, 0333-2117851



فہرست

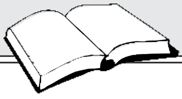






(۱) خدارزاق ہے

اے خدا! تو خالق و رزاق ہے — اے خدا! تو رزّاق و خلّاق ہے
تیری خلّاقی تحیُّر خیز ہے — تری رَزّاقی عَجب اَنگیز ہے
آبِ صافی بن کے شکل ابرِ تر — ہے برستا قطرہ قطرہ خاک پر
خاک کو بخشی رُطوبت آب نے — اور حرارت مِہرِ عالَم تاب نے
پھر ہَوا بھی ہو گئی اُن میں شریک — ہوگئی آمیزش اِن چاروں کی ٹھیک
رفتہ رفتہ مختلف اَطوار سے — شکلِ نو پیدا ہوئی ان چار سے
کیا وہ نوزادۂ خاکی تیَار — دیکھ لو سطحِ زمیں پر سبزہ زار
گرمی و سردی و خشکی و تری — ہے اِسی ترکیب سے کھیتی ہری
راس آئی بادِ ایامِ بہار — ہو گئی پرُ خوشہ و پُر برگ و بار
وہ طَراوت وہ نزاکت رنگ و رُوپ — لے گئی سب فصلِ تابستاں کی دُھوپ
جمع مالک نے کیا پھر کاٹ کر — صورتِ خِرمن ہوئی اب جلوہ گر
یہ بھی اک صورت ہے اول سے جُدا — آج کے حالات ہیں کل سے جُدا
یا تو وہ صورت تھی یا یہ حال ہے — زیرِ سُمِ گاؤخر پامال ہے
تاکہ ادنی کو کریں اعلیٰ سے دُور — ہے یہی منشائے احکامِ شعور
غلّہ ہے وہ جنس عالی و عزیز — کیونکہ ہے وہ رزق اصحابِ تمیز
دانہ دانہ زیرِ سنگِ آسیا — بے تأمُّل پیس کر آٹا کیا



نقشِ صورتہائے سابق مٹ گیا — جم گیا اک اور ہی نقشہ نیا

ہے بقائے تازہ بعدِ ہرفنا — یاں بگڑنے ہی میں کام اچھا بنا

اب پکا آٹے سے نانِ خوش گوار — کھانے والوں کو ہے اس کا انتظار

قُرصِ نان ہے اور ہے صورت نئی — بدلے اِتنی دیر میں قالب کئی

اب وہ روٹی لقمۂ انساں ہوئی — اور شہیدِ تیزیٔ دنداں ہوئی

بعد ازاں آبِ دہن سے ہو کے نم — ہوگئی وہ داخلِ دیگِ شکم

پھر غذانے کی نئی صورت قبول — ہوگئے چھَن کر الگ جزوِ فضول

پھر ہوئی سودا و صفرا کی نمود — خون و بلغم نے کیا پیدا وجود

تھی عرض تبدیل حالت سے یہی — خاک سے پیدا ہو رزقِ آدمی

تیری خلاقی تحیر خیز ہے
تیری رزاقی عجب انگیز ہے

(۲)وقت سرمایہ ہے

یہ وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کوقدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے، جولوگ اس سرمایہ کومعقول طور سے کام میں لاتے ہیں وہی عیش جسمانی اورمسرت روحانی حاصل کرتے ہیں، اسی کی بدولت ایک وَحشی آدمی مہذب انسان اورمہذب انسان فرشتہ سیرت بن سکتا ہے، اسی کی برکت سے جاہل، عالم، مفلس، تونگراور نادان تجربہ کار ہوسکتا ہے۔اطمینان، خوشی اورآرام انسان کو ہرگز میسّر نہیں ہوتا، جب تک وہ مناسب طریقے سےصَرفِ اوقات نہیں کرتا۔

وقت بےشک ایک دَولت ہے جوکوئی اس دولت کو بےاندازہ اور بے حساب خرچ کرتا ہے،وہ روز بروز بےنوا اورتہی دست اورمفلوک ہوجاتا ہے؛ وہ جب تک زندہ رہتا ہے، ہمیشہ رنجیدہ و پریشان اورزمانے کا شاکی رہتا ہے؛ موت بھی اس کواس پشیمانی اوراَندوہ سے نہیں چھڑاسکتی؛ بلکہ اس کے حق میں موت کا آنا گویا مجرم کے لیے گرفتاری کا



پروانہ ہے۔ وہ جس طرح جیتے جی قسمت و تقدیر کو جھینکتا رہا؛ اسی طرح مرنے کے بعد وقتِ گذشتہ اور عمرِ رفتہ کے حسرت واَندوہ میں مبتلا رہے گا۔

سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا بھی ایک طرح کی خود کُشی ہے؛ فرق اتنا ہے کہ خود کُشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کر دیتی ہے، اور تضییعِ اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بناتی ہے؛ یہ ہی منٹ گھنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری میں گذر جاتے ہیں؛ اگر آدمی حساب کرے تو ان کی مقدار مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے؛ اگر اس سے کہا جاتا کہ تیری عمر سے دس پانچ برس کم کر دیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوتا، لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمرِ عزیز کو برباد کر رہا ہے؛ اس کے زوال وفنا پر کچھ افسوس نہیں کرتا۔

اگر چہ وقت کا بیکار کھونا عمر کا کم کرنا ہے، مگر ایک یہ ہی نقصان ہوتا تو چنداں غم نہ تھا؛ کیونکہ دنیا میں سب کو عمرِ طویل نصیب نہیں ہوتی؛ لیکن بہت بڑا زِیاں وخسارہ جو بیکاری اور وقت ضائع کرنے سے ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ: بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زَبوں ہو جاتے ہیں؛ طمع، حرص، ظلم، حق تلفی، نافرمانی اکثر وہی اشخاص کرتے ہیں، جو معطل اور بیکار رہتے ہیں؛ حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے؛ جب اس کی طبیعت اور اس کا دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہیں ہوتا تو بالضرور اس کا میلان بدی اور معصیت کی طرف ہو جاتا ہے، پس اگر آدمی، آدمی بننا چاہتا ہے؛ تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ اپنے وقت کا نگراں رہے؛ ایک لمحہ فضول نہ کھوئے؛ ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر کرے۔

جو لوگ وقت کے پابند ہوتے ہیں، وہ اپنے کام کو تندہی اور چستی سے کرتے ہیں؛ ان کو کام کے انجام دینے کا خیال لگا رہتا ہے کسی دوسرے کے تقاضے اور تاکید کی ضرورت نہیں ہوتی؛ بلکہ خود ان کی طبیعت ان کو مجبور کرتی ہے کہ عین وقت پر اور مقررہ مہلت کے اندر کام سے فراغت حاصل کرو؛ یہ چستی ان کی خصلت و عادت بن جاتی ہے اور بغیر اس طریقہ کارگزاری کے ان کو چین ہی نہیں آتا، جب عین وقت پر کام کر لینے کی عادت پڑ جاتی ہے تو وقت میں بڑی وسعت و برکت معلوم ہوتی ہے اور ایک کام کے اِنصرام کے بعد دوسرے کام کے کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، ایسا شخص بہت سے کام انجام دے چکتا ہے؛ پھر بھی اس کو سیر و تفریح کے لیے خواب وآرام کے لیے دوستوں کی ملاقات کے لیے فرصت مل جاتی ہے؛ برخلاف اس کے جو آدمی وقت کے پابند نہیں ہوتے وہ کام کے کرنے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں اور اس خراب عادت کی وجہ سے وقت گزر جاتا اور کام بدستور رہتا ہے، اور جب کام کرتے ہیں تو ان کو اپنا



وقت کم اور کام زیادہ معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے وہ اکثر تنگی وقت سے نالاں رہتے اور عدیم الفرصتی کا گلہ کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے وقت کو قطع و برید کر کے تنگ بنا لیتے ہیں۔

مشغلہ اور محنت میں خدا نے ایک یہ بھی برکت رکھی ہے کہ شاغل اور محنتی آدمی کے خیالات میں ہمیشہ نکوئی اور صلاحیت بڑھتی جاتی ہے۔ وہ قانع، سخی، منصف، دیانت دار، شکر گزار اور باادب ہوتا ہے۔ وہ اپنے اوقات کو بھی عزیز رکھتا ہے، اور دوسروں کے اوقات میں خلل انداز نہیں ہوتا ہے، اگر وہ کسی سے وقت معین کا وعدہ کر لیتا ہے تو اس وعدے کو بھی وفا کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو انتظار کی تکلیف میں تابمقدور نہیں ڈالتا۔

اب بیکاروں اور کاہلوں کے حالات پر غور کرو؛ تو معاملہ بالعکس نظر آتا ہے، نہ وہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں نہ دوسروں کے وقت کی، ان کے نزدیک وقت پر کام کرنا، یا وعدہ وفا کرنا کوئی چیز نہیں۔ وہ ریل پر سفر کرتے ہیں تو ایسے وقت اسٹیشن پر پہنچتے ہیں؛ جب کہ روانگی کی سیٹی ہو چکتی ہے۔ اگر ریلوے کے قواعد میں ان لوگوں کی رعایت بھی کی جاتی جو وقت کے پابند نہیں ہیں۔ تو یہی ریل گاڑی جو گھنٹے میں تیس چالیس میل طے کرتی ہے۔ چھکڑے سے بدتر ہو جاتی۔ میں نے معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ ایک ہمارے ہندوستانی امیر زادہ کو ریل کی سواری محض اس وجہ سے ناپسند تھی کہ اس میں وقت کی پابندی بہت ہے۔

(۳) قَوسِ قُزح اور ہالہ

ہم روشنی کو ایک سادہ یا غیر مرکّب خَیال کرتے ہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ، سفید شعاع جو آفتابِ درخشاں یا کسی اور جسمِ منَوّر سے نکلتی ہے، وہ سات مختلف رنگوں سے مرکب ہوتی ہے۔ شعاع کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کسی کثیف شے میں ہو کر گزرتی ہے، تو بقدر کثافت اس کی رفتار میں کجی پڑ جاتی ہے، چنانچہ ہوا کی بہ نسبت پانی میں اور پانی کی بہ نسبت بلّور یا کسی اور جرم شفّاف سے گزرتے وقت اس کی سَمتِ رَفتار ترچھی ہو جاتی ہے؛ کیونکہ بلور وغیرہ کے ذرّے ہوا یا پانی کی نسبت نہایت پیوستہ اور باہم متصل ہیں؛ لیکن ساتوں رنگتوں کا انحراف یکساں طور پر نہیں ہوتا؛ بلکہ ہر ایک جدا جدا رستہ اختیار کرتی ہے۔

اگر تم بلور یا کانچ کا ایک مثلّثی ٹکڑا آنکھ پر رکھ کر دھوپ کا معائنہ کرو تو ایک ہفت رنگ پٹکا سا نظر آئے گا، جس میں

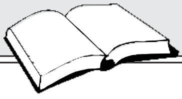


سُرخ، نارنج، زرد، سبز، آسمانی، نیلا، بنفشی؛ یہ سات رنگ با ترتیب نمایاں ہوں گے، اسی قدرتی قاعدے کے بہ موجب آسمان میں قوس قزح جلوہ گر ہوتی ہے، یہ دلچسپ نظّارہ صرف اس وقت ہوتا ہے کہ جب آفتاب پسِ پشت چمکتا ہواور دیکھنے والے کے پیش نظر ترشُّح ہو رہا ہو، اس وقت شعاعیں قطراتِ باراں میں مُنحرِف ہو کر دیکھنے والے کی آنکھ پر اس ترتیب سے پڑتی ہیں کہ ایک باقاعدہ رنگین قوس نظر آنے لگتی ہے، اگر زمین بیچ میں حائل نہ ہوتی تو پورا دائرہ بنتا، جس کا مرکز ٹھیک مرکزِ آفتاب کے مُحاذی ہوتا یہ تماشا آبشاروں پر بھی، جہاں پانی چادر ہو کر گرتا ہے؛ دیکھنے میں آتا ہے اور فوارہ یا پچکاری کے ذریعے سے بھی دکھا سکتے ہیں۔ کبھی کبھی دو اور شاذ و نادر تین چار قوسیں بھی نظر آجاتی ہیں۔

جس طرح شعاعوں کی کج رفتاری قوس قزح کا تماشا دِکھاتی ہے، اِسی طرح شبِ ماہ میں ایک سفید یا رنگین روشن دائرہ قُرصِ ماہ کے گرداگرد نمودار ہوتا ہے، بشرطیکہ ہَوا ابرِ تُنُک یا بخارات سے پُر ہو، بڑا اور سفید ہالہ بالخصوص ایامِ سرما میں نظر آتا ہے۔ ہالہ کو دیکھ کر جو بارش کی پیشین گوئی کی جاتی ہے وہ درست ہے؛ کیونکہ بغیر ابر یا بخارات کے وہ نہیں بنتا، اور ابر و بخارات کی موجودگی البتہ دلیلِ باراں ہے۔

(۴) امید

اے مری اُمید! میری جاں نواز	اے مری دلسوز میری کارساز
میری سِپر اور مرے دل کی پناہ	درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ
عیش میں اور رنج میں میری شفیق	کوہ میں اور دَشت میں میری رفیق
کاٹنے والی غمِ ایام کی	تھامنے والی دلِ ناکام کی
نیکیوں کی تجھ سے ہے قائم اَساس	تُو نہ ہو تو جائیں نہ نیکی کے پاس
وعدہ ترا راست ہو یا ہو دَروغ	تو نے دیے ہیں اُسے کیا کیا فروغ
وعدہ وفا کرتی ہے گو چند تو	رکھتی ہے ہر ایک کو خُرسند تو
آنے نہیں دیتی دلوں پر ہِراس	ٹوٹنے دیتی نہیں طالب کی آس



جن کو مُیَسَّر نہیں کملی پھٹی — خوش ہیں توقُّع پر وہ زَربفت کی

تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ — تو نے اٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ

تشنۂ امید میں ہیں چُور سب — ایک پیالے میں ہیں مخمور سب

(۵) حکیم ایسپ کا بیان

ایسپ اس طرزِ تعلیم کا مُوجِد گِنا جاتا ہے جس کو وہ قصے کہانیوں کے ذریعے سے عمل میں لاتا تھا، اس نے ایسی دلچسپ اور نصیحت آمیز کہانیاں بنائیں، جو ہر طبیعت کے موافق اور ہر دل کے مناسب ہیں، اس نے حیوانات مطلق کو ناطق اور نباتات اور جمادات کو ذی روح فرض کر کے ان کی زبان سے مطلب ادا کیا ہے، اگرچہ اس کی کہانیوں میں رنگینی نہیں ہے؛ مگر وہ اخلاقی مضامین کی پوٹ ہیں، علی الخصوص بچوں کی طبیعت پر بہ غایت موثر ہوتی، اِس طرز کو بڑے بڑے حکیموں اور منتظموں نے پسند کیا ہے۔ افلاطون کہتا ہے کہ: حکیم سقراط نے ایسپ کی حکایتوں کو نظم کیا تھا، اور تاکید کرتا ہے کہ: بچوں کو یہ کہانیاں ضرور سنانی چاہییں؛ تاکہ ابتدائے عمر ہی حسن اخلاق اور اِطوارِ نیک ان کے دل نشین ہو جائیں۔ فی الحقیقت اگر ایسپ کی حکایتیں مفید و پر اثر نہ ہوتیں، تو وہ تمام قوموں میں نہ اس قدر رواج پاتیں، نہ مقبول خاص و عام بنتیں۔

اس کی تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ رنگا رنگ کی مخلوق اس واسطے پیدا کی ہے کہ انسان اس کو نظرِ غور سے دیکھے، اور ہر ادنی اعلی چیز سے حکمت سیکھے اور عبرت حاصل کرے، جنسِ حیوان میں جو مختلف خواہشیں اور گونا گوں عادتیں نظر آتی ہیں، وہ انسان کو نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی ہدایت کرتی ہیں، مثلاً کتے کی وفاداری، شیر کی شجاعت، لومڑی کی مَکّاری، چیتے کا غیض وغضب، اونٹ کا حِلم؛ یہ سارے خصائل جو انواع حیوانات میں موجود ہیں، اگر انسان ان سے نصیحت نہ حاصل کرے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہے؛ چونکہ حقیقی دانائی اور انسانیت، نہایت موثر طریقے سے اس دانشمند نے سکھائی ہے؛ اسی لیے وہ زُمرہ حکماء میں شمار کیا گیا۔

یہ حکم فرجیہ کا باشندہ فنونِ حکمت سے واقف، نہایت ذکی وذہین، لطیف وظریف، علامۂ دوراں اور یکتائے عصر تھا؛ مگر جس قدر اس کا باطن کمال و ہنر سے آراستہ تھا، اسی قدر یہ اس کا ظاہر عیب ونقصان کی وجہ سے بدنما تھا۔



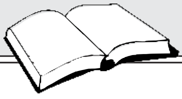
کریہہ المنظر، بدقُوارہ، کوتاہ، قامت، کوزہ پشت؛ بلکہ اس کی ہیئت انسانوں سے کچھ یوں ہی مشابہ تھی؛ اس کے علاوہ مدّت دراز تک بول چال سے بھی آشنا نہ تھا۔ ان سب خرابیوں پر طرّہ یہ کہ وہ بیچارہ غلام بھی تھا، جس سوداگر نے اس کو خریدا تھا وہ اس کی صورت سے بیزار اور صحبت سے نفُور تھا؛ مگر اس گودڑ کے لعل کا کوئی گاہک نہ ملتا تھا، آخر ایک حکیم نے اپنی خدمت کے لیے خرید لیا۔

ایک روز اس حکیم نے اپنے احباب کی ضیافت کی اور ایسپ کو نفیس ولذیذ کھانوں کی تیاری کا حکم دیا، جب کھانا دستر خوان پر چُنا گیا، تو آقا کو معلوم ہوا کہ تمام رکابیوں میں زبانیں رکھی ہیں، اس نے نہایت برہم ہو کر کہا: ارے کم بخت! میں نے تو نفیس کھانوں کی فرمائش کی تھی، تو یہ کیا پکا لایا؟ ایسپ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا: میں نے حضور ہی کے حکم کی تعمیل کی ہے، دنیا میں زبان سے بہتر کوئی شے نہیں، یہی ٹکہ بھر کی زبان رونقِ بزم کا سامان ہے، یہی رموزِ علم کی کلید ہے، یہی اظہارِ دلائل کی کل ہے، اسی سے بستیوں کی آبادی عمل میں آتی ہے، اسی سے حکومتیں قائم ہوتی ہیں، اسی کی بہ دولت درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے، اسی کے وسیلہ سے وعظ وپند کا دروازہ کھلا ہے، اسی کے ذریعے سے خدا کی شکر گزاری اور حمد وثنا ہوتی ہے؛ حکیم نے کہا: ''بہت بہتر'' اور اپنے جی میں ٹھان لی کہ کل اس کو ٹھیک بناؤں گا اور اس کی حکمت کا مزہ چکھاؤں گا۔

اگلے دن پھر انھیں دوستوں کی دعوت کی اور حکم دیا کہ: ''آج بُرے سے بُرا کھانا پکاؤ'' ایسپ نے کھانے کے وقت پھر وہی زبانیں لا رکھیں، اور عرض کیا کہ: ''جناب عالی! دنیا میں کوئی چیز زبان سے بدتر نہیں: یہی دوانگشت کی زبان جنگ وجدَل کا سامان، نِزع وتفرقہ کا نشان، عِناد وفساد کی بنیاد، کِذب وافترا کا آلہ، فُحش بکنے کا ذریعہ، فضول گوئی کا وسیلہ، اور اِظہارِ حَماقت کا سبب ہے، یہ ہی بِس کی گانٹھ، اکثر خرابیوں کی جڑ اور بہت سے گناہوں کی اصل ہے''؛ یہ معقول تقریر اور جوابِ باصواب سن کر حکیم خاموش ہو رہا، اور سمجھ گیا کہ نکتہ سَنجی اور زِیرکی اسی شخص کا حصہ ہے۔

رفتہ رفتہ ایسپ کی فہم وفِراست کی شہرت بادشاہ وقت کے کانوں تک پہنچی۔ اس نے نہایت اشتیاق سے طلب کیا؛ مگر جب لِقائے شریف (ذات شریف) کو ملاحظہ کیا تو اس کی طبیعت از حد مُنغَّض ہوئی اور ساری خوبیاں اور اوصاف، جو سُنے تھے، اس کے دل سے محو ہو گئے؛ مگر سنِ باطن کب چھپا رہتا ہے! آخر جلوہ گر ہوا، اس وقت بادشاہ نے ایسپ کا یہ مقولہ یاد کیا ہے:

ساغرِ زرّیں ہو یا مٹی کا ہو اِک ٹھیکرا — تُو نظر کر اس پر جو کچھ اس کے اندر ہو بھرا



(۴) علم کی ضرورت

گیا دورہ حکومت کا، بس اب حکمت کی ہے باری
جہاں میں چار سُو علم و عمل کی ہے عملداری

جنھیں دنیا میں رہنا ہے، رہے معلوم یہ ان کو
کہ ہیں اب جہل و نادائی کے معنی ذلت و خواری

ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن و صناعت میں
نہ چل سکتی ہے اب بے علم نجّاری نہ معماری

جہاں علمِ تجارت میں یہ ماہر ہوں گے سوداگر
تجارت کی نہ ہوگی تا قیامت گرم بازاری

نہ آئے گی پسند ان نوکروں کی خدمت وطاعت
جنھیں پائیں گے آقا زیورِتعلیم سے عاری!

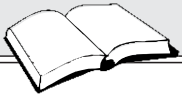
اگر چاہیں گے کرنی آدمی گھوڑوں کی سائیسی
تو دینا ہوگا ان کو امتحاں علم بیطاری!

نہ مستغنی بکاوَل علم سے اب نہیں نہ باورچی
ہوا ہے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاری

یقیں جانو کہ آئندہ ملے گی درس گاہوں میں
گر آٹا پیسنے کو چاہے گی اِک پسنہاری

کوئی پیشہ نہیں اب معتبر بے تربیت ہرگز
نہ فصّادی ،نہ جرّاحی،نہ کحّالی، نہ عطّاری

جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمار وائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے



گئے وہ دن کہ تھا علم و ہنر انسان کا اِک زیور
ہوئی ہے زندگی خود منحصر اب علم و دانش پر

کوئی بے علم روٹی سیر ہو کر کھا نہیں سکتا
نہ زرگر اور نہ آہنگر، نہ بازی گر، نہ سوداگر

مُہندِس چاہیے مزدور اب اور راج اُقلیدس
بس اب دنیا میں بے علموں کا ہے اللہ ہی یا ور

نہ پہنے گا کوئی جاہل کی شاید سی ہوئی جوتی
بس اب موچی فلاطوں سے یونہیں کچھ ہوں تو ہوں کمتر

جہاں داری میں آج ایک ایک عامل ہے جم و کسریٰ
جہانگیری میں ہے اک اک سپاہی طُغرول و سَنجر

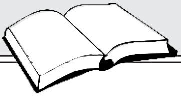
گئے وہ دن کہ تھے محدود کام انسان کے سارے
برابر تھا بئے کا گھونسلا اور آدمی کا گھر

یہ دورہ ہے بنی آدم کی روز اَفزوں ترقی کا
جو آج اک کام ہے اعلیٰ تو کل ہے اس سے اعلیٰ تر

کوئی دن میں خسارہ سب سے بڑھکر اس کو سمجھیں گے
کہ دو دن آدمی ٹھہرا رہے یاں ایک حالت پر

نہ تھا غیر از ترقی فرق کچھ انسان و حیواں میں
دیا ہے امتیاز انسان کو یہ تعلیم نے آکر

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دونگا



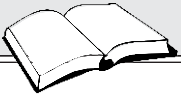
(۷) کلکتہ

شہر کلکتہ زمانۂ سابق میں ایک قریہ تھا، وجہِ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ: ''کالی'' نام کا یہاں ایک بت ہے اور ''کتّا'' بنگلہ زبان میں ''صاحب'' کو کہتے ہیں؛ اس لیے گاؤں ''کالی کتّا'' مشہور ہوا، رفتہ رفتہ بہ کثرت استعمال نے کلکتہ بنا دیا۔

عہدِ عالمگیری میں بڑا شہر بندر ہُگلی تھا، اِسی بندر میں تجارتی جہاز لنگر انداز ہوتے تھے اور اکثر تجارتی پیشہ لوگوں کی یہاں سکونت تھی؛ چنانچہ انگریزی کمپنی کی کوٹھی بھی وہیں تھی، اتفاقاً زمین کے دھنس جانے سے انگریزی کوٹھی منہدم ہوگئی، بہت سامال واسباب تلف ہوا، تب مسٹر چانک نے دوسرے مقام پر کوٹھی کی بِنا ڈالی اور دومنزلہ، سہ منزلہ عمارتیں بنانے کا ارادہ کیا، مغل تاجروں کو یہ امر شاق ہوا، انھوں نے فوجدار سے شکایت کی، اس نے صوبہ دار بنگالہ کو اطلاع دی، وہاں سے ممانعت کا حکم صادر ہوگیا؛ ناچار مسٹر چانک اپنا جہاز لے کر دَکن کو چل دیا۔

اُن دنوں اورنگزیب مہمّاتِ دَکّن میں مصروف تھا اور قحط عظیم کی وجہ سے بادشاہی لشکر کو سخت تکلیف ہو رہی تھی، کرناٹک کی کوٹھی کے انگریزی افسر نے بہت سا غلہ اور سامانِ رَسَد لشکرِ شاہی کو پہنچایا، اس خدمت شائستہ کے صلہ میں بادشاہ نے انگریزوں کو معافیٔ محصول کی سند عطا فرمائی اور کوٹھی کے بنانے کی اجازت دے دی، تب مسٹر چانک شاہی فرمان لے کر بنگالہ کو واپس آیا اور موضَعِ کلکتہ میں کوٹھی تعمیر کی، تجارت کی بہ دولت آبادی روز بروز بڑھتی گئی، پھر جو گورنر آیا، آبادی کی ترقی اور تعمیر کی افزائش پر متوجہ رہا؛ چنانچہ کرنل کلایو نے ''پلاسی'' کی فتح کے بعد شہر سے کچھ فاصلے پر قلعہ کورٹ ولیم تعمیر کرایا، اس کی ساخت اور طرز عمارت اس بِلاد کے قلعوں سے نہیں ملتی نئے انداز کا اور نہایت مضبوط و مستحکَم ہے۔

خاص کر لارڈ ولزلی کے عہدِ گورنری میں اس شہر کا اسلوب نہایت خوب ہوگیا، ایک عمارت عالی شان مِنجانب کمپنی تعمیر ہوئی، غرض تجارت کی گرم بازاری اور انگریزی حکومت کا صدر مقام ہونے کے باعث ہر قسم کے اہلِ پیشہ، صناع، ساہوکار وہاں بہ کثرت آباد ہوتے گئے اور اپنے اپنے مقدور کے موافق حویلیاں اور کوٹھیاں تعمیر کرائیں، فی الحال یہ ہی شہر صوبہ بنگال کا دارالصدر اور کل ہندوستان کا دارالسلطنت ہے، دریائے ہُگلی کے دونوں کناروں پر اس کی آبادی ہے۔



خاص شہر چھ میل طویل اور ڈیڑھ میل عریض ہے، جس میں اہلِ فرنگ رہتے ہیں، وہاں مکان نہایت عالیشان اور سڑکیں بہت خوش قطع اور فراخ ہیں، اَیوانِ گورنری کے سامنے ایک بڑا وسیع میدان ہے، اس میں کئی سڑکیں نکلی ہیں، جن پر صبح وشام اکثر صاحبانِ انگریز سیر وتفریح کے لیے سوار ہو کر نکلتے ہیں، دریائے ہگلی اس شہر کے متصل نصف میل کی چوڑائی میں بہتا ہے، اس کے کنارے کنارے پختہ سڑک اور مضبوط دیوار تعمیر کی گئی ہے، جہازوں اور کشتیوں سے مال تجارت اتارنے کے لیے چند گھاٹ بنے ہوئے ہیں، کل تعداد اس شہر کے باشندوں کی قریب آٹھ لاکھ کے ہے۔

(۸) حَیَا

او حیا! او پاسبانِ آبرو! نیکیوں کی قوت بازو ہے تُو

پاک دامانی یہ تجھ کو ناز ہے کیا ہی تیرا دل پذیر انداز ہے!

جب سمائی آنکھ میں تو مثل نور بدنگاہی سے رہی وہ آنکھ دور

دامنِ عصمت کو تو رکھتی ہے پاک ہے سدا جُرم و گنہ سے تجھ کو باک

گر نہ ہوتا درمیاں تیرا حجاب فعلِ بد سے کون کرتا اجتناب!

خواہشوں کو جو نہ تو دیتی لگام آدمی حیوان بن جاتے تمام

جب خطا کرتی ہے دل میں شورشر تو ہی بن جاتی ہے واں سینہ سپر

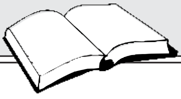
ذلت و خواری تجھے بھاتی نہیں تاب رسوائی کی تو لاتی نہیں

تو مذمت کو سمجھتی زہر ہے اور ملامت تیرے حق میں قہر ہے

مفلسوں کی ہے تو ہی پشت پناہ سُجھاتی ہے عَرق ریزی کی راہ

گو تہی دستی کے ہو جائیں شکار ہے مگر تجھ کو گدائی ننگ و عار

ہے تیرے نزدیک مرجانا پسند پر نہیں ہے ہاتھ پھیلانا پسند



اس قدر تجھ کو نہیں پروائے نان	جس قدر تو آن پر دیتی ہے جان
آبرو کھوتی نہیں از بہر قُوت	لب پہ بن جاتی ہے تو مُہرِ سکوت
اَغنیا کے دل کو گرمانی ہے تو	بُخل اور خِسَّت سے شرماتی ہے تو
تو ہی سکھلاتی ہے ان کو بزلِ مال	زخمِ خنجر ہے تجھے ردِّ سوال

(۹) صَرفِ دَولت

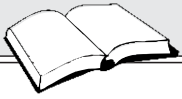
ظاہراً مال و دولت کا حاصل کرنا مقصود سمجھا جاتا ہے؛ لیکن حقیقت پر غور کرو، تو کسب دولت میں کوئی نفع نہیں؛ بلکہ نفع جو کچھ ہے وہ اس کے باموقع صرَف اور صحیح استعمال میں ہے۔

دولت پیدا کرنے کے طریقے بہت ہیں؛ مگر ان میں سے تین اصول ہیں اور باقی ان کی شاخیں یا ان کے ماتحت ہیں: پہلا طریق کاشتکاری، دوسرا: صنعت، تیسرا: تجارت ہے؛ ان کے علاوہ جتنے پیشے اور کام ہیں، وہ سب انہیں تین اصول کے لوازم ہیں۔

ہر ایک طریقہ کے اختیار کرنے سے پیشتر اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ علم کے بعد اس کے عمل کی مشق واجب ہے، ہر ایک شخص انھیں طریقوں میں سے کسی نہ کسی کا علم وعمل سیکھتا اور دولت کماتا ہے؛ مگر بہت کہ ایسے ہیں جو مصارف کے اصول وقواعد بھی جانتے ہوں؛ اسی لیے اکثر آدمی باوجود دولت پیدا کرنے اور کمانے کے سخت مصیبتیں اٹھاتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ: پانی کی آمد کا راستہ تو بنالیا؛ مگر نکلنے کا بندوبست کچھ نہ کیا؛ یا تو اتنے سوراخ پیدا ہوگئے کہ اِدھر پانی آیا، اُدھر نکل گیا، یا ایسا رُکا کہ اس میں عُفونت اور بدبو پیدا ہوگئی، پس ہر انسان پر واجب ہے کہ بہ قدرِ ضرورت مصارف کے طریقوں کا بھی علم حاصل کرے۔

پہلا ضروری مصرَف یہ ہے کہ: اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے خوراک، لباس اور مسکن مناسب حال بہم پہنچائے۔ اگر کوئی شخص اپنی ذات خاص کے لیے مقدار قلیل پر قناعت کرے تو مضائقہ نہیں؛ الا متعلقین کو اپنی پیروی پر مجبور نہ کرے، ان کے ضروری مصارف مناسب حال بہ فراغت دے، اسی کا نام ''سیر چشمی'' ہے۔

دوسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ: عزیزوں قریبوں اور دوستوں کو ہدیہ وتحفہ دے اور ان کے ساتھ سلوک کرے اگر



چہ وہ دولت مند ہوں؛ کیونکہ اس طریقے سے محبت واتحاد کو ترقی ہوتی ہے۔اسی کو''مروّت'' کہتے ہیں۔

تیسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے محتاجوں اور بے کسوں کی امداد اور دستگیری کرے؛ اسی کا نام ''سخاوت'' ہے۔

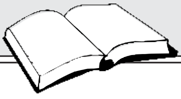
چوتھا مصرف یہ ہے کہ ان لوگوں کا واجبی حق ادا کرے جو اس کی خدمت کرتے اور کاروبار میں مدد دیتے ہوں؛ کیونکہ آدمی اپنے تمام کام اپنے ہی ہاتھ سے نہیں کرسکتا، پس جو خادم اس کا وقت بچاتے ہیں، وہ مستحق عوض ہیں۔

پانچواں مصرف یہ ہے کہ: بلاتعیُّن رِفاہِ عام میں دے۔مثلاً: پُل، مدرسہ، کنواں، شفاخانہ، مہمان خانہ وغیرہ بنائے جس سے عامۂ خلائق کو نفع پہنچے۔

غرض مال کا استعمال مناسب واعتدال کے ساتھ ہو تو حسن اعمال اور حصول کمال کا وسیلہ ہے، اسی کو''کفایت شعاری'' کہتے ہیں؛ ورنہ کمی وبیشی کی صورت میں مال آفت ووبال، جی کا جنجال اور باعثِ زوال ہے۔

مَصارِفِ ضروری میں کمی کرنا''بُخل'' کہلاتا ہے اور زیادتی کرنا''اِسراف''؛ یہ دونوں صورتیں اگرچہ ظاہراً ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ الا مآل دونوں کا ایک ہے؛ اس لیے کہ مال خود مقصودِ اصلی نہیں ہے؛ بلکہ اصل مقصود وہ حاجات ہیں جو مال کے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں اور اُن کو پورا ہونا بخل اور اسراف دونوں میں معلوم؛ پس یہ بھی بُرا اور وہ بھی مذموم۔

بخیل اور مُسرِف ہیں محروف دونوں   کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم دونوں



(۱۰) بخیلی اور فضولی

اری بخیلی اور اے فضولی ! تمہارا دونوں کا منہ ہو کالا
گناہگاری کے تم ہو چشمے، تمھیں سے نکلیں خراب رسمیں

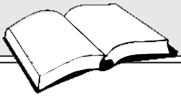
تمھیں نے دم بھر میں سب گنوایا تمہیں نے سب خاک میں ملایا
کمانے والوں نے جو کمایا بصد مشقت کئی برس میں

نہ مال و دولت کے فائدوں ہی سے کر کے محروم تم نے چھوڑا
بنایا بدعہد اور بے دیں، کھلائیں جھوٹی ہزار قسمیں

لگا کے حرص و طمع کا پھندا، سکھایا خود مطلبی کا دھندا
بنایا حق تلفیوں کا بندا، پھنسا کے تم نے ہَوا ہَوس میں

ہوئی بخیلوں کی کیا بری گت ! نہ پاسِ عزت نہ کچھ حَمیَّت
نہ حوصلہ ہی رہا نہ ہمت، نہیں ہے فرق ان میں اور مگس میں

لٹا کے دولت کو اپنی مُسرِف، ہوئے ہیں کیا کیا ذلیل احمق !
کہ جیسے بے بال و پر کی چڑیا، اسیر ہو گوشۂ قفس میں



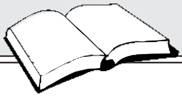
(۱۱) ہمت

ایک جوان تھا صاحبِ ثروت، مفت خوراور بدرویہ دوستوں اور نالائق ہم نشینوں کی صحبت نے اس کو ایسا خراب وخستہ کر دیا کہ تھوڑے عرصے کے اندر بہت سی جائداد عیاشی، فضول خرچی اور سیر تماشے میں اڑا دی، نہ رہنے کو مکان رہا نہ چڑھنے کو سواری، قدیم الخدمت ملازموں نے چندے رفاقت کی؛ مگر جب دیکھا کہ ولی نعمت آپ ہی نانِ شبینہ کا محتاج ہیں، تو وہ بھی ایک ایک کر کے چل دیے، دَغا بازوں اور کمینہ خصلت مصاحبوں نے تو پہلے ہی سے جب صاحبی بگڑتی دیکھی، آمدوشد میں کمی کر دی، یہاں تک کہ اس کی صورت سے نفرت کرنے لگے۔

جب انقلابِ زمانہ کا یہ رنگ دیکھا تو اس جوان سے اپنی ذلیل حالت اور درماندگی ومصیبت کا تحمُّل نہ ہوسکا، مارے غیرت کے دل میں ٹھان لی کہ ایک گوشے میں جا کر مر رہے، جہاں کسی کو پتہ نشاں نہ ملے۔ غرض خودکُشی کا عزم بالجزم کر کے وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا، وہاں سے اس کو وہ تمام دیہات، باغات اور عمارات نظر آئیں جو ایک روز اس کی ملکیت اور بلا شرکتِ غیرے اس کے قبض وتصرُّف میں تھیں، ان کو ملاحظہ کر کے وہ دفعتاً عالمِ حیرت میں کھڑا رہ گیا، طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں جوش مارنے لگے، سوچتے سوچتے اس کی ہمت اور استقلال نے یہ فیصلہ کیا کہ: جو ہو، سو ہو، کُل جائداد میں دوبارہ حاصل کروں گا۔

یہ فیصلہ کر کے پہاڑ سے نیچے اترا اور مزدوروں کی ایک جماعت میں شریک ہوا جو کوئلہ ڈھونے میں مصروف تھے۔ شام کو جو اُجرت ملی اس میں سے کچھ صَرف میں لایا اور کچھ پس انداز کیا، چندے اِسی طور سے حمالی کرتا رہا، آخر اتنی حیثیت ہوگئی کہ اس نے تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک مدت تک نہایت محنت اور کفایتِ شعاری سے اس کام کو انجام دیا، یہاں تک کہ وہ مدتِ قلیل میں ایک متموِّل سوداگر بن گیا، اس نے اپنی کل جائداد پھر خریدی اور مرتے وقت چھ لاکھ روپے نقد اپنے تَرکے میں چھوڑے۔

اِس میں شک نہیں کہ جو کچھ اس نے ارادہ کیا تھا اپنی قوتِ بازو اور جِدّ وجُہد سے اس کو پورا کر دِکھایا۔ ہمت کا دُھنی اور استقلال کا پورا تھا؛ لیکن وہ بخل نہ کرتا اور اپنی دولت کو کیسی کارِ خیر میں صرف کر جاتا، تو نہایت فخر کے لائق ہوتا۔



(۱۲) سچائی

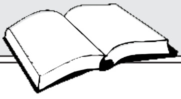
سچائی سے صرف یہ ہی مراد نہیں ہے کہ آدمی کوئی بات خلافِ واقع نہ کہے؛ بلکہ سچائی کئی طرح کی ہوتی ہے، جو شخص جملہ اَقسام میں کمال رکھتا ہو وہی کامل سچا ہے۔

بات کی سچائی یہ ہے کہ: کسی قسم کی دَروغ گوئی نہ کرے، نہ تو خبر کے بیان میں جو ماضی وحال سے متعلق ہو اور نہ وعدے میں جو مستقبل سے منسوب ہو؛ بلکہ یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ: چھوٹے بچوں کو بہلانے یا کسی کام پر رضامند کرنے یا مکتب بھیجنے کی غرض سے جو وعدے ان کے والدین یا مربی کریں، ان کو ضرور وفا کرنا چاہیے؛ ورنہ دو باتوں کا اندیشہ ہے؛ ایک تو وعدہ کرنے والے کے دل میں کجی اور ناراستی پیدا ہوتی ہے، دوسرے؛ بچے کو جھوٹ کی تعلیم، یعنی وہ بھی اس نظیر کی تقلید و پیروی کرے گا اور دروغ گوئی اور وعدہ خلافی کو ایک معمولی بات سمجھے گا، غرض بات کی سچائی کا کمال یہ ہے کہ ایسے کلام سے بھی پرہیز کرے جو ذُو معنی ہو اور سننے والے کو دھوکے میں ڈالے، یعنی متکلم کے نزدیک اس کے معنی کچھ اور ہوں اور سامع کچھ اور سمجھ جائے۔

اگر ایسا موقع آئے جہاں سچ بولنا مصلحت کے خلاف ہو، مثلاً معرکہ ٔجنگ میں بہ مقابلہ دشمن تو مناسب یہ ہے کہ رَمز و کنایہ سے بات کہے، یا جواب دینے سے صاف انکار کر دے، صریح جھوٹ ہرگز نہ بولے؛ کیونکہ جب زبان سے ناراست بات نکلتی ہے، تو دل کی راستی اور صفائی میں خلل واقع ہوتا ہے۔

نیت کی سچائی یہ ہے کہ انسان جس کام کا قصد کرے خلوص کے ساتھ کرے، اس میں خود غرضی، فریب یا ریا کا لگاؤ نہ ہو، مثلاً؛ کوئی شخص خیرات کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے دل میں یہ بھی خیال ہو کہ ایسا کرنے سے میری ناموَری ہوگی تو وہ نیت کا سچا نہیں ہے؛ کیونکہ یہ ارادہ اس نے دوسروں کی فائدہ رَسانی کے واسطے نہیں کیا؛ بلکہ اپنی ناموَری کی غرض سے کیا ہے۔

ایک ارادہ کی سچائی ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان جب کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو پختگی کے ساتھ کرے، اس میں ضعف، تذبذب اور دودلی نہ ہو، مثلاً؛ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اس کو اپنی سالانہ آمدنی سے ہزار روپے پسِ انداز ہوں گے، تو فائدہ عام کے لیے ایک عمارت تعمیر کرائے گا۔ اگر یہ ارادہ اس کے دل میں پختہ ہے تو اس کا عزم صادق کہلائے گا، ورنہ کاذب۔



عہد کی سچائی یہ ہے کہ انسان نے جس کام کے پورا کرنے کا عہد کیا ہو حتی المقدور اس میں کوشش کرے اور جب تک اپنے عہد کو وفا نہ کرے سعی و کوشش سے باز نہ رہے۔

عمل کی سچائی یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں میں تکلف اور بناوٹ نہ کرے، اپنی حالت کو اوروں کی نظر میں ایسی نہ دکھائے جیسی کہ حقیقت میں نہیں ہے، مثلاً؛ کوئی شخص عالم نہ ہو اور عالموں کی سی طرز و رَوِش اس غرض سے اختیار کرے کہ وہ لوگوں کے نزدیک عالم سمجھا جائے، تو ایسا شخص گو زبان سے جھوٹ نہیں بولتا مگر عملاً کاذب ہے۔

(۱۳) ایک گدھا شیر بنا تھا

پایا تھا اک گدھے نے کہیں پوستین شیر
سوچا کہ اس کی آڑ میں کچھ کھیلیے شکار

نادان اُس کو پہن کے کھیتوں میں جا گھسا
دیکھا جو شیر سہم گئے اس سے کاشتکار

لیکن وہ اپنی بولی جو بولا تو کھل گیا
ہے شیر کے لباس میں پوشیدہ اک حمار

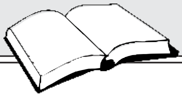
جب کھل گیا فریب تو پھر مارے طیش کے
لے لے کے اپنی لاٹھیاں سب پِل پڑے گنوار

چاروں طرف سے گھیر کے لی خوب ہی خبر
لوگوں نے مار پیٹ میں رکھا نہ کچھ اُدھار

مرنے میں کیا رہا تھا مگر خیر ہو گئی
بھاگا دبا کے دُم تو بچی اس کی جانِ زار

چھپتی نہیں ہے بات بنائی ہوئی کبھی
آخر کو ہو کے رہتی ہے اصلیت آشکار

بچیو سدا تکلّف و ناراستی سے تم
کرتا ہے آدمی کو یہ شیوہ ذلیل و خوار



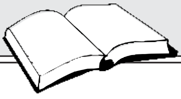
رستے کو راستی کے نہ زِنہار چھوڑنا
ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رَستگار

جو بات تھی صلاح کی سو ہم نے دی بتا
آئندہ اپنے فعل کا ہے تم کو اختیار

حکایت (۱۴)

راوی نے ہے اس طرح خبر دی — اک شب لگی بندروں کو سردی
سردی نے دیا جو سخت آزار — جویا ہوئے آگ کے وہ ناچار
ہر چار طرف دوا دَوِش کی — پائی نہ کہیں دوا خُلِش کی
ناگہ چمکا جو کِرمِ شب تاب — اَخگر ایسے جان کر لیا داب
ناچے کو دے خوشی سے باہم — تنکے پتے کیے فراہم
رکھ کر اُسے خار و خَس کے اندر — پھونکیں لگے مارنے وہ بندر
لیکن ہوا فائدہ نہ کچھ بھی — اٹھا نہ دھواں نہ آگ سلگی
کرتے رہے پھر بھی کام اپنا — چھوڑا نہ خیال خام اپنا
صحرا میں جو اور جانور تھے — وہ تجرَبہ کار اور باخبر تھے
سمجھانے لگے زَ روئے شفقت — کیوں وقت کو رائیگاں کرو مت
اس کام سے کیجیے کنارہ — جگنو کو نہ جانیے شرارہ
سمجھانے سے وہ مگر نہ سمجھے — جب تک نہ ہوئی سحر نہ سمجھے
یاروں نے کہی تھی بات ڈھب کی — غرّا کے انھیں دکھائی بھبکی
ناداں رہے رات بھر اَکڑتے — سر مارتے ایڑیاں رگڑتے
جب صبح ہوئی تو شک ہوا دُور — شرمندہ ہوئے بہت وہ مغرور

سن لو نہ سنے گا جو نصیحت
ہوگا وہ اسی طرح فضیحت



(۱۵) ثمرۂ اعمال

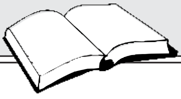
انسان کا کوئی کام اور کوئی خیال ایسا نہیں ہے جو بے انتہا نتیجے پیدا نہ کرتا ہو، اعمال بد اور نیک دونوں ہمیشہ قائم رہتے اور اپنے ثمرے پیدا کرتے ہیں، ہاں! یہ ممکن ہے کہ وہ ہم کو نظر نہ آئیں۔

ذلیل سے ذلیل اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی یہ دعوئی نہیں کرسکتا کہ میرے قول وفعل کا کسی پر کچھ اثر نہیں، اس تمام کائنات میں کوئی کسی سے جدا نہیں، سب ایک سلسلہ میں وابستہ ہیں، سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں؛ پس ہر فردِ بشر اپنی بداعمالیوں اور نیک اعمالیوں سے دنیا کی بدیوں اور نیکیوں کی تعداد بڑھا رہا ہے، جس طرح اگلوں کے اقوال و افعال کا اثر ہم پر ہے، اسی طرح ہمارے اعمال کا اثر آئندہ زمانے میں آنے والی قوم پر ہوگا۔

انسان ایک ثمرہ ہے جو سیکڑوں صدیوں کی سعی وکوشش سے تربیت پا کر اس حالت کو پہنچا ہے، گویا تمام گذشتہ نسلیں ایک دوسر کے دوش بہ دوش کھڑی ہیں، اسی طرح موجودہ نسلیں بھی قول وفعل کے سلسلہ کو آئندہ نسلوں میں جاری رکھیں گی؛ پس کسی انسان کا کام فنا نہیں ہوتا۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ اس کا جسم خاک ہوکر ہوا میں اڑ جائے، اس کا ذرہ ذرہ ایسا منتشر ہو کہ کہیں پتا نہ ملے؛ تاہم اس کے عمل، نیک ہوں خواہ بد، ہمیشہ اپنا اثر پیدا کرتے رہیں گے، اگر انسان اس مضمون کو خوب سوچے تو معلوم ہو کہ اس کے ذمے کتنی بڑی جواب دِہی ہے، ایسے ہی غور وفکر کے بعد انسان اپنے نیک کاموں سے خوش اور بُرے کاموں سے خوف زدہ ہوسکتا ہے۔

اس جہاں کے ایک ایک ذرّے میں انسان کی بھلائی برائی کا اثر موجود رہتا ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہَوا ایک کتب خانہ ہے۔ جس میں ہر انسان کے الفاظ لکھے رکھے ہیں؛ وہ کُل وعدے جو وفا نہ ہوئے، وہ جملہ سخت الفاظ جو منہ سے نکالے گئے، وہ تمام گالیاں جو دی گئیں؛ سب کا نقش ہَوا میں موجود ہے، صرف ہوا ہی نہیں؛ بلکہ زمین، سمندر اور تمام اشیاء انسان کے افعال اور خیالات کی شاہد ہیں۔

غرض جو کام ہم کرتے ہیں، جو لفظ ہم بولتے ہیں، جو حرکت ہم کرتے ہیں، جو بات ہم سنتے ہیں؛ سب میں اثر ہے اور وہ اثر برابر پھیلتا جاتا ہے، صرف ہماری ہی ذات پر محدود نہیں رہتا، بلکہ ساری قوم کو اپنے رنگ میں رنگتا ہے۔



(۱۶) حکایت

ایک بچہ کہ ابھی کچھ اسے تمیز نہ تھی
لہو و بازی سے پسندیدہ کوئی چیز نہ تھی

کھیلنا، کودنا، کھانا، یہی معمول تھا بس
انہیں طفلانہ تمناؤں میں مشغول تھا بس

ایک تالاب تھا دو چار قدم گھر سے پَرے
دِل میں لہر آئی لبِ آب ذرا سیر کرے

صاف پانی سے جو تالاب کو پا یا لبریز
کھیل کا شوق طبیعت میں ہوا اور بھی تیز

آس پاس اپنے جو پایا کوئی کنکر پتھر
پھینک مارا اسے پانی میں بہت خوش ہو کر

کھیل تھا پہلے تو اب طُرفہ تماشہ دیکھا
دل ہی دل میں متحیّر تھا کہ یہ کیا دیکھا؟

دائرہ ایک بنا ایسا کہ بڑھتا ہے محیط
گھیر لی جس نے کہ تالاب کی کل سطح بسیط

پھر تو کھیل اس کا اسی شغل پر موقوف رہا
اسی نظارہ میں تا دیر وہ مصروف رہا

اسی اَثنا میں ہوا بچہ کی ماں کا بھی گزر
بولا؛ اماں! مجھے آئی ہے عجب چیز نظر

جو نہ دیکھی نہ سنی تھی کبھی اب سے پہلے
شاید آئی ہے نظر مجھ کو ہی سب سے پہلے

اِک ذرا سی حرکت اور یہ تاثیر عجیب
دائرہ بڑھ کے پہنچتا ہے کنارے کے قریب

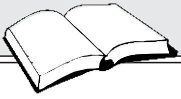
بسکہ جی جان سے اس شعبدہ پر تھا شیدا
وسعت دائرہ کی اپنے عمل سے پیدا

تھی وہ ماں اہلِ دل اور نیک مَنش نیک نِہاد
ہنس کے فرمایا مری جان! یہ نصیحت رکھ یاد

یونہی ہر کام کا ہو جاتا ہے انجام بڑا
گو کہ آغاز میں ہوتا نہیں وہ کام بڑا

کبھی ادبی حرکت زلزلہ بن جاتی ہے
کبھی ناچیز سی ایک بات غضب ڈھاتی ہے

یہ ہی انداز نکوکاری و بدکاری ہے
اولاً خاص تھی اب عام میں وہ جاری ہے



(۱۷) ایک قانع مفلِس

سو ہزار ایکڑ ہے کلّن کی زمین
مِلک میری ایک بھی ایکڑ نہیں

ہے محل اس کا نہایت شاندار
اور میرا جھونپڑا ہے تنگ و تار

ان گِنت ہے اس کی نقدی اور مال
ایک پائی کے لیے میں پائمال

اس کا رتبہ ہے بڑا، عزت بڑی
میرے سر پر خاک ذلت کی پڑی

پر جہاں تک میری جاتی ہے نظر
مِلک سب اپنی ہی آتی ہے نظر

لطف جو اس حال میں ہے بالیقیں
دولت دنیا میں آدھا بھی نہیں

سُست ہے کلّن بایں ناز و نِعَم
میں ہوں چاق و چست ہر دم تازہ دم

واں امیرانہ ہے مخمل کا لباس
میں ہوں مُفلس میری پوشش ہی پلاس

وہ ہے قیدی پائے بندِ ملک و مال
اور میں آزاد ہوں مثل خیال

ڈاکٹر ہیں بیس واں بہر علاج
یاں نہیں ہے ایک کی بھی احتیاج

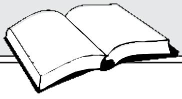
ہے مصیبت مال و دولت میں بڑی
موت کا کھٹکا ہے اس کو ہر گھڑی

میں اَجل کو آپ کرتا یاد ہوں
بے غمی سے خرم و دلشاد ہوں

یہ بیاباں یہ سمندر یہ ہَوا
گونجتی ہے اُن میں قدرت کی نوا

کان سے کَلّن کے لیکن دُور ہے
اُس سے یہ اور اس سے وہ مہجور ہے

زمزمہ قدرت کا ہر دم ہے بلند
مست ہوں میں مجھ کو ہے یہ لَے پسند



(۱۸) غلامی کا انسداد

اٹھارھویں صدی کے اواخر تک ملک انگلستان میں بھی رسمِ غلامی اسی طرح جاری تھی میں طرح دنیا کے تمام اطراف واَکناف میں اس کا عام رواج تھا، اکثر آدمیوں کو جبراً گرفتار کر کے دور دست جزائر میں، جہاں مزدوروں کی ضرورت تھی، روانہ کر دیتے تھے۔ جس طور سے آج کل اسباب اور مویشی کی فروخت کے اشتہارات اخباروں میں چھپتے ہیں، اسی انداز سے لندن اور لیورپول کے اخبارات میں حبشی غلاموں کو بیع کا اشتہار مُشتَہر کیا جاتا تھا، جو حبشی غلام مالک کے جور و جفا سے تنگ آ کر فراری ہو جاتا تھا اس کی گرفتاری کے لیے اِنعامی اشتہار اسی طریقے سے جاری ہوتے تھے جیسے فی زمانا رُو پوش مجرم کی نسبت ہوتے ہیں۔

اس تاریک زمانے میں ایک شخص شارپ نام کھڑا ہوا، رحم دِلی اور خدا ترسی کی راہ سے اس نے اس ظالمانہ رسم کے انسداد پر کمر ہمت باندھی اور غلاموں کی آزادی کا بیڑا اٹھایا، شارپ کوئی بڑا دولت مند یا صاحبِ اقتدار آدمی نہ تھا، وہ عہد طفلی میں ایک پارچہ باف کے ہاں کام کرتا تھا، پھر ایک دفتر میں محرِّر رہو گیا؛ مگر ابتدا ہی سے اس کو رفاہِ خلائق کے کاموں میں سعی و کوشش کرنے کا شوق تھا اور اس شوق کے ساتھ دلیرانہ ہمت اور استقلال بھی رکھتا تھا۔

غلاموں کی حمایت پر متوجہ ہونے کا باعث یہ ہوا کہ؛ ایک روز شارپ صاحب نے ایک مصیبت زدہ اور بیمار و ناچار حبشی کو در بدر گدائی کرتے ہوئے دیکھا، اس کا ماجرا پوچھا، تو معلوم ہوا کہ بے رحم مالک نے غضبناک ہو کر اس کو ایسی سخت سزا دی تھی کہ پاؤں سے لنگڑا اور آنکھوں سے قریب قریب اندھا ہو گیا، جب کسی کام کا نہ پایا تو اپنے گھر سے نکال دیا، شارپ کو اس کے حالِ زار پر بہت رحم آیا اور اپنے بھائی ولیم کے پاس جو غربا اور مساکین کا علاج کیا کرتا تھا ؛ بھیج دیا، چندروز میں ولیم کے حسنِ تدبیر اور معالجہ سے وہ صحیح اور تندرست ہو گیا، تب شارپ صاحب نے اس کو ایک جگہ نوکر رکھا دیا۔

اتفاقاً ایک عرصہ کے بعد اس کے مالک نے پہچان لیا صحیح، سالم اور توانا دیکھ کر طمع دامنگیر ہوئی، یہاں تک کہ اس بے چارہ کو گرفتار کرا کے حوالات میں بھجوا دیا؛ جب یہ بَلا نازل ہوئی تو اس نے اپنے محسن شارپ کے نام خط بھیجا، اس نے نہایت کوشش کر کے اس کو عدالت سے رہا کرایا، اسی طرح وہ اکثر مظلوموں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑاتا اور جَور و تعَدِّی سے بچاتا رہا؛ لیکن متقدمات کی پیروی میں اول اول کوئی وکیل اس کا مُمِدّ و معاون نہ بنا؛ اس لیے شارپ کو



خود قانون کا مطالعہ کرنا پڑا؛ مگر جب اسکی صدق نیت اور اس کا خیر کی خوبی عیاں ہوگئی، تو چند ذی لیاقت قانون داں بھی اس کے معین و مددگار بن گئے۔

انجام یہ ہوا کہ شارپ کی مردانہ ہمت و استقلال نے رسم غلامی کو انگلستان سے نیست و نابود کرا کے چھوڑا اور یہ قطعی فیصلہ ہوگیا کہ کہ کوئی غلام ہو انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہے، پھر اس جواں مرد عالی حوصلہ نے لوگوں کا زبردستی جلاوطن کیا جانا اور جزائر کو بھیجنا بھی موقوت کرایا، غلاموں کی آزادی کے لیے ایک بڑی سوسائٹی (مجلس) قائم کی جس میں بہت سے جلیل القدر عمائد شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ خواہش جو اکیلے شارپ کے دل میں پیدا ہوئی تھی، اہل انگلستان کا ایک مسلّمہ مسئلہ بن گئی اور ۱۸۳۴ء میں قلم رَوِ برطانیہ سے سارے غلام یک قلم آزاد کر دیئے گئے۔

(۱۹) علم زندگی ہے

دی کسی نے شاہِ کسریٰ کو خبر — ہند میں ہے طرفہ بار آور شجر

ہے ثمر میں اس کے تاثیر حیات — جس نے کھایا مرگ سے پائی نجات

موت آتی ہے ولے مرتا نہیں — انقلاب دَہر سے ڈرتا نہیں

وہ ثمر ہے مثمر عمرِ ابد — کی بیاں تعریف یوں باشدّ و مد

سُن کے طبع شاہ بھی شیدا ہوئی — اُس ثمر کی آرزو پیدا ہوئی

اور کیا ایک معتمد اپنا رواں — بہر سیر کِشورِ ہندوستان

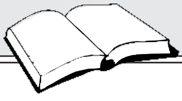
کی سیاحت اس نے تا اقصائے ہند — سمتِ کشمیر و دکّن بنگال وسِنُد

تھا وہ سرگرمِ تفحُّص جا بہ جا — کرتا تھا ہر آدمی سے التجا

اس شجر کا مجھ کو بتلا دو نشاں — ہے ثمر جس کا حیاتِ جاوداں

لوگ ہنس دیتے تھے سن کر گفتگو — کچھ نہ کام آتی تھی اس کی جستجو

چھان مارا گرچہ کُل ہندوستاں — دیکھ ڈالے باغ و راغ و بوستان



روز و شب کرتا پھرا سیرِ بِلاد
پَر نہ دیکھی کچھ کہیں شکل مراد

آخرش طے کر چکا سب کوہ و دَشت
کی بہ مایوسی وطن کو بازگشت

جب چلا واپس بہ راہ مستقیم
مل گیا راستہ میں اک پیرِ علیم

حسب استفسار پیرِ رازداں
کی مفصل وجہ غربت کی بیاں

سن کے سب احوال اور قطع امید
اس طرح گویا ہوا پیرِ رشید

وہ شجر ہاں علم ہے اے ناموَر!
زندگانی بخش ہے جس کا ثمر

اے رسولِ بادشاہ خوش لِقا!
علم سے ملتی ہے انساں کو بقا

(۲۰) راستی نجات سے

نقل ہے حجاج خلق آزار تھا
جَور پیشہ، تُند خو، جبّار تھا

اک جماعت کو کیا اس نے اسیر
اور سنایا حکم قتل ناگزیر

ایک نے ان میں سے کی فریاد و آہ:
’’ تجھ پہ میرا حق ہے دے مجھ کو پناہ‘‘

بولا:وہ حق کیا ہے؟ کر ہم سے بیاں
راستی ناراستی ہو تا کہ عیاں؟

عرض کی : اس نے فلاں تیرا عدُو
کر رہا تھا نا ملائم گفتگو

تیری غیبت میں مجھے بے خوف وبیم
کہہ رہا تھا سخت الفاظ سقیم

میں نے روکا تھا اسے اس کام سے
غیبت و بدگوئی و دُشنام سے

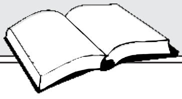
پس مراحق تیرے ذمہ ہو گیا
تو بھی کر اب قتل سے میرے حیا

بولا حاکم: ’’لاکوئی اپنا گواہ‘‘
صدق دعوے میں ؛ ہے ورنہ اشتباہ

ایک قیدی نے شہادت دی کہ: ہاں
سب درست راست ہے اِس کا بیاں

قصہ یہ گزرا ہے میرے سامنے
جو کہا اس مرد نیک انجام نے

سن کے اس سے صدق دعوے کا پتا
پوچھا: تو نے کیوں نہ روکا؟ تو بتا !



مثل اِس کے تو نہ کیوں مانع ہوا؟ ‌ ‌ کیوں سماع ہَجو پر قانع ہوا؟
اپنے کانوں سے سنی ہجوِ امیر ‌ ‌ پھر ہوا تو کیوں نہ اُس پر حرف گیر؟
تب دیا قیدی نے یوں سچا جواب ‌ ‌ اور کیا حجّاج کی جانب خطاب
آئے ستمگر! اے جفا جو! زشت خو! ‌ ‌ تُو مرا دشمن ہے، میں تیرا عدو
میں نہ تیرا دوست ہوں نے خیر خواہ ‌ ‌ میں نہیں ہوں تجھ سے جو پائے پناہ
میں نہیں تیرا ثنا گر، مدح خواں ‌ ‌ کس لیے میں روکتا اس کی زباں!
تجھ کو دشمن جانتا ہوں میں مُدام ‌ ‌ میں تو خود بدگو ہوں تیرا لاکلام
ہجو تیری کیوں نہ سنتا میں بھلا ! ‌ ‌ میں تو خود ہاجی ہوں تیرا برملا
دل میں جو تھا کہہ دیا سب صاف صاف ‌ ‌ بے تکلُّف، بےتصنُّع، بے گُزاف
راستی سے دے دیا سچا جواب ‌ ‌ نے دروغ و کذب سے کچا جواب
صدق تو ہے تیغ سے بُرِندہ تر ‌ ‌ کر گیا حجاج کے دل میں اثر

بولا دونوں کو کیا میں نے رہا
اس کا حق ہے اور اس نے سچ کہا

(۲۱) سفر

اَغراضِ سفر: سفر پانچ اغراض کے لیے ہوتا ہے :

اول: طلب علم کے لیے، پس جو علوم انسان کے لیے ضروری ہیں، ان کی تحصیل و تکمیل کے واسطے سفر اختیار کرنا بھی ضروری ہے، اگر سفر سے ایک نکتہ بھی ایسا ہاتھ لگ جائے جو تمہارے علم میں افزائش پیدا کرے، تو سمجھ لو کہ مشقتِ سفر رائیگاں نہیں گئی؛ البتہ سفر سے اگر ایسا علم جو انسان کے حق میں نافع نہ ہو تو وہ سفر لغو و بے سود ہے۔

دوم: سفر اس منشا سے ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عادات و اخلاق کو پہچانے؛ کیونکہ جب آدمی دوسرے شہروں اور ملکوں کے باشندوں سے علی الخصوص جب غیر قوم کے لوگوں سے ملتا ہے، تو ان کی طرز و روِش کو دیکھ کر اپنے اور اپنے



اہل وطن کے عیب وصواب سے اطلاع پاتا ہے؛ مگر جب تک انسان گھر میں بند رہتا اور اپنے اہل وطن کے سوا دوسروں کونہیں دیکھتا اُس وقت تک اپنی قوم اور اپنے وطن کے ہر ایک طور وطریق کوسب سے بہتر وبرتر خیال کیا کرتا ہے۔ پس جوغفلت کا پردہ اس کے دل پر پڑا ہوا ہے، وہ سفر کی برکت سے اٹھ جاتا ہے اور دوسروں کے مقابلے سے اپنے عیب ونقص عیاں ہوجاتے ہیں۔ انسان نے جب اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چنداں دشوار نہیں، اس ارادہ اور اس نیت سے جولوگ سفر کرتے ہیں وہ نیکی اور اخلاق کی دولت دوسرے ملکوں سے کمالاتے ہیں اور اس دولت سے اپنی ہی ذات کو بہرہ مند نہیں کرتے؛ بلکہ اپنی قوم کو بھی مالا مال کرتے ہیں، پس نہایت مبارک ہے ایسا سفر اور نہایت متبرّک ہیں ایسے مسافر۔

سوم: سفر اس مقصد سے ہوتا ہے کہ انسان برّ وبحر میں، دَشت وجبل میں اور مختلف اقالیم میں عجائب صُنعِ الٰہی کا مشاہدہ کرے اور گوناگوں جمادات اور رنگارنگ نباتات اور نوع بنوع حیوانات کونظرِ غور سے ملاحظہ فرمائے اور ان کی خِلقت میں جوحکمتیں قدرت کاملہ نے رکھی ہیں ان کو پہچانے۔ اس نیت سے سفر کرنا حقیقت میں اس خدائی تحریر کا مطالعہ کرنا ہے جو ہر ایک مخلوق کے چہرے پر مرقوم ہے اور وہ تحریر کسی قوم کی زبان اور کسی ملک کی رسم الخط کی پابندی نہیں ہے؛ اسی لیے ہر قوم اور ہر ملک کا باشندہ جو دلِ دانا اور چشمِ بینا رکھتا ہو، اس کو بے تکلف پڑھ سکتا ہے۔

چہارم: تجارت اور حصول دولت کی غرض سے سفر کیا جاتا ہے، دولت کی خواہش اگر اہل وعیال کی پرورش اور اہل خاندان کی خبر گیری اور اہل وطن کی اِمداد اور قوم کی فائدہ رسانی کے لیے ہے، تو یہ سفر طاعت وعبادت ہے اور اگر کسبِ دولت محض شان وشوکت دکھانے، شیخی جتانے یا عیش اڑانے کی نیت سے ہے، تو ایسا سفر ایک بلا ہے؛ کیونکہ جس قدر دولت بڑھے گی، اُسی قدر حرص پاؤں پھیلائے گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ کبھی طلب سے دل کو سیری نہ ہوگی، تمام عمر اسی رنج وکلفت میں کٹے گی اور جو مقصد ہے کبھی پورا نہ ہوگا۔ ایسا شخص اپنی عمرِ عزیز کو اس شے کی تحصیل میں کھوتا ہے جس سے نہ خود منتفع ہوتا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

پنجم: سفر سیر وتفریح کی غرض سے ہوتا ہے تاکہ آدمی کے دل سے وہ کدورت وکلفت مٹ جائے جو گوشہ نشینی سے پیدا ہوئی ہو اور وہ کسل وماندگی رفع ہوجائے جو کثرتِ کاروبار سے لاحق ہوئی ہو؛ البتہ یہ سفر بھی سودمند ہے بہ شرطیکہ کبھی کبھی اور مناسبِ وقت ہو؛ ورنہ جن لوگوں کو خواہی نہ خواہی شہر بہ شہر اور ملک بہ ملک پڑے پھرنے کی لت پڑ جاتی ہے وہ سفر سے کچھ فیض وفائدہ حاصل نہیں کرتے؛ بلکہ ان کی آوارہ گردی کا باعث صرف کاہلی ہوتی ہے، وہ ایک



جگہ جم کر بیٹھنا اور کسی مفید کام کے کرنے میں مشقت اٹھانا نہیں چاہتے ، وہ وَحشی جانوروں کے مانند روز نیا دانا نیا پانی پسند کرتے ہیں، ایسے لوگ اپنے آپ کو بھی مفت اَذیت دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ناحق تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں کسی سخی، کریم، مسافر نواز کی تلاش کرتے ہیں اور جب کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی ہے، پس ایسے مسافر حقیقت میں مسافر نہیں بلکہ آوارہ گرد، خانہ بدوش ہیں۔

آداب سفر :

اول: آدمی جس وقت عزمِ سفر کرے تو واجب ہے کہ اوّل جو معاملات داد وستد وغیرہ کے لوگوں کے ساتھ ہوں تو ان کا فیصلہ کرے، اس طرح ہرگز نہ چلا جائے کہ اس کے جانے سے کسی کا حرج ہو یا کسی کے کام میں خلل پڑے، اگر کسی کی امانت اس کے پاس ہو تو پہنچا دے یا اس کا مناسب انتظام کر دے، اگر صاحبِ عیال ہے تو اہل وعیال کے اخراجات کا معقول بندوبست کر جائے اور نیز اپنے واسطے اتنا سرمایہ بہم پہنچا لے جو معمولی اور اتفاقی خرچ کے لیے کافی ووافی ہو؛ کیونکہ سفر میں ایسا بھی موقع آپڑتا ہے کہ ہم سفروں کے ساتھ سلوک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوم: مسافر کو چاہیے کہ ایک لائق رفیق پیدا کرے تاکہ اثناءِ سفر میں کوئی مصیبت وآفت پیش آئے تو اس رفیق سے اِعانت ملے، اگر کئی شخص ہم سفر ہوں تو چاہیے کہ ایک کو اپنا سالار و سردار بنالیں اور سب اس کی رائے وحکم کی متابعت کریں؛ تاکہ آپس میں تفرقہ اور مخالفت پیدا نہ ہو، سفر میں اکثر مختلف صورتیں پیش آجاتی ہیں، جن میں مسافر مترَدِّد ہوتا ہے کہ کس کو ترک اور کس کو اختیار کرے؟ پس بہتر یہ ہے کہ ہر ایک مسافر جو کچھ اپنے نزدیک مصلحت سمجھے ظاہر کر دے؛ الا فیصلہ ایک شخص کی رائے پر موقوف رکھیں کیونکہ جس کام کا ذمہ دار ایک شخص خاص نہیں ہوتا، وہ اکثر خراب وتباہ ہو جاتا ہے، سردارِ قافلہ ہمیشہ ایسا آدمی ہونا چاہیے جو اس جماعت میں سب سے زیادہ خلیق، سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہو۔

سوم: جب آدمی امادہ سفر ہو تو مقتضائے آدمیت یہ ہے کہ اپنے احباب واعزہ اور بزرگوں سے مل جل کر سلام و دعا کے بعد رخصت ہو، اگر ایسے لوگوں سے رخصت ہوتا ہو جن سے پھر ملنے کی توقع نہ ہو تو اپنی تقصیرات کی معافی چاہے، نہ ان کو اپنی جانب سے ناخوش چھوڑے، نہ خود ان کی طرف سے آزُردَگی دل میں لے کر چلے۔

چہارم: اگر جاندار سواری پر اتفاقِ سفر ہو تو مسافر کو چاہیے کہ جانور کی بھوک پیاس اور رنج وراحت کا ایسا ہی پاس ولحاظ رکھے جیسا کہ خود اپنا، اس کی طاقت اور سکت سے زیادہ کام نہ لے، جتنا بوجھ بار بہ خوشی اٹھا سکتا ہو اس سے زیادہ

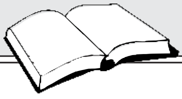


نہ لادے، جتنا تیز وہ چل سکتا ہو اس سے زیادہ تیز قدم چلانے کے لیے اس قدر ضرب وشلاق کرنا کہ جانور کو درد و اذیت پہنچے، نہایت ظلم اور بے رحمی کی بات ہے، جانور جو ہمارے کاروبار میں معاون ہیں، وہ حقیقت میں نعمت الٰہی ہیں، اگر ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں تو ہم خدا کی ناشکری اور اس کی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ بڑا گناہ ہے اگر مسافر کو کشتی یا ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو دوسرے مسافروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا واجب ہے، چڑھنے ،اترنے اور جگہ لینے میں ایسا طریقہ نہ برتے جس سے اوروں کو تکلیف پہنچے؛ بلکہ شریف آدمی ہم سفروں کی آسائش کا خیال اپنی آسائش سے زیادہ رکھتا ہے، غرض یہ ہے کہ اپنے حق سے دوسرے کو فائدہ اٹھانے دے تو مضائقہ نہیں؛ الا دوسرے کے حق میں بلا رضامندی مداخلت نہ کرے۔

پنجم: خادموں اور ملازموں کو بے دستوری آقا اور لڑکوں کو بے اجازت والدین یا مربیوں کے سفر کرنا جائز نہیں، اول ان سے اجازت حاصل کر لیں تب عزمِ سفر کریں؛ لیکن آقا والدین یا مربی اگر کسی مصلحت سے اجازت سفر نہ دیں تو ملول و بے دِل ہونا یا ان کی ممانعت کے مقابلے میں اپنے ارادہ پر اصرار کرنا ہرگز نہ چاہیے؛ کیونکہ یہ بات خلافِ ادب ہے؛ بلکہ جو کچھ وہ حکم دیں بہ خوشی خاطر اس کو تسلیم کرنا واجب ہے۔

(۲۲) جاڑا اور گرمی

ایک دن جاڑے نے گرمی سے کہا: میں بھی ہوں کیا خوب موسم واہ وا!
ہے بجا گر کیجیے میری صفت ہے روا گر کیجیے میری ثناء
میں جہاں میں ہوں زَبس ہر دلعزیز مانگتے ہیں میرے آنے کی دعا
میرے آنے سے نہ ہو کیوں کر خوشی کیا خنک پانی ہے! کیا ٹھنڈی ہوا!
چاندنی ہے بے کدورت بے غبار آسماں ہے صاف نیلا خوشنما
رات گرمی کی تو کچھ ہوتی نہ تھی دن کی محنت سب کو دیتی تھی تھکا
میری آمد نے کیا شب کو دراز میرے آنے نے دیا دن کو گھٹا
لو مسافر کا جھلس دیتی تھی منہ اور زمیں تلووں کو دیتی تھی جلا



آب ہوا بھی اور زمیں بھی سرد ہے
کھو دیا میں نے حرارت کا پتا

دھوپ کا ڈر ہے نہ لُو کا خوف ہے
ان دنوں کی دھوپ ہے گویا غذا

سورج اب کترا کے جاتا ہے نکل
فصل تابستاں میں تھا سر پر چڑھا

ہے حضر میں آج کل عیش و نشاط
ہے سفر بھی ان دنوں راحت فزا

میرے دم سے تندرستی بڑھ گئی
پائی مدت کے مریضوں نے شفا

ضعف معدہ کی شکایت مٹ گئی
بے دوا خود بڑھ گئی ہے اشتہا

گرم پوشاکوں نے پایا اب رواج
میں نے بخشا آن کر خلعت نیا

پستہ و بادام و انگور و مَوِیز
میوہ ہر اک قسم کا بکنے لگا

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی
کھیت میں بویا گیا گیہوں چنا

عید کی سی دھوم ہے دیہات میں
پک گئی اِیکھ اور کولھو چل پڑا

اُنس ہے محنت مشقت سے مجھے
کاہلی کو میں نہیں رکھتا روا

محنتی ہیں مجھ سے خوش، میں ان سے خوش
کاہلوں کا میں نہیں ہوں آشنا

سن کے یہ باتیں ہوئی گرمی بھی تیز
اور جل کر یوں جواب اس کو دیا:

آپ اپنے منہ میاں مٹھو نہ بن
خودستانی عیب ہے اور خود سِتا!

اس کو ہوتا ہی نہیں حاصل کمال
جو کہ اپنے آپ کو سمجھے بڑا

باہنر تو سر کشی کرتے نہیں
بلکہ سر کو اور دیتے ہیں جھکا

تیری خود بینی ہوئی تجھ کو حجاب
خوبیوں کو میری سمجھا بدنما

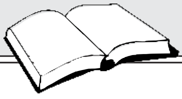
تجھ سے عالم میں خزاں کا ہے ظہور
مجھ سے ہے فصل بہاری کی بنا

تو نے شاخوں کے لیے پتے کھسوٹ
تو نے پیڑوں کو برہنہ کر دیا

میرے آنے سے پھلے پھولے شجر
سبز پوشاک ان کو میں نے کی عطا

میں نے شاخوں میں لگائے برگ بار
ور نہ تھا کیا ان میں لکڑی کے سوا ؟

کھیت جاڑے بھر تو کچھے ہی رہے
ہاں! مگر میں نے دیا ان کو پکا



تو نے رکھے تھے بخیلوں کی طرح
برف کے تو دے پہاڑوں میں چھپا

میں نے پگھلا کر کیا تقسیم انہیں
تا کہ پہنچے سب کو فیض و فائدا

خشک چشمے بھر گئے دریا چڑھے
دیکھ لے میرا کرم، میری سخا

تجھ سے تھی مخلوق میں افسردگی
کون خوش تھا؟ جز گروہِ اَغنیا؟

میری آمد نے مساوی کر دیے
راحت و آرام میں شاہ و گدا

کر دیا میں نے رگوں میں خوں رواں
ٹھنڈ سے شل ہو گئے تھے دست و پا

پھینک دی اب دلق کہنہ خلق نے
غلغلہ جو میری آمد کا سنا

رات کو رہتی تھی خلقت گھر میں بند
کر دیا اس بند سے میں نے رہا

ماری پھرتی تھیں بطیں پردیس میں
میں ہوئی ان کو وطن کی رہنما

میں نے حکمت سے چلائیں آندھیاں
تا بدل جائے مکانوں کی ہوا

میں سمندر سے اٹھاتی ہوں بخار
جس سے چھا جاتی ہے ملکوں پر گھٹا

چہرہ گردوں کا یہ گرد و غبار
ابر کے آنے کا دیتا ہے پتا

رات پر دن کو نہ کیوں ترجیح دوں
رات ہے تاریک دن ہے پر ضیا

ہے ہمیشہ ابتدا میری بہار ہے
ہے سدا برسات میری انتہا

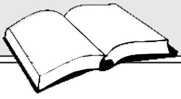
تھیں غرض دونوں کی تقریریں دراز
اور طولانی بیانِ ماجرا

سن کے دونوں کا قضیہ اور نزاع
ایک دانا نے کیا یوں فیصلہ

کچھ نہیں ہے اس میں جاڑے کا قصور
کچھ نہیں ہے اس میں گرمی کی خطا

جب حقیقت پر نہیں ہوتی نظر
یوں ہی رہتا ہے بہم شکوہ گلا

ہے حرارت کی کمی بیشی فقط
ورنہ جاڑا کون! اور گرمی ہے کیا!



(۲۳) اَرسطُو

ارسطو ملک یونان کے نامی گرامی حکماء میں سے تھا، اس کو دنیا سے اٹھے ہوئے ۲۳ سو برس ہو گئے، مگر اس کا نام ہنوز زندہ ہے، اس کے بچپن کے حالات سے نہ خود اُس کو نہ اور لوگوں کو یہ توقع تھی کہ وہ دنیا کی تاریخ میں ایسا بڑا شخص ہو گا؛ کیونکہ اوائلِ عمر میں والدین کے ظلِ عاطفت سے محروم ہو چکا تھا، کوئی ایسا مربی موجود نہ تھا جو اس کی تربیت کا کفیل ہوتا؛ اس لیے بچپن کا زمانہ لہولعب میں گزرا؛ لیکن آٹھ برس کی عمر سے علمائے صرف ونحو کی شاگردی اختیار کی اور سترہ برس کی عمر تک شعرا وفصحا کی خدمت میں رہا اس کے بعد علومِ حکمت کا شوق پیدا ہوا۔

اُن ایام میں افلاطون کا شہرہ تھا؛ مگر اس غریب کو اتنی دستگاہ کہاں تھی؟ کہ ایسے عالی رتبہ حکیم کے شاگردوں میں داخل ہو سکے! حسن اتفاق سے افلاطون کو ایک شہزادہ کی تعلیم کا کام سپرد ہوا، ارسطو نے اس شہزادہ کی خدمت گاری صرف اس غرض سے اختیار کی کہ افلاطون کی تعلیم سے فیض پانے کا موقع ملے، اگرچہ شہزادے کے اوقات درس میں خدام کے حاضر رہنے کی اجازت نہ تھی؛ کیونکہ اس عہد میں عام لوگوں سے علمی مسائل کے مخفی رہنے کا دستور تھا؛ مگر یہ علم کا شیدا کسی گوشہ میں لگا رہتا اور افلاطون کا درس حرف بحرف سنتا اور یاد رکھتا؛ لیکن اس کا مخدوم ایسا کندہ ناتراش تھا کہ استاد کی تمام سعی اس پر رائیگاں جاتی تھی۔

بالآخر شہزادے کے امتحان کا وقت آیا اور لباس فاخرہ پہنا کر مجمع علماء میں لایا گیا، دستور کے موافق استاد نے اجازت دی کہ بلند منبر کے اوپر چڑھ کر علمی مسائل بیان کرے لیکن نالیاقتی کے خوف اور مجمع فضلا کے رعب نے اس کا بدن تھرا دیا، یہاں تک کہ زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا، اس وقت افلاطون نے اپنی خفت مٹانے کے لیے جلسہ کے روبرو شہزادہ کی پریشانئ خاطر کا عذر کر کے اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم میں کوئی ایسا ہے؟ جو شہزادے کی طرف سے تقریر کرے لیکن سب خاموش! جب ارسطو نے مجلس کا یہ رنگ دیکھا تو وہ اپنے آقا کی جانب سے تقریر کرنے کو آمادہ ہوا اور افلاطون سے اجازت چاہی مگر اس کی درخواست پر کچھ التفات نہ ہوا جب تک کہ اس نے مکرر عرض نہ کیا؛ عرض کئی بار التماس کرنے کے بعد اس کو اجازت ملی، تو وہ نہایت دلیری سے منبر پر چڑھا اور ایسی عمدہ تقریر کی کہ سامعین دنگ رہ گئے اور سب نے تحسین وآفرین کی صدا بلند کی۔ یہ کیفیت دیکھ کر افلاطون نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ ''میری تعلیم میں کچھ قصور نہ تھا، الا قابلیت کے فرق نے خادم کو مخدوم بنا دیا''۔



القصہ ! ارسطو کی ذہانت ،ذکاوت دیکھ کر افلاطون نے اس کے حال پر نہایت توجہ کی اور اس کو علم اخلاق اور علم طبیعی اور علم الٰہی کی تعلیم دی یہاں تک کہ افلاطون کے تمام شاگردوں میں مغزو ممتاز ہو گیا، چنانچہ افلاطون کی رحلت کے بعد کوئی حکیم ارسطو کا ہمسر و ہم رتبہ نہ تھا۔

جب مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کو اپنے بیٹے سکندر کی تعلیم و تربیت کے لیے اتالیق کی ضرورت ہوئی تو اس نے ارسطو کو اس بڑے کام کے انجام دینے کے لیے منتخب کیا اور سکندر نے اس سے تعلیم پائی، جب سکندر نے تخت نشیں ہو کر ایشیا پر لشکر کشی کی ہے، تو ارسطو نے اس کے ساتھ جانے سے عذر کیا اور اپنے ایک عزیز کو اس کا مشیر بنا کر بھیج دیا، خود درس و تدریس میں مشغول رہا اور ۶۲ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

ارسطو اگر چہ نیکی اور اخلاق میں اپنے استاد افلاطون کا ہم پلہ نہ تھا۔ مگر علم و فضل میں استاد پر فوق لے گیا تھا؛ اسی واسطے حکماء نے اس کو معلم اوّل کا لقب دیا ہے۔

(۲۴) شیر

اے شیر! تیرے تن پر ہے طاقت کا پوستیں
شاہی کے حق میں کوئی بھی ساجھی ترا نہیں

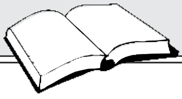
پیدا ہے تیرے رخ سے تری شوکت و جلال
ظاہر ہے تیری شکل سے باطن کا تیرے حال!

دل تیرا بزدلی و غلامی سے ہے بری
پھٹکے نہ تیرے پاس کبھی خوف اے جری!

تیرا حریف کون ہے؟ جو تو ہٹے بچے!
جھپکے نہ تیری آنکھ نہ گردن تری لچے

حق نے عطا کیا ہے تجھے زورِ بے خلل
فولاد کی رگیں ہیں تو دل ہے ترا اٹل

گر سورما سجے کوئی میدان کا دھنی
جوشن، کہ چار آئنہ یا خود آہنی



حملے سے تیرے بچنے کو کافی نہیں مگر
اللہ رے تیرا حوصلہ! بل تیرا بے جگر

غرا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش
جنگل تمام ہوتا ہے سنسان اور خموش

پہچانتے ہیں جانور آواز شیر کی
اس ہول کی صدا سے دہلتا ہے سب کا جی

جاتی ہے ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل
ہیں بھاگتے کہ گویا تعاقب میں ہے اجل

اے شیر! گرم خطہ ہے تیرے لیے وطن
بیہڑ ہو، نیستاں ہو، جھاڑی ہو یا ہو بن

اے شیر! تو ہے شاہ، ترا تخت ہے کچھار
ہے کس کو تیرے ملک میں دعوائے گیرودار

(۲۵) تیمور

تیمور اگرچہ ترک تاتاری تھا؛ مگر اس نے اپنا سلسلہ چنگیز خاں مغل سے ملایا تھا، اس میں یہ مصلحت تھی کہ اس کے ممالک مفتوحہ کا وارث بن جائے، چنگیز خاں سے سو برس بعد اس نے خروج کیا؛ اول بلاد ترکستان کو قبضہ میں لایا، پھر خراسان و فارس و عراق پر فتحیاب ہوا، پھر مغربی جانب کردستان و آرمینیہ کے صوبوں کو تسخیر کیا؛ اسی اثنا میں خبر لگی کہ ایران میں سرکشی و بغاوت پھیل گئی ہے، یہ سن کر مراجعت کی اور شہر اصفہان پر جو ایران کا، دارالحکومت تھا، حملہ آور ہوا، وہاں اس قدر کشت و خون کیا کہ ستر ہزار سر مقتولین کے شمار کیے گئے۔

بعد اس کے شمالی جانب متوجہ ہوا اور ملک روس پر یورِش شروع کی، پورے نو برس تک ان ملکوں کی فتوحات میں سرگرم رہا، آخر کار ایک محاربہ عظیم میں دشمن کے تمام لشکر کو پامال کر کے کامل فتح حاصل کی، وہاں سے فارغ ہو کر اپنے وطن میں آیا اور شہر سمرقند کو اپنا پائے تخت بنایا اور ملک ایران کا کامل انتظام کر کے پھر مغرب کی طرف کو باگ اٹھائی اور بغداد کو فتح کیا وہاں سے شمالی جانب کو رخ کیا اور گرجستان و کوہِ قاف کے سرداروں کو اپنا مطیع اور فرماں پذیر بنایا؛ بلکہ



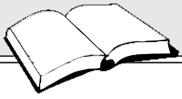
اس کوہستانی سلسلہ کو طے کر کے تمام جنوبی روس کو مغلوب کیا اور پھر سمر قند میں واپس آیا؛ مگر اس کی جنگ جو طبیعت کو شاہی محلوں میں کب چین آتا تھا، اس کو تو نئے ملکوں کی فتوحات اور لشکر کشی کا شوق تھا۔ قیام کے زمانے میں اپنے سرداروں اور سپہ سالاروں سے یہ ہی مشورہ کرتا رہا کہ اول ملک چین کو زیر کروں کہ ہندوستان کو؟

بالآخر ہندوستان کا عزم قرار پایا، ہندُ وکش پہاڑ کو طے کر کے کابل میں آ پہنچا اور بہت جلد پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرتا اور بعض شہروں کو جلاتا پھونکتا دِلّی میں داخل ہوا یہاں اس کی فوج نے اس قدر خون ریزی اور لوٹ مار کی جس کو اس شہر کے باشندے مدت ہائے دراز تک نہ بھولے، چونکہ ملک ایران کی طرف سے فتنہ وفساد کے برپا ہونے کی خبر لگی تھی؛ اس لیے وہ بہت عجلت کے ساتھ یہاں سے کوچ کر گیا اور ہندستان کا باقی ملک پامالی سے بچ گیا۔

اب امیر تیمور ایران کے فتنہ کو دبا کر آگے بڑھا اور ترکانِ عثمانی کے ملکوں پر جو اپنی فتوحات کو یورپ کی طرف ترقی دینے میں مصروف تھے یکا یک ٹوٹ پڑا اور ملک شام کے بڑے بڑے شہروں کو فتح کرتا ایشائے کوچک کی جانب متوجہ ہوا، یہ خبر سن کر سلطان بایزید یلدرم جو اسوقت قسطنطنیہ پر رومیوں سے لڑ رہا تھا، تیمور کے مقابلہ کو لوٹا، شہر انگورا میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی اور ایسا خونخوار معرکہ پڑا جس میں طرفین سے ساڑھے تین لاکھ سپاہی کام آئے، آخر تیمور مظفر ومنصور ہوا اور بایزید گرفتار ہو گیا، کہتے ہیں کہ وہ تیمور کی قید ہی میں مر گیا یا مارڈالا گیا۔

اس فتح کے بعد ایران کے سرکشوں کو تباہ کرتا ہوا پھر سمر قند آیا اور وہاں چندے قیام کر کے چین کے فتح کرنے کو روانہ ہوا؛ لیکن یہ مہم پوری نہ ہونے پائی تھی کہ اس کو موت کا پیغام آ گیا اور سب ساز وسامان چھوڑ کر اس جہاں سے کوچ کر گیا۔

اس میں شک نہیں کہ تیمور بڑا دلیر اور اولوالعزم سپاہی تھا، اس کی طبیعت میں جس قدر چالاکی اور ہوشیاری تھی، اسی قدر دغابازی اور مکاری بھی تھی وہ رعایا پروری اور انتظام ملکی کے قاعدوں کو خوب سمجھے ہوئے تھا؛ مگر کبھی ان کو عمل میں نہ لایا، آخر عمر تک فوج کشی اور معرکہ آرائی میں مشغول رہا، کسی ملک پر باقاعدہ سلطنت نہ کی بلکہ ہمیشہ مخلوقِ خدا کو ستاتا اور خون کے دریا بہاتا رہا، اگرچہ وہ مسلمان تھا مگر اس کا آئینِ جنگ بالکل چنگیز خاں مغل کی طرح وحشیانہ تھا۔



(۲۶)اپنی ترقی کرو

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آرہی ہیں کہ راجا سے پر جاتلک سب سکھی ہیں
تسلط ہے ملکوں میں امن و اماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں تو ہموار ہیں کسب و دولت کی راہیں
نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ رستوں میں قزاق و رہزن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہراک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہراک بر اعظم کی خبریں کھلی ہیں زمانے پر عالم کی خبریں
نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا



کرو قدر اس امن و آزادگی کی — کہ ہے صاف ہر سمت راہِ ترقی

ہر اک راہ رَو کا زمانہ ہے ساتھی — یہ ہر سو سے آواز پیہم ہے آتی

کہ دشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے

نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

(۲۷) شہرِ پیکن

زمانۂ قدیم میں شہر ''نانکن'' ملک چین کا دارالحکومت تھا؛ مگر ۱۳۰۰ء میں قوم مُغل نے شمالی جانب سے یورش کی اور اس سلطنت پر قابض و متصرف ہوگئی، انھوں نے اس قدیم تخت گاہ کو چھوڑ کر شہر ''پیکن'' کو دارالحکومت مقرر کیا، جو اُن کے اصلی وطن سے بہ نسبت نانکن کے قریب تر تھا۔

شہرِ پیکن دیوارِ چین سے اَسّی میل کے فاصلے پر جنوبی طرف ایک ہموار میدان میں آباد ہے، شہر کے گرداگرد پختہ فصیل بنی ہوئی ہے، اس کا محیط تخمیناً ۱۷ میل اور بلندی کرسی سے کنگرہ تک ۳۰ فٹ، عرضِ بنیاد ۲۰ فٹ ہے؛ مگر دیوار کا بالائی سِرا ۱۲ فٹ عریض ہے، سات سات گز کے فاصلے پر بُرج بنائے گئے ہیں، اندر کی جانب سے یہ دیوار زمین تک ڈھولو ہے، بعض جگہ ایسی سَلامی ہے کہ سوار بے تکلف اوپر چڑھ سکتا ہے، تمام شہر پناہ آسمانی رنگ کی اینٹوں سے تعمیر کی ہوئی ہے، جو دیکھنے والے کو دور سے بہت خوش نما معلوم ہوتی ہے؛ مگر یہ خاصیت یہاں کی مٹی میں ہے کہ اینٹیں پکنے کے بعد خود بہ خود آسمانی رنگ کی ہو جاتی ہیں۔

ہر دروازے کے مُحاذی ایک دیوار بہ طور گھونگھٹ کے بنی ہے اور راہِ آمد و شد بازو کی طرف سے ہے، دروازوں کے اوپر نہایت مرتفع بُرج بنائے گئے ہیں جن میں سپاہ محافظت کے واسطے رہتی ہے۔ وسطِ شہر میں شاہی محل ہے اور اس کے قرب و جوار میں ارا کینِ سلطنت کے مکان ہیں، یہ مقام باغیچوں اور نہروں سے خوب آراستہ اور سبز و شادات ہے، اردگرد زرد رنگ کی فصیل کھنچی ہوئی ہے اور یہ رنگ بادشاہ کے لیے مخصوص ہے۔

اس فصیل کے باہر قومِ مغل کی آبادی ہے اور بہت سے شاہی کارخانے اور سرکاری محکمے ہیں، خصوصاً ایک مندر نہایت عالی شان ہے جس کے اندر بُدھ کی مورت ساٹھ فٹ کے قد کی رکھی ہے، اگرچہ پیتل کی بنی ہوئی ہے؛ مگر اس پر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے، اس آبادی کے گرد پھر ایک فصیل ہے، جس کا دَور ساڑھے سات میل کا ہے، اس کے باہر



قوم منچور کے آٹھ محلے آباد ہیں اور یہ لوگ زُمرۂ ملازمانِ شاہی سے ہیں، اس کے بعد تیسری شہر پناہ ہے، اس کی جنوبی سمت میں خاص چینیوں کی آبادی ہے اور کئی وسیع و رفیع مندر آسمان و زمین کے نام سے بنے ہوئے ہیں، ان میں بُت کی مورت نہیں ہے بلکہ ارض وسما کی پرستش کی جاتی ہے۔

اس حصۂ شہر میں سڑکیں نہایت صاف و ہموار اور وسیع ہیں، جن کا عرض ڈیڑھ سو دو سو فٹ ہے۔ اطراف میں نہایت عمدہ اور آراستہ دکانیں اجناسِ تجارت سے معمور ہیں، امیروں اور دولت مندوں کے مکان تنگ کوچوں کے اندر ہیں، کوچہ کے سرے پر پھاٹک ہوتا ہے جو رات کے وقت بند کر دیا جاتا ہے، اس شہر پناہ کے باہر ایک اور آبادی ہے اور وہ بارہ محلوں میں منقسم ہے، غرض کُل تعداد اس شہر کے باشندوں کی اٹھارہ لاکھ ہے۔

(۲۸) مرغ اَسِیر

اک مرغ ہوا اسیر صیاد
دانا تھا وہ طائر چمن زاد

بولا جب اس نے باندھے بازو:
کھلتا نہیں کس طمع پر ہے تو

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں
گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں

پالا تو مفارقت ہے انجام
دانا ہے تو مجھ سے لے مرے دام

بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ
سمجھاؤں جو پند اُسے گرہ باندھ

سن کوئی ہزار کچھ سنائے
کیجیے وہی جو سمجھ میں آئے

قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت
عاجز ہو تو ہاریئے نہ ہمت

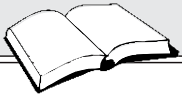
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجیے
جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے

طائر کے یہ سن کلام صیاد
بن داموں ہو اغلام صیاد

بازو کے جو بند کھول ڈالے
طائر نے تڑپ کے پر نکالے

اک شاخ پر جا، چہک کے بولا
کیوں! پر مرا کیا سمجھ کے کھولا

ہمت نے مری مجھے اڑایا
غفلت نے تری مجھے چھڑایا



دولت نہ نصیب میں تھی تیرے	تھا لعل نہاں شکم میں میرے
دے کر صیاد نے دلاسا	چاہا پھر کچھ لگائے لاسا
بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل	طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل

ارباب عرض کی بات سُن کر
کر لیجیے یک بہ یک باوّر

(۲۹) جرأت

سر جان لارنس نے جو ہندوستان کے ایک نامی گرامی گورنر جنرل تھے، اپنے ایام طفولیت کی ایک سرگذشت اس طرح بیان کی ہے کہ جب میں چار پانچ برس کا تھا اور اپنے والدین کے ساتھ رہتا تھا، تو ایک روز میری دایہ اس دن کا سامان خوراک خریدنے کے لیے بازار کو بھیجی گئی، اس کو پانچ پونڈ کا نوٹ حوالہ کیا گیا؛ تا کہ اس کو بھُنا کر جو سودا سلف درکار ہے خریدے اور باقی نقد واپس لائے، میں یہ خبر سن کر کہ میری دایہ بازار جاتی ہے، دوڑا ہوا ماں کے پاس گیا اور ان سے دایہ کے ہمراہ بازار جانے کی اجازت حاصل کی، مجھ کو اس کے ساتھ جانے کا شوق اس لیے رہتا تھا کہ وہ ہمیشہ عجیب وغریب افسانے جادوگروں کے سنایا کرتی تھی، غرض میں اس کے ساتھ ساتھ چلا اور وہ رستہ بھر مجھ کو محظوظ کرتی گئی۔

جب ہم بازار پہنچے تو اس نے بہت سی چیزیں خریدیں، ایک جگہ سے دو چڑیاں لیں، ایک جگہ سے ترکاری، ایک مقام سے روٹی اور دوسرے مقامات سے اور اشیائے ضروری مول لیں، اب سنیے! اگر چہ دایہ ہر روز یہاں آیا کرتی تھی اور سب دکاندار اس کے شناسا تھے، لیکن اتنا روپیہ لے کر وہ پیشتر کبھی نہیں آئی تھی، اس سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا اور نوٹ کا روپیہ نہ دیا؛ انھوں نے خیال کیا کہ ''ضرور دال میں کچھ کالا ہے'' اس بات کا ایک ہنگامہ مچ گیا اور دکانداروں نے اس کو متہم کرنا شروع کیا؛ اگر چہ وہ یہی کہتی رہی کہ میں محض بے قصور ہوں؛ انجام کاران لوگوں کی یہ رائے قرار پائی کہ اس کو مجسٹریٹ کے روبرو لے چلو، تا کہ وہاں اس کا اظہار لیا جائے۔

جب دایہ کو اجلاس میں لے گئے تو مجسٹریٹ نے سوال کیا تم کون ہو؟ تمہارے آقا کا نام اور پیشہ کیا ہے؟ وہ بالکل حواس باختہ اور خائف ہوگئی؛ صرف اتنا کہا کہ وہ میں کرنل لارنس کی نوکر ہوں اور یہ چھوٹا صاحبزادہ میرے ساتھ



ہے کہ اس کے سوا کچھ نہ کہا گیا اور اس کی زبان نے یاری نہ دی، جب میں نے اپنا نام سنا تو دل میں خیال کرنے لگا کہ مجھ سے کیوں نہیں کچھ پوچھا جاتا؟ حالانکہ اول مجھ سے ہی سوال کرنا لازم تھا، پھر سوچا کہ اب تک جو میں دایہ کے پیچھے کھڑا رہا اس بات کا موقع نہ تھا اب مجھ کو آگے بڑھ کر مجسٹریٹ سے گفتگو کرنا چاہیے، چنانچہ میں آگے بڑھا اور جس قدر میرے گلے میں سکت تھی، میں نے زور سے چلا کر کہا: صاحب! یہ کیا بات ہے؟ یہ تو ہماری پرانی دایہ ہے، یہ نہایت نیک بخت عورت ہے اور جو کچھ وہ کہتی ہے، سب سچ کہتی ہے، میں اس کے ساتھ بازار میں کھانے کی چیزیں خریدنے آیا تھا اور یہ نوٹ اس کو ابا جان نے دیا ہے، میں سمجھتا ہوں اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو بہت واجبی بات کرو گے؛ کیونکہ میرے ابا خوب واقف ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سب سچ کہتا ہوں۔

اب مجسٹریٹ کو معاملہ صاف صاف معلوم ہو گیا اس نے زیادہ تعرض نہ کیا اور ہم کو گھر جانے کی اجازت دی چلتے وقت مجسٹریٹ مجھ سے مخاطب ہو کر بولا: ’’شاباش! میاں صاحبزادے شاباش! تم نے اپنی دایہ کی خوب ہی وکالت کی‘‘، مجھ کو اس بات پر بہت ہی فخر و ناز ہوا اور دایہ کے ساتھ یہ سوچتا ہوا گھر کو واپس چلا کہ میں بھی بڑا جلیل القدر شخص ہوں، دایہ میری خبر گیری کر چکی، اب میں اس کی خبر گیری کروں گا۔

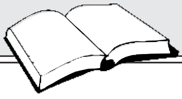
(۳۰) عبرت

کل ہَوَس اِس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس ہے اور سرزمین طُوس ہے

گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجیے زندگی
اس طرف آوازِ طبل اِدھر صدائے کوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اِک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز میں محبوس ہے

لے گئی اک بارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے



مرقدیں دو تین بتلا کے لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

پوچھ لو ان سے کہ جاہ و حشمتِ دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

(۳۱) حِرص

شہد میں جیسے مگس! ہم حرص میں پابند ہیں!
وائے غفلت! اس سیہ زنداں میں یوں خُرسند ہیں

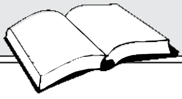
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز
یہ برادر، یہ پدر، یہ خویش، یہ فرزند ہیں

تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوجھتا اتنا نہیں سب خاک کے پیوند ہیں

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھیں گے روز
مُند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز و سب آنند ہیں

(۳۲) اَمرِ اِتفاقی

جب انسان عالم ہستی میں آیا اور آنکھ کھول کر صحیفہ کائنات کا مطالعہ شروع کیا تو اس کی الف بے یہ تھی کہ آفتاب کو دیکھا، صبح دَم مشرق سے طلوع کرتا اور شام کے وقت مغرب میں پہنچ کر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے، قمر ہلال کی صورت میں نمودار ہوتا اور بڑھتے بڑھتے بدرِ کامل ہو جاتا ہے پھر کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ بدر سے ہلال بن جاتا ہے، قطب ستارہ ہمیشہ ایک ہی مقام پر نظر آتا ہے، کبھی غروب نہیں ہوتا، سال بھر میں موسموں کا تغیر و تبدل معین طور پر ہوتا ہے، پانی ہمیشہ نشیب کی جانب رواں رہتا ہے، آگ بعض اشیا کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، درخت سے تخم اور تخم



سے درخت پیدا ہوتا ہے، چیزوں کو جب کوئی سہارا نہیں ملتا تو وہ زمین پر گر پڑتی ہیں۔

الغرض! ان واقعات کے ظہور میں ایک ترتیب وانتظام معین پایا گیا اور بتدریج انسان کے دل میں یہ خیال پختہ ہوگیا کہ خاص اسباب سے خاص نتیجے پیدا ہوتے ہیں اوران کی ترتیب میں کبھی فرق نہیں ہوتا، جن چیزوں میں قانونِ قدرت اس کو دریافت ہوا اور سبب ونتیجے کا انکشاف ہوگیا، اس کو ایک امر معمولی اور باقاعدہ سمجھا؛ مگر جن واقعات کے اسباب کا اس کو پتا نہ لگا، ان کی نسبت تصور کیا کہ یہ امور اتفاقی ہیں۔

قدرت کے کارخانے میں انسان جس قدر زیادہ غور وخوض کرتا گیا، اسی قدر اس کو قدرت کے انتظام اور قانون کا علم زیادہ ہوتا گیا اور پوشیدہ اسرار کھلتے گئے، آخر کار یہ ثابت ہوا کہ جن امور کو وہ اتفاقی خیال کرتا تھا، ان کا پیچیدہ انتظام اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، یہاں تک کہ عقلا اور حکماء کا یہ عقیدہ ہوگیا، کہ یہ عالم، عالمِ اسباب ہے اور کوئی واقعہ کوئی حادثہ ایسا ظہور میں نہیں آتا جس کا کچھ سبب نہ ہو؛ پس یہ کہنا کہ: فلاں امر کے باعث اس کے یہ معنی ہیں کہ کہنے والے کو اس امر کے باعث یا سبب سے لاعلمی ہے۔

ایک روز زور شور کی بارش ہورہی تھی، تیز وتند ہوا چل رہی تھی، درختوں کی شاخیں زور زور سے ہل رہی تھیں، اسی اَثناء میں ایک شخص نے بارش سے بچنے کے لیے ایک درخت کے زیر سایہ پناہ لی، ایک جھونکا زور کا آیا، درخت کا گدّا تڑاق سے ٹوٹ کر گرا اور اس غریب کے شانے میں سخت ضرب آئی، اب جو شخص اس سے استفسار حال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ: اتفاقاً یا ناگہانی حادثہ پیش آیا؛ لیکن حقیقت میں کوئی بات بے وجہ اور بے وقت واقع نہیں ہوئی، بارش کا آنا اور بادِ صرصر کا چلنا ایک سلسلہ اسباب کا نتیجہ تھا، پھر شاخ کا ٹوٹنا اس باعث سے ہوا کہ اس کی طاقت ہوا کی حرکت کے صدمہ کا مقابلہ نہ کرسکی، پھر اس کا زمین پر گرنا قانون قدرت کے عین مطابق تھا، اسی طرح اس کا بارش سے بچنا اس خیال پر مبنی تھا کہ وہ بھیگنے کو ناگوار یا مضر جانتا تھا، پھر اس درخت کے نیچے قیام کرنے کا موجب یہ تھا کہ بہ جز اس کے کوئی جائے پناہ معلوم نہ ہوئی؛ بہر کیف! ان اسباب کے چند سلسلے ہیں، جن کا اخیر نتیجہ چوٹ کا لگنا تھا، پس اس کا یہ قول صحیح نہیں کہ یہ حادثہ اتفاقاً یا ناگہانی ظہور میں آیا، ہاں! یہ ممکن ہے کہ وہ اس پیچ در پیچ سلسلہ اسباب سے واقف نہ ہو۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس عالم میں ہر امر انتظام معینہ کے موافق ظہور میں آتا ہے اور جو صحیح طور اس کے ظہور میں آنے کا ہے، وہی قانون قدرت ہے، تو نہایت ضروری ہے کہ انسان حتی المقدور قوانین قدرت سے واقفیت حاصل کرے؛ تاکہ ان کی پیروی سے اپنے کاروبار کو بہ خوبی انجام دے سکے۔ اگر کوئی شخص کسی نئے ملک میں جا کر



سکونت اختیار کرے اور وہاں کے آئین انتظام وسیاست سے واقف نہ ہو، تو بالضرور وہ عرصہ قلیل کے اندر کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائے گا، اگر وہ مجرم قرار پا کر سزائے قید یا موت کا مستوجِب ٹھہرے تو کچھ بعد بعید نہیں، پس جو عقوبت و صعوبت اس کو بھگتنی پڑے گی، وہ اس کی جہالت کا ثمرہ ہے، اسی طرح جو شخص دنیا میں آکر قانون قدرت سے ناواقف رہتا اور اس کے خلاف کرتا ہے، تو فوراً اپنے کردار کی سزا پاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی قانونِ قدرت کا پاس ولحاظ نہ رکھے، تو ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے، انسان کی بقائے حیات اسی پر موقوف ومنحصر ہے کہ وہ قوانینِ قدرت کے مطابق عمل کرے۔

(۳۳) تحقیق

عالم بیداری میں ہمارے حواس خمسہ برابر کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں، اگر تاریکی نہ ہو تو ہم آنکھ سے چیزوں کے رنگ اور شکلیں دیکھتے ہیں، کانوں سے آوازیں سنتے ہیں، ناک سے خوشبو، بدبو، زبان سے مزہ اور اکثر ہاتھ سے چھو کر چیزوں کی سردی گرمی اور سختی نرمی معلوم کرتے ہیں، اس طرح جو کیفیتیں معلوم محسوس ہوتی ہیں، وہ بطور ذخیرہ ہمارے حافظہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔

بار بار کی دیکھ بھال سے ہم کو چیزوں کے اوصاف وخواص کا علم حاصل ہوتا ہے، اور اس علم سے چیزوں کی تمیز و شناخت کرتے ہیں؛ صرف بو سونگھ کر ہم بتا سکتے ہیں کہ یہ کافور ہے، یہ ہینگ؛ مزہ چکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ: یہ بیر ہے، یہ جامن؛ رنگت دیکھ کر تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ کوئلہ ہے، یہ شنجرف؛ صرف چھو کر شناخت کر سکتے ہیں کہ: یہ کپڑا ہے، یہ کاغذ؛ علیٰ ہذا ہم صرف آواز سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ ریل گاڑی چل رہی ہے، یا سڑک پر بگھی جا رہی ہے یا درخت پر کوّا بول رہا ہے۔

یہ طریقہ نتیجہ کو معلوم کر کے سبب کے دریافت کرنے کا ہے؛ مگر اس تحقیق پر جو صرف حس کے ذریعے سے کی گئی ہو پورا پورا یقین نہ کر لینا چاہیے کیونکہ یہ اَمر ممکن الوقوع ہے کہ ہم ایک شے کو سفید دیکھ کر دودھ سمجھ لیں اور وہ حقیقت میں چونے کا پانی ہو؛ پس یقین کامل کے لیے ہم کو دوسری حس کی شہادت حاصل کرنی چاہیے، چنانچہ جب ہم اس کو چکھیں گے تو مغالطہ نہ رہے گا، اس کے مزے سے صاف عیاں ہو جائے گا کہ دودھ ہے یا چونا۔



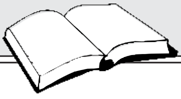
اسی طرح بعض اشیا کے اوصاف ایسے متشابہ ہوتے ہیں کہ ان کی تمیز وشناخت کئی کئی طور سے کرنی پڑتی ہے، اس وقت صحیح بات معلوم ہوتی ہے، غرض! جس قدر تحقیق کے وسائل زیادہ اور دریافت سبب کے دلائل کامل ہوں گے، اسی قدر ہمارا علم یقینی ہوگا۔

یہ ہی حال دنیا کے ہر ایک معاملہ کا ہے، جب تک اس کی تحقیق تفتیش کامل طور سے نہیں ہوتی، انسان کی واقفیت ناکامل اور اس کا علم ناقص رہتا ہے۔ کچھ یہ ضرور نہیں کہ امرِ حق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہوں جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو؛ بلکہ حصول علم اور حصول یقین جن طریقوں سے ہوتا ہے، ان میں خواندہ اور ناخواندہ دونوں مساوی ہیں، دونوں کے طور واقفیت میں سر مو تفاوت نہیں۔ صحیح صحیح علم وآگاہی جس کسی کو حاصل ہو وہی عالم اور محقق ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ، جس سے انسان کے علم کو ترقی حاصل ہوتی ہے، اسکے عمل میں لانے کا کوئی عجیب غریب طریقہ نہیں ہے؛ بلکہ بچے، بوڑھے، جوان، عوام خواص سب اسی ایک طریقہ کو کام میں لاتے ہیں، چھوٹے بچے کو جب کھلونا یا کوئی شے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اس کے اوصاف وخواص کو بار بار کی آزمائش سے اسی طرح دریافت کرتا ہے جس طرح کوئی بڑا لائق منشی کرسکتا ہے۔

البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے آدمی بہت کم نہیں جو روزمرہ کے واقعات اور واردات کا مشاہدہ کریں اور اس کے اسباب نتائج کے سلسلہ کو صحت ودرستی کے ساتھ ترتیب دے سکیں اور حقیقتِ واقعی کو بیان کرسکیں، اِس کا سبب یہ ہے کہ ان کو بہ خوبی غور وتوجہ کرنے کی عادت نہیں ہے، یا تو اظہار واقعات کے سلسلہ میں سے وہ ایسی بات کو فرو گزاشت کردیتے ہیں جو درحقیقت واقع ہوئی تھی، یا کوئی امرِ غیر واقع جس کو انھوں نے اپنے توہّم سے واقعی سمجھ لیا ہے، اُس کا اِس سلسلہ میں اضافہ کردیتے ہیں، اسی وجہ سے دنیا کے معاملات میں صدہا قسم کے مغالطے پڑ جاتے ہیں اور نادان آدمی اَن دیکھی باتوں کو دیکھی اور اَن ہوئی باتوں کو ہوئی سمجھ کر اُن پر اپنے یقین کی بنیاد قائم کرلیتے ہیں۔

اِس بیان کی تصدیق کے لیے ہم ایک سرگذشت سنانا چاہتے ہیں، جس کے سننے سے تم کو معلوم ہوگا کہ کس طرح بکری اور باجا بھوت بن گئے تھے۔



(۳۴) بکری کا بھوت

چند سال گزرے کلکتہ میں ایک نقب زنی کا وقوعہ ہوا جب چور احاطے کے اندر نقب لگا رہے تھے تو ایک ان میں سے باہر کھڑا تھا، کہ خطرہ کے پیش آنے پر اندر والوں کو خبر دار کر دے، وہ بکری کی کھال پہنے ہوئے تھا اور اس حیوان کی نقل کرنے کے لیے چاروں ہاتھ پیر سے چلتا تھا۔

جس وقت چور مکان کے اندر نقب زنی میں مصروف تھے حلقہ کا کانسٹیبل ایک بڑے درخت کے سائے میں بیٹھا سو رہا تھا۔ یہاں تک کہ چور اپنی کارروائی کر چکے، اور مال غنیمت لے کر چلنے کو آمادہ ہوئے، اس وقت وہی تھا نگی جس نے بکری کا جامہ پہن رکھا تھا، ہوشیاری کے ساتھ کانسٹیبل کے قریب پہنچا؛ تاکہ معلوم کر لے کہ وہ واقعی سوتا ہے یا مکر گانٹھے ان کی گھات میں بیٹھا ہے۔

جب مصنوعی بکری نے دلجمعی کر لی کہ عامہ خلائق کا محافظ جان و مال خوابِ نوشیں کی آغوش میں محفوظ ہے، تو اس نے تین بار بکری کی بولی بولی ''میں !......میں !......'' یہ آواز اس کے رفقا کے واسطے اشارہ تھا کہ میدان صاف ہے نکلو؛ لیکن کانسٹبل بے خبر نہ سویا تھا؛ بلکہ غنودگی کی حالتمیں تھا، وہ اس آواز کو سن کر جو ایک سیاہ چیز میں سے آئی تھی، چونک پڑا، اور ڈرتا ڈرتا اس کے قریب پہنچا۔

یہ معلوم کر کے، کہ وہ صرف ایک بکری ہے اس کے اوسان درست ہو گئے، فوراً بکری کے سینگ پکڑ لیے، اور گالی دے کر کہا: ''تو نے مجھ کو جگا دیا اور ڈرا کر ہوش اڑا دیئے، اس تکلیف دہی کی سزا یہ ہے کہ تجھ کو کانجی ہاؤس لے چلتا ہوں''، چنانچہ اپنی دھمکی پوری کرنے کے لیے وہ اس کو کشاں کشاں مویشی خانے کی طرف لے چلا، غریب بکری نے کان تک نہ ہلایا، چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔

جب ایک نالی کے قریب پہنچا جو پانی سے لبریز تھی تو کانسٹیبل جوتے اتارنے کو جھکا، بکری نے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا اور پیچھے سے ایسی ٹکر ماری جس کے صدمہ سے کانسٹیبل اوندھے منہ پانی میں جا گرا، اب تو اس نے غضبناک ہو کر اپنا ڈنڈا سنبھالا اور چاہا کہ بکری سے اس گستاخی کا انتقام لے؛ مگر وہاں صرف ایک کھال پائی جس میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔

یہ عجیب ماجرا دیکھ کر وہ سہم گیا، اور ڈنڈا اور جوتے اسی میدان میں چھوڑ سیدھا تھانے کی طرف بھاگا، جس وقت



تھانے میں پہنچا ہے تو اس کی زبان بند تھی، بدن کانپ رہا تھا؛ مگر اس کی وحشت زدہ نگاہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی واقعہ خلاف معمول پیش آیا ہے۔

کئی گھنٹے کے بعد پریشان طور پر اس نے حال بیان کیا، کہ بھوت نے بہ شکل بکری مجھ پر حملہ کیا اور غائب ہو گیا، صبح کو نالی کے قریب اس کا ڈنڈا جوتا اور بکری کی کھال ملی، جس سے اس کے بیان کی تصدیق ہوئی، کانسٹبل کو مارے خوف کے ایسا شدید بخار چڑھا کہ وہ اسپتال بھیجا گیا، مگر وہ پھر پولیس کے کام پر واپس نہ آیا۔

(۳۵) باجے کا بھوت

ایک چور کسی مکان میں نقب لگا کر گھس گیا، اور اندھیرے میں ٹٹولنا شروع کیا کہ کوئی قیمتی شے ہاتھ لگے تو اڑا لے جائے، یکا یک ایک بکس پر ٹھوکر لگی، چور نے اٹھایا تو صندوقچہ تھا وزنی، خیال کیا کہ ضرور اس میں زیور ہوگا، اس خیالی غنیمت کو بغل میں دبا کر مکان سے باہر آیا اور ایک باغ کے اندر جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھ کر کیل سے قفل کھولنا شروع کیا؛ تا کہ اس کے اندر کا قیمتی مال نکالے، اس کام کے کرنے میں کوئی کمانی چھوگئی، اور باجے کی کلوں کو حرکت ہوئی، اس کا صندوقچہ زیور تیز سُر میں گت بجانے لگا، چور نے خوف زدہ ہوکر باجے کو پٹک دیا اور اپنی جان لے کر سراسیمہ بھاگا۔

باغبان جو اس قطعہ اراضی کا محافظ تھا۔ اپنی جھونپڑی کے پاس بھاگتے ہوئے چور کے پیروں کی دھمک سن کر جاگ اٹھا اور کھڑا ہوکر دیکھنے لگا، کہ کیا معاملہ ہے جب اس کو معلوم ہوا کہ جھاڑی میں خود بہ خود گت بج رہی ہے، تو اس کو چور سے کچھ کم دہشت نہیں ہوئی پھر تو مالی بھی خوف کھا کر وہاں سے بھاگا، اور اپنے سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی کہ کسی بھوت نے احاطہ پر قبضہ کر لیا ہے، اور ایک جھاڑی میں بڑا جشن کر رہا ہے۔

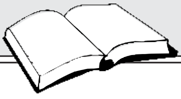
سپرنٹنڈنٹ متحیر تھا، کہ یہ کیا بکتا ہے! لیکن یہ خیال کر کے کہ کوئی بے جا بات ہے، پولیس اسٹیشن میں انسپکٹر سے مدد لینے کو گیا، پھر انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ دونوں مالی کو ہمراہ لے اس موقع پر پہنچے جہاں سے دلکش نغموں کے سنائی دینے کی خبر ملی تھی؛ مگر اب وہ آواز بند ہوگئی تھی؛ اس لیے جھاڑیوں میں تجسس کیا گیا، تو باجے کا صندوقچہ اور کیل دستیاب ہوئی، ان چیزوں سے پولیس انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ نے سمجھ لیا کہ اس بے وقت کے ترانے کا کیا سبب تھا، مگر



مالی کے دل میں یہی اعتقاد جما رہا، کہ بے شک بھوت تھا، ہر چند صاحب نے سمجھایا لیکن وہ اس باغ کی جھونپڑی میں پھر واپس نہ گیا۔

(۳۶) یاروں کا گلہ

اے صبا! اگر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گزار
کہیو ہم صحرا نوردوں کا تمامی حالِ زار
ربط کا دعویٰ تھا جن کو کہتے تھے مخلص ہیں ہم
جانتے ہیں ذاتِ سامی ہی کو ہم سب خاکسار
سُو نہ خط ان کا، نہ کوئی پرچہ پہنچا مجھ تلک!
واہ وا ہے رابطہ! رحمت ہے یہ اخلاص و پیار
لکھتے گر دو حرف لطف آمیز بعد از چند روز
تو بھی ہوتا اس دلِ بے تاب وطاقت کو قرار
خط و کتابت سے یہ کہتے تھے نہ بھولیں گے تجھے
آئیں گے گھر بار کی تیرے خبر کو بار بار
جب گیا میں یاد سے، تب کس کا گھر کا ہے کا پاس
آفریں صد آفریں! اے مردُمانِ روزگار!
بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میر
گاہ کے چاہے نہیں کہسار ہوتے بے وقار



(۳۷) دوستی کی ضرورت

انسان اپنی زندگانی کو بعافیت گزارنے اور کمال انسانیت حاصل کرنے کے لیے اس امر کا محتاج ہے کہ دوسرے بنی نوع سے اعانت حاصل کرے اور یہ بات رابطہ الفت و محبت کے بغیر ممکن نہیں؛ اس لیے دوستوں کا بہم پہنچانا امر ناگزیر ہے۔

۲۔جس قدر سچے دوست زیادہ میسر آئیں گے، اسی قدر آدمی کو حصول کمال میں آسانی ہوگی؛ لیکن سچے دوست دنیا میں ہمیشہ کمیاب ہیں، اکثر آدمی جو دوستی کا دم بھرتے ہیں، وہ اپنے اغراض کے طالب اور اپنی خواہشوں کے بھوکے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے میل جول صرف بقدر ضرورت چاہیے۔ جیسے: کھانے میں مسالا؛ لیکن دوست صادق کی جستجو ہمیشہ واجب ہے، ایک حکیم کا قول ہے ''اگر مجھے کو سب نعمتیں میسر ہوں اور سچے دوست کی صحبت سے محروم رہوں، تو وہ سب ہیچ ہے''۔

(۳۸) دوست کا انتخاب

جو شخص سچے دوست کا جویا ہو۔ اُس کو دوست کے انتخاب میں چند امور کا لحاظ رکھنا لازم ہے:

اول: معلوم کرے کہ بچپن میں والدین کے ساتھ اس کا سلوک کیسا تھا، اگر اس نے ان کے حقوق تلف کیے ہوں تو ایسا شخص قابل اعتماد نہیں، اس سے بھلائی کی توقع کرنا عبث ہے۔

دوم: دریافت کرے کہ اور دوستوں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا ہے؟

سوم: یہ تحقیق کرے کہ وہ اپنے محسنوں کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے؟ اگر ان کی شکر گزاری کا حق ادا نہ کیا ہو، تو اس کی طرف رغبت نہ کرنی چاہیے؛ کیونکہ کفرانِ نعمت انسان کے خصائل میں سے نہایت کمینہ خصلت ہے۔

چہارم: اس کا عام چال چلن اور اس کی طبیعت کا میلان معلوم کرے، اگر وہ لالچی، طمّاع، بخیل، حریص، بدعہد، بے وفا، بدمزاج ہو تو اس کو ہرگز قابل دوستی نہ سمجھے۔

پنجم: یہ معلوم کرے کہ اس کی طبیعت میں عدل انصاف بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ جو شخص اپنے حق سے زیادہ چاہے اور دوسروں کو دبائے، اس سے دوستی کا نباہ ممکن نہیں۔



ششم: یہ بات دیکھے کہ وہ اپنے شوق ورغبت کے مقابلے میں دوستی کی پروا اور قدر کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ لہو ولعب میں زیادہ مصروف رہتا ہو، تو اس کی دوستی لاحاصل ہے۔

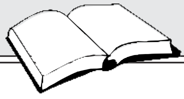
الغرض جو آدمی خصائل مذکورہ کی جانچ میں کھرا نکلے، اس سے خلوص واتحاد پیدا کرنا زیبا ہے؛ مگر یاد رہے! کہ ایسا شخص جو بہمہ صفت موصوف ہو، شاذونادر ملتا ہے، خوش قسمتی سے ایسا ایک دوست بھی مل جائے تو بس کافی ہے؛ لیکن دوست میں جزوی عیب اور ادنیٰ تقصیر پاؤ تو اس پر چنداں لحاظ نہ کرو؛ کیونکہ ان امور سے کوئی فرد بشر خالی نہیں، اگر تم فرشتہ خصلت دوست چاہو گے جس میں کچھ کور کسر نہ ہو تو مدت العمر اسی ٹوہ میں رہو گے نہ کوئی ایسا ملے گا نہ تم اس کو دوست بناؤ گے، انجام یہ ہوگا کہ تم دوستی کے فوائد سے محروم رہو گے، اس بارے میں آدمی کو خود اپنے نفس کے عیوب ٹٹولنے چاہییں، اگر انصاف کرے گا، تو دیکھے گا کہ وہ بھی مبرا نہیں ہے، تو چاہیے کہ دوسروں کو بھی ادنی خطاؤں میں معذور سمجھے۔

(۳۹) دوستانہ سلوک

دوستانہ سلوک اور دوستی کا دستور یہ ہے کہ انسان دوستوں کو اپنی راحت ونعمت وعزت ومرتبہ میں شریک کرے، ہر طور سے برابری ملحوظ رکھے؛ بلکہ دوست کو برتری دے، تو اولیٰ ہے، احسان جتانے سے ہمیشہ محرز رہے، جب دوست پر کوئی مصیبت آپڑے تو جان ومال سے اس کا ساتھ دے، اور ہر درد ورنج میں شریک ہو، دوست کی طرف سے ہمدردی کی درخواست کا منتظر نہ رہے؛ بلکہ خود اس کے احوال سے اس کی حاجات کو معلوم کرتا رہے۔

جب دوست کی طرف سے کچھ شکایت وکدورت پیدا ہو تو اس کو دل میں مخفی نہ رہنے دے؛ بلکہ صاف دلی اور بے تکلفی کے ساتھ دوست پر اس کا اظہار کر دے، اس سچے برتاؤ سے فوراً صفائی ہو جائے گی، اور محبت میں فرق نہ آنے پائے گا؛ کیونکہ جب ایک بار دوستی ہو گئی تو ہر طور سے اس کے نباہ کی کوشش کرنی واجب ہے، اگرچہ نزاع وخصومت ہر حال میں ناروا ہے؛ الا محبت کے بعد عداوت کا ہونا سخت معیوب اور نہایت شرم کی بات ہے۔

آدمی کو چاہیے کہ جو علم وہنر یا ادب وقاعدہ خود جانتا ہو، اس کے سکھانے میں دوست کے ساتھ بخل وخسّت نہ کرے کیونکہ جب دوستوں سے مال کا دریغ رکھنا جائز نہیں، تو علم میں جو دینے سے اور بڑھتا ہے، کسی طرح بخل روا



نہیں ہوسکتا۔

جب دوست کا کوئی عیب دیکھے تو علانیہ مخالفت یا صریح ملامت ہرگز نہ کرے؛ بلکہ ایسا انداز اختیار کرے کہ دوست خود خبر دار ہو جائے؛ لیکن دوستوں کے عیب سے چشم پوشی اور اغماض کرنا یا سہل انگاری سے عیب کے پختہ ہو جانے کی مہلت دینا ہرگز درست نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا نہایت حق تلفی اور پرلے درجہ کی خیانت ہے۔

دوستوں کو ان کے عیوب سے متنبہ کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اول کوئی عام مثل یا کسی غیر کی سرگذشت یا اس کا نتیجہ سنائے، جو دوست کی حالت کے ٹھیک موافق ہو، اگر اس تدبیر سے کامیابی نہ ہو تو اشارے کنائے سے اس کو ہوشیار کرے، اگر یہ طور بھی مفید نہ پڑے، تو خلوت میں نہایت دل سوزی کے ساتھ پند و نصیحت کرے؛ مگر جہاں تک ممکن ہو غیروں پر یہ راز افشا نہ ہونے دے تاکہ دوست کو خجالت نہ ہو۔

(۴۰) تعریف روضۂ تاج گنج

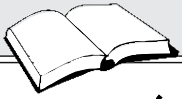
روضہ جو اس مکان میں دریا کنار ہے　　خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے
نقشہ میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگار ہے

سنگِ سفید سے جو بنا ہے قمر نشاں　　ایسا چمک رہا ہے تجلی سے یہ مکان
جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے

دروازہ پر لکھا خط طغرا ہے طرفہ کار　　ہر گوشہ پر کھڑے ہیں جو مینار اسکے چار
چاروں سے طرفہ اوج کی خوبی دو چار ہے

برسوں تک اس میں رہیے تو ہووے نہ جی اُداس　　آتی ہے ہر طرف سے گل و یاسمن کی باس
ہوتا ہے شاد اس میں جو کرتا گزار ہے

ہر سو نسیم چلتی ہے اور ہر طرف صبا　　ہلتی ہیں ڈالیاں سبھی ہر گل ہے جھومتا
کیا کیا روش روش پہ ہجومِ بہار ہے



را بیل سیوتی سے بھرے ہیں چمن چمن　　　گلنار و لالہ و گل نسرین ونسترن
فوارے چھوٹ رہے ہیں رواں جوئبار ہے

ہے چھاؤں مولسَریوں کی سبزا ہرا بھرا　　　گل کھل رہے ہیں حوض میں پانی چھلک رہا
ہر جا صدائے بلبل وصوت ہزار ہے

جو دیکھتا ہے اسکو یہ ہوتا ہے دلپذیر　　　تعریف اس مکان کی میں کیا کروں نظیر
اس کی صفت تو مشتہرِ روزگار ہے

(۴۱) مخلوقات

کرہ زمین پر جورنگارنگ مخلوق حواسِ ظاہری کے وسیلے سے محسوس ومعلوم ہوتی ہے ان میں ایک وصفِ مشترک یہ پایا جاتا ہے کہ وہ سب جسمانی ہیں، ان تمام جسمانی چیزوں میں بہت سی ایسی ہیں جو بے حِس وحرکت پڑی رہتی ہیں، جب تک کوئی طاقت ان پر عمل نہ کرے وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتیں، نہ وہ غذا کھاتی ہیں، نہ اُگتی ہیں، نہ بڑھتی ہیں؛ اس قسم کی تمام اشیاء ''جمادات'' کہلاتی ہیں۔

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنے آپ حرکت نہ کرنے میں تو بالکل جمادات سے مشابہ ہیں؛ لیکن برخلاف جمادات کے ایک وصف زائدان میں یہ پایا جاتا ہے کہ، وہ اجزائے ارضی و ہوائی کو جذب کر کے اپنی غذا بناتی ہیں، اوراس غذا کی مدد سے ان کا جسم نشو ونما پاتا ہے، وہ اُگتی، بڑھتی ہیں، پھلتی پھولتی ہیں؛ غرض قوتِ نامیہ ان سب میں پائی جاتی ہے، اس قسم کی جملہ اشیاء کا نام ''نباتات'' ہے۔

اب مخلوقات پر غور کرتے ہیں تو ہم ایسی چیزیں بھی پاتے ہیں، جو مثلِ نباتات کے قوت نامیہ بھی رکھتی ہیں اور اپنے ارادہ اور اپنی خواہش سے حرکت بھی کرسکتی ہیں، غذا کے ذریعہ سے ان کے تن وتوش میں افزائش ہوتی ہے، اور وہ نقل مکان کرنے میں کسی خارجی قوت کے عمل کی محتاج نہیں ہیں، اس طرح کی کل مخلوق کو جاندار ذِی حیات یا حیوانات بولتے ہیں اوران تینوں قسموں کا نام بحیثیت مجموعی ''موالید ثلاثہ'' رکھا گیا ہے۔

اقسام ثلثہ میں جوفرق وامتیاز بیان کیا گیا وہ ظاہراً اکثر اشیا کے ملاحظہ سے صاف صاف سمجھ میں آسکتا ہے؛ مگر



حقیقت میں مخلوقات کا سلسلہ ادنیٰ بے جان چیزوں سے لے کر اعلیٰ قسم کے جانداروں تک باہم مربوط ہے اور ان کے اوضاع واطوار اور اوصاف وخواص میں درجہ بدرجہ ایسی ترقی ہوتی چلی گئی ہے کہ پہلی قسم کی انتہا اور دوسری قسم کی ابتدا آپس میں نہایت مشابہ اور مماثل معلوم ہوتی ہے؛ اس لیے کوئی ایسی صحیح حد مقرر نہیں ہوسکتی جہاں سے ایک جنس کی مخلوق دوسری جنس کی مخلوق سے قطعی جدا اور ممیّز ہو جائے، چنانچہ بعض اشیاء ایسی پائی گئی ہیں جن کی نسبت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ ''از قسم جماد ہیں یا از قسم نبات''، سخت دشوار ہے۔

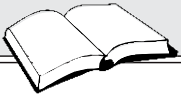
اسی طرح بعض اشیاء حیوان ونبات کے درمیان مشترک ہیں اور ان کو ایک قسم سے خارج اور دوسری قسم میں داخل کرنے کے لیے کوئی روشن دلیل نہیں ہے، پس ایسی چیزیں جن کی قسم کا تعین مشتبہ ہے، اہل علم کی اصطلاح میں ''برزخ'' کہلاتی ہیں۔ مثلاً: شاخ مرجان یعنی مونگے کے درخت میں بعض اوصاف نباتی ہیں اور بعض حیوانی، ایسے ہی چھوئی موئی کا درخت ذرا چھونے سے اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہے اور اس کا یہ خاصہ بالکل حیوانات سے مشابہ ہے، اسی طرح بعض ممالک میں ایسے اشجار پائے گئے ہیں جو مکڑی کی طرح مکھی کا شکار کرتے ہیں۔

(الف) جمادات

اگر چہ قوت نامیہ اور حیات جمادات میں نہیں ہے؛ لیکن قدرت کاملہ نے ان کو بھی عجیب وغریب اوصاف و خواص عطا کیے ہیں، بعض ایسی لطیف وسُبک ہیں کہ ہماری آنکھ کی بَصارت خوردبیں کی مدد سے بھی ان کو نہیں دیکھ سکتی اور ایک ادنی صدمہ سے ان کے اجزا میں تموُّج وتلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے اجسام ''ہوائی'' کہلاتے ہیں۔

بعض ان میں سے ایسی سیال اور پتلی ہوتی ہیں کہ ان کی خاص شکل وصورت نہیں، جس جگہ یا جس ظرف میں ان کو رکھو، اُسی کی صورت قبول کر لیتی ہیں، خفیف حرارت سے بخار بن کر اڑ جاتی ہیں، حرارت کی کمی سے ان کے اجزا اس قدر متصل ہو جاتے ہیں کہ وہ پتھر اور ڈھیلے کی طرح منجمد ہو جاتی ہیں، اگر پانی اور پارہ کے حالات پر غور کرو، تو سب کیفیتیں ان میں مشاہدہ ہوسکتی ہیں۔

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے اجزا باہم پیوستہ ہوتے ہیں، وہ بہتیرے صدمہ کو برداشت کر لیتی ہیں، ایسی چیزوں کو منجمد کہتے ہیں، پھر ان میں بعض نہایت سخت وثقیل ہیں، جیسے: لوہا، سونا، سنگِ خارا بعض ایسی بھربھری اور بودی ہیں، جیسے: کھریا مٹی پھر ان میں سے بعض ایسی ہیں جن میں نباتات اُگتی ہیں اور بعض انسان کی دوا وغذا میں کام آتی ہیں۔



(ب) نباتات

نباتات کی قسمیں دنیا میں قریب ایک لاکھ کے تحقیق کی گئی ہیں ان میں سے ادنی قسم میں کائی وغیرہ ہیں اور اوسط قسمیں حیوانات کے چرنے کی گھاسیں اور نیز علف غلہ یعنی دانہ دار گھاس جس میں گیہوں جوار وغیرہ شامل ہیں؛ اعلیٰ قسم میں بڑے بڑے تناور درخت ہیں، جیسے: آم، املی، پیپل، سال، ساگون وغیرہ۔

نباتات میں ایک یہ بات بھی مثل حیوانات کے دریافت ہوئی ہے کہ وہ نر و مادہ ہوتے ہیں، کہیں تو یہ خاصہ ایک ہی درخت میں ہوتا ہے کہیں نر درخت جدا ہوتا ہے اور مادہ جدا؛ چنانچہ اہلِ عرب کو زمانہ دراز سے نخل خرما کی نسبت نر و مادہ ہونے کا علم ہے۔

(ج) حیوانات

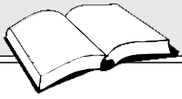
حیوانات میں بھی ادنی قسم کے کیڑوں سے لے کر نہایت عظیم الجثہ جانوروں تک زمین و آسمان کا سا فرق نظر آتا ہے، اور ان کی بے شمار قسمیں ہیں؛ لیکن بعض ایسے خواص ہیں جو اکثر افراد میں یکساں معلوم ہوتے ہیں، ان خواص کے لحاظ سے جنس حیوان کی تقسیم چار قسموں میں کی گئی ہے:

(الف) حیوانات کی سب سے ادنی قسم وہ ہے جن کے اعضا ایک مرکز سے ہر چار طرف کو شاخوں کی طرح پھیلتے ہیں، اسی قسم میں اسفنج اور موگا بھی ہے، جو نباتات کی مانند زمین میں گڑے رہتے ہیں؛ مگر ان میں آثار حیات بھی ثابت ہوتے ہیں؛ اسی لیے ان کو ''نباتات حیوانی'' بھی کہتے ہیں۔

(ب) ایک قسم وہ ہے جن کا جسم حلقوں سے مرکب یا چھلکوں میں محفوظ ہے؛ ان میں کیچوے، جونک جھینگے ،مکھیاں وغیرہ شامل ہیں۔

(ج) ایک قسم ایسی ہے جن کا جسم ایک مضبوط خول کے اندر ہوتا ہے، جیسے: گھونگے، کوڑیاں، صدف۔

(د) سب سے اعلی قسم ریڑھ والے جانوروں کی ہے اور ان میں مینڈک اور مچھلی سے لے کر ہاتھی تک داخل ہیں اور تمام پرند بھی پودنے سے شتر مرغ تک اسی قسم میں شمار ہوتے ہیں؛ لیکن ان میں نوع افضل وہ ہے جو اپنے بچوں کو چھاتی سے دودھ پلاتی ہے، اس تقسیم سے صاف ظاہر ہے کہ انسان بھی اس نوع کا ایک جانور ہے۔



(د) انسان

اگر قد و قامت اور جُثّہ کی بزرگی کا لحاظ کیا جائے ،تو وہیل مچھلی اور ہاتھی اعلیٰ جماعت میں نظر آئیں گے اور حضرت انسان مڈل کلاس سے آگے ترقی پانے کے مستحق نہ ٹھہریں گے؛ لیکن جسمانی خُردی و بزرگی کو نظر انداز کر کے تشریح اعضاء پر غور کرو، تو بعض حیوان ایسے پائے جاتے ہیں، جن کی ساخت نہایت ہی سادہ ہے اور وہ ساخت درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی اعلی حیوانات میں نہایت دقیق اور پیچدار بن گئی ہے، چنانچہ جسدِ انسان کی ترکیب تمام حیوانات میں زیادہ پیچدار ہے؛ اس بنا پر وہ سب جانوروں سے افضل اور اعلی اور قوائے دماغی یعنی عقل وادراک اور فہم اور تمیز میں بھی سب سے برتر و فائق ہے، اور انہی اعلیٰ قوتوں کی بدولت وہ تمام جانوروں پر فرماں روائی کرتا ہے اور نبات و جماد کو اپنا خادم بناتا ہے؛ پس دوسرے حیوانات سے تمیز کرنے کے لیے اس کا لقب حیوان ناطق اور غیر انسان کا حیوان مطلق تجویز کیا گیا۔

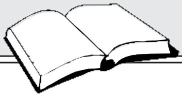
(ہ) نسل انسانی

ترکیب جسمانی کے اعتبار سے کل رُبعِ مسکوں کے انسان، نوعِ واحد ہیں۔ اِلّا چہرہ، مہرہ، خط وخال اور رنگ و روپ کی تفریق کے باعث جداگانہ نسلوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ایک نسل انسان کی ایسی ہے جن کا رنگ نہایت سیاہ بال گھونگر والے، پیشانی پست، ناک اور ہونٹ موٹے دانہ چوڑا ہوتا ہے، یہ نسل اسود یا زنگی یا نیگرو کہلاتی ہے اور اس شکل وشباہت کے آدمی صحرائے افریقہ اور جزائر مشرقی میں پائے جاتے ہیں اور شاید جنوبی ہند کی تامِل قوم بھی انہیں میں سے ہو۔

ایک نسل اس ہیئت کی ہے کہ رنگ زردی مائل رخسار پچکے ہوئے، قد کوتاہ اور ہڈیاں چوڑی چکلی یہ نسل مغل کہلاتی ہے، ان کا مسکن اصلی ملک منگولیا تھا، مگر اب وہ تین چوتھائی ایشا اور کچھ حصہ یورپ میں آباد ہیں اور اَہل امریکہ بھی اسی نسل سے خیال کیے جاتے ہیں، مگر ان کا رنگ تانبڑا ہے اور بقول بعض اَہل ملایا بھی اسی جماعت میں داخل ہیں۔

ایک نسل کا حلیہ یہ ہے کہ رنگ گورا یا گندمی، چہرہ سڈول، کاسۂ سر مدور، بال نرم، داڑھی گنجان، پیشانی بلند، ہونٹ پتلے، ناک ستواں، دانت باریک، یہ نسل قوقاسی یا کاکیشین کے اسم سے موسوم ہے؛ کیونکہ اس کی اصلی زاد بوم نواحی کوہ قاف ہے، اسی مقام سے وہ دیار یورپ اور ایشیا میں پھیلے ہیں اور یہ نسل تمام روئے زمین کے باشندوں میں



زیادہ شکیل وجمیل ہے۔

اگر چہ ان تمام نسلوں کے خالص نمونے دنیا میں ہنوز موجود ہیں، مگر اطراف ممالک میں پھیل جانے اور باہمی اختلاط کے ہونے سے بہت سی قومیں مخلوط النسل پیدا ہوگئی ہیں۔

(و) وحشی

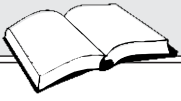
انسان کی تقسیم نسلوں میں اس کے ظاہری خط وخال کے اعتبار سے کی گئی ہے؛ لیکن ایک اور تقسیم ہے جو اس کی تربیت اور طرزِ معاش کے لحاظ سے ہوتی ہے، یا تو وہ ایسے عالم توحش میں پایا جاتا ہے کہ اس کی زندگی حیوانِ مطلق سے بھی بدتر معلوم ہوتی ہے، یا وہ ایسی مہذب حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اشرف المخلوقات کا خطاب اس پر صادق آتا ہے۔

کوئی جماعت شروع ہی سے تربیت یافتہ پیدا نہیں ہوئی؛ بلکہ ابتداءً ہر ایک نسل وحشی صفت اور بے ہنر تھی وہ اپنی حفاظت اور تحصیل معاش اسی انداز سے کرتے تھے، جیسے اکثر مسکین چوپائے کرتے ہیں، اس وقت ہوا اور روشنی کے سوا جو قدرت نے بلا محنت عطا کی ہیں، انسان کو سب سے مقدم آب وطعام کی تلاش تھی سو رفع تشنگی کے لیے تو جھیل ،چشمے، ندی، نالے بہت تھے، مگر پیٹ پالنے کے لیے صحرائی درختوں کے گرے پڑے پھل اور جڑی بوٹی یا چھوٹے چھوٹے جانوروں کے سوا جو ادنیٰ مشقت سے میسر آسکتے ہیں اور کیا دھرا تھا! غرض دنیا کے خوانِ نعمت پر پہلی ضیافت حضرتِ انسان کی یہ تھی۔

موسموں کی سختی اور دشمنوں کے حملے سے بچنے کے لیے نہ اس کی کھال پر بھیڑ کے سے بال تھے، نہ انگلیوں میں شیر کے سے ناخن نہ طائروں کے سے بال و پر تھے کہ ہوا میں پرواز کر کے اپنی جان بچاتا؛ اس عالم مجبوری میں درختوں کے جوف اور کوہ و بیابان کے غار وشگاف سے بڑھ کر اس کے واسطے کونسا خانۂ بے تکلف تھا جس میں آرام پاتا! ایک مدت تک اسی طور سے بسر کرتا رہا۔

(ز) شکاری

اس برہنہ تن وحشی انسان کی پہلی ملکی مہم یہ تھی کہ وہ درندوں، گزندوں اور وحشی جانوروں کو جو خدا کی زمین پر قابض تھے مارے، نکالے اور مغلوب کرے، اس معرکے کے لیے اُسے ضرورت پڑی کہ اپنے کمزور ہاتھوں کو کسی اور



چیز سے قوت دے، پس پہلا ہتھیار جو اس کو دستیاب ہوسکا لکڑی، پتھر یا مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔

رفتہ رفتہ اس نے سخت پتھروں کو گھس گھسا کر ان میں نوک اور دھار پیدا کی اور بڑے بڑے جانوروں کا شکار کرنے لگا ان سے خوراک بھی حاصل کی اور ان کے پوست کو اپنی پوشاک بنایا؛ مگر صید افگنی کی بڑی مشق و مہارت انسان کو اس وقت حاصل ہوئی، جب کہ وہ لوہے کے ہتھیار بنانے لگا۔

غرض! اِس وحشیانہ حالت سے کہ بھٹوں کے اندر رہتا اور کیڑے یا بنا سپتی کھاتا تھا، ترقی کر کے وہ ایک مسلح دلاور شکاری بن گیا، اس شکار کا بچا کھچا اور اس کا پس خوردہ کھا کر کتے بلی مانوس ہو گئے کہ وہ درندوں کی جماعت کو چھوڑ انسانی گروہ کے آس پاس رہنے لگے۔

(ح) گلّہ بان

صیادی میں ترقی کرتے کرتے اب انسان ایسا مشّاق اور چالاک ہو گیا کہ بعض بہائم کو زندہ گرفتار کر کے بطور ذخیرہ رکھنے لگا، اس وقت تجربہ ہوا کہ بھیڑ بکریاں وغیرہ جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں، ان کا دودھ انسان کے لیے بھی نہایت لطیف ولذیذ اور نفیس اور قوی غذا ہے، پھر تو اس نے اس قسم کے جانوروں کو پالنا اور وحشیوں کو اَہلی بنانا شروع کیا یہاں تک کہ بھیڑ، بکری، گائے بھینس وغیرہ کے گلے جمع کر لیے۔

ان کے علاوہ بعض جانور ایسے بھی پائے جو سواری اور بارکشی کے لیے نہایت موزوں معلوم ہوئے؛ پس اونٹ گھوڑے اور گدھے کو گرفتار کیا اور مہار و لگام لگا کر ان کو سدھایا اور کام لیا۔

اب مویشی کے چرانے کی غرض سے اپنا ٹانڈا ساتھ لیے ہوئے ایک میدان سے دوسرے میدان کی طرف اور دوسرے سے تیسرے کی طرف کوچ کرنا پڑا اور سبز و شاداب چراگاہوں اور مرغزاروں کی جستجو لازم آئی۔

اس نقل مکان کی ضرورت سے اس نے چمڑے اور سرکنڈے کے ہلکے خیمے اور سائبان ایسے تیار کر لیے جن میں گرمی سردی اور باد و باراں کی تکالیف سے پناہ ملے اور بوقت کوچ مویشی پر لاد کر لے جانا بھی آسان ہو۔

اس طرح انسان وحشی سے صیاد اور صیاد سے گلہ بان یا چرواہا یا راعی بن گیا، جانوروں کی پرورش اور تیمارداری میں اور ان کے مطیع کرنے اور سدھانے میں اور ان کے لیے عمدہ چارہ بہم پہنچانے میں بہت کچھ سلیقہ اور تجربہ حاصل کیا۔



اب وہ شکاریوں کی طرح صرف ہتھیاروں ہی کا مالک نہیں ہے؛ بلکہ مویشی کو وہ بہت عزیز رکھتا ہےاوراس کواپنا دھن دولت سمجھتا ہے، اونٹ، بیل، گھوڑے، گدھے اس کے مرکب ہیں، اب وہ ایسا شہسوار ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوکر نیزہ بازی اور تیراندازی کرتا ہے، خونخوار شیروں اور مست ہاتھیوں کوللکار کر مارتا ہے، گینڈوں اوراَرْنے بھینسوں کا شکار کرتا ہے

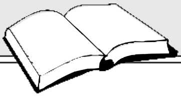
(ط) دہقان

اب ہمارا خانہ بدوش گلہ بان عنقریب دہقان بنا چاہتا ہے،مویشی کی پرورش کے لیے اس نے دور دور کے میدان میں گشت لگایا ہےاورمختلف اقسام کی گھاس پات اس کی نظر سے گزر چکی ہے، اس کوان گھانسوں کا پتہ لگ گیا ہےجن کے کھانے سے مویشی خوب تازہ توانا ہوجاتے ہےاور دودھ بھی اِفراط سے دینے لگتے ہیں اس نے خود بھی اس کے دانے نکال کر کھائے ہیں اور اپنی غذا کے لیے ان کو بہت موافق ومناسب پایا ہے، اس نے تخم ریزی کا وقت، غلہ پکنے کا موسم، قابلِ زراعت زمینیں، سیر حاصل میدان دریافت کرلیے ہیں

غرض! اس نے اپنا سیر وسفر رائیگاں نہیں کھویا، بہت کچھ وقوف وتجربہ حاصل کیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آئندہ ایک گاؤں بسا کراس کےسواد میں زِراعت کرتا نظر آئے گا۔

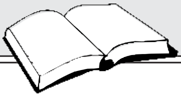
آخر کارخانہ بدوش گلہ بانوں نے جہاں آب شیرین کے قدرتی چشمے، بہتی نہریں اور شاداب مرغزار پائے، جن میں میوہ دار درختوں کی کثرت اور گھاس چارہ کی سرسائی تھی، وہاں زیادہ قیام کرنا پسند کیا اور رفتہ رفتہ وہ ایک جگہ اقامت گزینی کے خوگر ہونے لگے، اور جو دانہ دار گھانسیں اطراف وجوانب میں پائی تھیں ان کے تخم اپنے قیام گاہ کے قرب وجوار میں بکھیر دیے، خدا نے اس کام میں برکت دی، کھیتی اُگی، بڑھی اور پک کر تیار ہوگئی، غلہ انسان کے کام آیااور بھوسہ مویشی نے کھایا۔

اب سفری خیموں کی کچھ حاجت نہ رہی تھی؛ اس لیے گلی، دیواریں بنا کر چھپر چھائے، یالکڑیاں پاٹ کر چھت بنائی اور کئی خاندان ایک جگہ آباد ہوگئے، وہی آبادی ترقی پا کر گاؤں سے قصبہ اور قصبہ سے شہر بن گئی اور نسل انسانی وحشت سے نکل کر سرحد تہذیب میں داخل ہوگئی۔



(۴۲) داستان میر حسن

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ — کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال — بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اس کو دیتے تھے باج — خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے — وہ اس شہ کے رہتے تھے قدموں لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر — نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
ہنر مند واں اہلِ حِرفہ تمام — ہر اک نوع خلقت کا تھا اژدحام
غنی واں ہوا جو کہ آیا تباہ — عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم — مگر ایک اولاد کا تھا الم
وزیروں کو اک روز اس نے بُلا — جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا
کہ:"میں کیا کروں گا یہ مال و منال — فقیری کا ہے میرے دل کو خیال
فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج — نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
بہت ملک پر جان کھویا کیا — بہت فکر دنیا میں سویا گیا"
وزیروں نے کی عرض:"اے آفتاب! — نہ ہو ذرہ تجھ کو کبھی اِضطراب
یہ دنیا جو ہے مَزرَعِ آخرت — فقیری میں ضائع کرو اِس کو مت
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات — کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات
عجب کیا جو ہوئے تمہارے خَلَف — کرو تم نہ اوقات اپنی تلف"
اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہ ہو اس سے مایوسی امیدوار
گئے تو مہینے جب اس پر گزر — ہوا گھر میں شہ کے تولُّد پسر
محل سے لگا تا بدیوانِ عام — عجب طرح کا اک ہوا اژدحام
چلے لے کے نذریں امیر و وزیر — لگے کھینچنے زر کے توڑے فقیر
چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات — کہ دن عید اور رات تھی شبِ برات

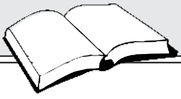


محل میں لگا پلنے وہ نونہال
بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال
لگا پھرنے وہ سرو جب پاؤں پاؤں
کیے بردے آزاد تب اس کے ناؤں
پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ
معلم، اتالیق، منشی، ادیب
ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
کیا قاعدے سے شروع کلام
پڑھانے لگے علم اس کو تمام
دیا تھا زِبس حق نے ذہن رسا
کئی سال میں علم سب پڑھ گیا
معانی و منطق بیان و ادب
پڑھا اس نے معقول منقول سب
لیا ہاتھ جب خامۂ مشک بار
لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار
شکستہ لکھا اور تعلیق جب
رہے دیکھ حیراں اتالیق سب
کئی دن میں سیکھا یہ کسب تفنگ
کہ حیران ہوئے دیکھا اہل فرنگ
سوا ان کمالوں کے کتنے کمال
مروت کی خو آدمیت کی چال
رِذالوں سے نفروں سے نفرت اسے
سدا قابلوں ہی سے صحبت اُسے

گیا نام پر اپنے وہ دل پذیر
ہر اک فن میں سچ مچ ہوا بے نظیر

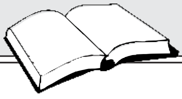
(۴۳) بادِ مراد

کر اے بادِ مراد! آہنگِ آفاق
جہازِ سُست رَو ہیں تیرے مُشتاق
پھریرے کو اڑا، کَس بادباں کو
کہ دیکھیں ساحلِ ہندوستان کو
خلیج و آبنائے وبحر و ساحل
تیرے دیکھے پڑے ہیں سب مراحل
مقامِ اِستوا سے تا بہ قطبین
تجھے جنبش نہیں دیتی کبھی چین
بہت کھوندے ہیں کوہ و دشت تونے
کیا بحرین کا گل گشت تو نے
محیطِ ارض ہے تو اے سَبُک پا!
تری موجیں رواں ہیں مثلِ دریا



رواں ہے تیری موجوں میں ہر آواز | تو ہی کانوں میں ہے ہنگامہ پرواز
نہ پہنچے تو اگر تا پردۂ گوش | سب آواز یں رہیں پردہ میں رُو پوش
ہمیں تیری ضرورت ہے بہر طور | نہیں ایسی ضروری شے کوئی اور
اگر اک لمحہ گذرے ہم پہ تجھ بن | تو ہو جائے تنفُّس غیر ممکن
تو ہی ہے اے نسیم صبح گاہی | مثالِ رحمتِ عامِ الٰہی
جہاں میں ہیں ترے الطاف حاوی | امیروں اور غریبوں پر مساوی
اگر تو خشمگیں اے تُند خو! ہو | تہ و بالا جہازِ جنگ جوا ہو
کبھی دریا میں لے جائے بہا کر | کبھی ساحل پر دے پٹکے اٹھا کر
اڑاتی ہے اسے تو راہ بے راہ | جہاز آگے ترے مثل پرِ کاہ
معاذ اللہ! ترا طوفاں غضب ہے | تری تیزی نشان قہرِ رب ہے
اجاڑا تو نے گلزار و چمن کو | ہلا ڈالا ہے جنگل اور بَن کو
یہ چھیڑا لے میں کیسا راگ تو نے | نیستاں میں لگا دی آگ تو نے
خوشامد تیری خصلت میں نہیں ہے | تری تیزی برابر ہر کہیں ہے
اجاڑا گر کسی مفلس کا چھپّر | اکھاڑا خیمہ و خرگاہِ لشکر
نہ در گذرے غریبوں کے مکاں سے | نہ جھجکے طرّہ تاجِ شہاں سے
نہیں کچھ تجھ کو خوفِ شانِ سلطان | اُڑایا پردۂ ایوانِ سلطان

عرض دلچسپ تیری ہر ادا ہے
تری شوخی و چالاکی بجا ہے



(۴۴) راست گوئی

اے راست گوئی! کیا قہر ہے تو
اسے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو!

یاروں کو کرتی اغیار تو ہے
چلواتی گھر گھر تلوار تو ہے

رشتے ہزاروں تُو نے تڑائے
باپوں سے بیٹے تو نے چھڑائے

تُو نے صلے میں بخشے ہیں اکثر
سولی کے اُورنگ کانٹوں کے افسر

خون خوار لشکر ہیں ساتھ تیرے
رنگیں لہو سے ہیں ہاتھ تیرے

تیری جِلو میں رسوائیاں ہیں
سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں

تو آشتی کی رہتی ہے دشمن
تُو مصلحت سے رکھتی ہے اَن بَن

قطع و بُرِش ہے تاثیر تیری
رہتی ہے ننگی شمشیر تیری

ہوتی ہے جس جا تُو جلوہ گُستر
دفتر بہت سے ہوتے ہیں اَبتر

پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں
آتی ہے دنیا اک زلزلے میں

اے راست گوئی! اے تیغِ بُرّاں!
تیرا مخالف کیوں ہو نہ دَوراں؟

سب وحشت آگیں مضموں ہیں تیرے
نِت مصلحت پر شبخوں ہیں تیرے

گُن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں
وہ تیری دُھن میں آخر مُوئے ہیں

امڈا جہاں سے سیلاب تیرا
کشتی وہاں پھر ٹھہری نہ بیڑا

اُٹھتی ہیں دل سے جب تیری موجیں
ہوتی ہیں نازل واں حق کی فوجیں

عظمت جہاں ہے تیری سمائی
پربت وہاں ہے نظروں میں رائی

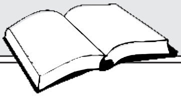
شاہوں سے گردن جھکتی نہیں واں
طوفاں میں کشتی رُکتی نہیں واں

اے راست گوئی! تو وہ ہے اَفسوں
منکر بھی دل سے ہیں جس پہ مفتوں

تلخی میں تیری طرفہ مزا ہے
ہر دل میں چبھتی تیری ادا ہے

تو نے جہاں دی آواز جاکر
لاکھوں سر اُٹھے تیری صدا پر

ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری
بڑھتی ہے کم کم آواز تیری



پھر دوڑتی ہے یوں مرد و زن میں — جس طرح آتش لگتی ہے بن میں

آہٹ سے تیری کرتے ہیں جو رَم — ہیں گدگداتے دل ان کے ہر دَم

جوں جوں وہ زد سے کرتے ہیں دوری — ضرب ان پہ تیری پڑتی ہے پوری

جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر — گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر

تجھ سے بھی جو ہیں وحشی بدکتے — پھر پھر کے تجھ کو جاتے ہیں تکتے

گو حق کی تلخی پائے ہوئے ہیں — پر چوٹ دل پر کھائے ہوئے ہیں

بھاگے ہیں کھا کر زخمِ نہاں وہ — جائیں گے بچ کر مجھ سے کہاں وہ؟

دلِ دوز ہیں سب تیری ادائیں — کڑوی ہیں ساری تیری دوائیں

زہرِ ہلاہل برسوں پئیں جب — بیمار تیرے پائیں شفا تب

دیتی ہے اول تو زخم کاری — مرہم کی آخر آتی ہے باری

کل ہے مسرت ہے آج غم تُو — دیتی ہے امِرت کہتی ہے سَم تو

ہوتی ہے سچ سے جب سب کو نفرت — تو جھوٹ پر واں کرتی ہے لعنت

جس جا تعصّب ہے عین ایماں — انصاف کا غُل کرتی ہے تُو واں

رسمِ سلف پہ مرتے جہاں ہیں — رسموں پہ حملے تیرے وہاں ہیں

جس ملک میں ہے جاری غلامی — ہوتی ہے واں تو بردوں کی حامی

غل بھیڑیوں کا پڑتا جہاں ہے — تُو بکریوں کا واں پاسباں ہے

زہر اُس عَسل کو ہے تُو بناتی — جس میں حلاوت ہے سب کو آتی

جس سرزمیں میں پانی ہے عَنقا — تُو چھیڑتی ہے واں ذکرِ دریا

سانپوں کو خطرہ پاتی جہاں ہے — اندھوں کے آگے کرتی فُغاں ہے

طوفاں کی آہٹ پہلے سے پا کر — بیڑوں میں چرچا کرتی ہے جا کر

بلبل ہے گل پر جب چہچہاتی — اس دم خزاں سے تُو ہے ڈراتی

پاتی ہے گھر میں جب کچھ دھواں تُو — آگ آگ کا غل کرتی ہے واں تو



جب دیکھتی ہے قومیں بگڑتی ہے آگ میں تُو قوموں کے پڑتی

کرتی ہے ظاہر ان کی خطائیں دیتی ہے ان کو پیچیدہ راہیں

گہَ مُنعِموں پر ہے تُو برستی کہ جھاڑتی ہے مفلس کی مستی

دیتی ہے طعنے بے غیرتوں کو کرتی ہے رسوا بے عزتوں کو

للکارتی ہے تو کاہلوں کو پھٹکارتی ہے تُو جاہلوں کو

جھڑکی ہے تیری عادت میں داخل تُرشی ہے تیری طِینت میں داخل

بگڑے ہیں تجھ سے دل بے نہایت لاکھوں نے کی ہے تیری شکایت

یاں نام تیرا جس نے لیا ہے عالم کو اپنا دشمن کیا ہے

پہنچایا جس نے پیغام تیرا جمہور میں وہ بد نام ٹھہرا

اے کلمۂ حق! تیری بدولت مردوں پر گزری کیا کیا مصیبت

ٹھہرے جہاں میں بیگانے سب سے تجھ پر ہوئے وہ دیوانے جب سے

دنیا نے ان پر گو ظلم توڑا دامن انھوں نے تیرا نہ چھوڑا

ہے تلخ و شیریں ہر بات تیری سننے میں کڑوی کہنے میں میٹھی

کانوں کو تُو ہے گو ناگوارا! منہ سے نکلنا تیرا ہے پیارا

جو حرف حق سے بھاگے بگڑ کر حق اُن کو لایا گردن پکڑ کر

حق کے سب آخر طالب ہوئے ہیں تب حق کے دعوے غالب ہوئے ہیں

ہوتا نہ ہر گز جگ میں اُجالا حق کا نہ ہوتا گر بول بالا

اے راست گوئی! اے ابر رحمت! ہے اس چمن میں سب تیری برکت

گر تو نہ ہوتی یاں سایہ اَفگن برباد ہوتا کب کا یہ گلشن

عالَم ہے سر سبز تیرے قدم سے آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے

باغ جہاں کو چھانٹا ہے تُو نے اکثر خزاں کو ڈانٹا ہے تُو نے

تو بے کَسوں کی یاوَر رہی ہے تو گمرہوں کی رہبر رہی ہے

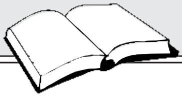


جن بستیوں میں تُو چھچہاتی — کھیتی انھیں کی یاں لہلہائی
بند اپنی جس جا تو نے زباں کی — نکبت نے منزل آکر وہاں کی
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت — سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت
مشرق میں جب تھی تیری حکومت — چھائی ہوئی تھی مغرب میں ظلمت
جب دور تیرا مغرب میں آیا — مغرب کو تُو نے مشرق بنایا
کھلتے رہے ہیں گل تیرے ہر سو — مہکی ہے اکثر یاں تیری خوشبو
گو تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے — پر تیری دارو صحت فزا ہے
گو علم کی تُو ہے زندگانی — پر جہل تیرا دشمن ہے جانی
جاہل ہمیشہ تجھ سے لڑتے ہیں — ناداں ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں
لاکھوں بلائیں آئی ہیں تجھ پر — اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر
ملکوں نے تجھ پر حملے کیے ہیں — قوموں نے تجھ سے بدلے لیے ہیں
اے کلمہ حق! اے سِرِّ یزداں! — جس وقت ہو تو پردہ سے عریاں
ہوں تیرے جس دَم انصار تھوڑے — دشمن بہت ہوں اور یار تھوڑے

عالم ہو تیرا جب ناشناسا
حاؔلی کو رکھیو اپنا شناسا

(۴۵) حواسِ خمسہ

حواس کے وسیلے سے حیوانات کو اپنے جسم کی حالت اور خارجی اشیاء کی موجودگی کا علم حاصل ہوتا ہے؛ لیکن تمام حیوانات میں یکساں تعداد حواس کی نہیں پائی جاتی ،جن کے جسم کی ساخت سادہ اور اعضا کم ہیں، ان میں حواس بھی کم ہیں؛ چنانچہ بعض کیڑوں کو قوت باصر اور شامہ کا حصہ نہیں ملا، لیکن جن حیوانات کے جثہ کی بناوٹ زیادہ پیچدار ہے، ان کے بدن میں مختلف قسم کے اعضاء موجود ہیں، ان کو قدرت نے حواس بھی زیادہ عطا فرمائے ہیں؛ زیادہ سے زیادہ تعداد حواس کی پانچ ہیں: یعنی شامہ، باصرہ، سامعہ، لامسہ، ذائقہ اور یہ کامل تعداد نوع انسان میں پائی جاتی ہے۔



(الف) قوتِ شامّہ

شامّہ کا آلہ بنِی ہے؛ مگر جوفِ بنِی کے بالائی حصہ میں یہ قوت محدود ہے، جب بُو دارہ اشیاء کے باریک ذَرّے ناک کے اندر داخل ہوکر اعصاب پر ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں، تو اِس کی خبر دماغ کو پہنچتی ہے، اور وہ خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتا ہے؛ کوئی بدبودار شے جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہو، اس کے وجود کا علم اور اس کی صفت کہ خوشبو ہے یا بدبو؟ اِسی قوت کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتی ہے۔

ناک کا موقع منہ کے متصل ہے؛ اس لیے جو آب وطعام منہ کی راہ سے حلق میں اور حلق سے شکم میں داخل ہوتا ہے، اس کی بو کی جانچ بہت آسانی سے بلاتکلف ہوجاتی ہے اگران دونوں میں زیادہ فصل ہوتا تو بڑی دقت پیش آتی۔

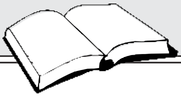
ہمارے واسطے نہایت ضروری چیز ہوا ہے، جس کے بغیر ہم ایک دم بھی زندہ نہیں رہ سکتے؛ مگراس میں نہ کوئی مزہ ہے کہ قوت ذائقہ اس کے نیک وبد کو پرکھ لے نہ کوئی رنگ ہے کہ قوت باصرہ اس کے حسن وقبح کو محسوس کرلے، صرف قوت شامہ ہی اس کی برائی بھلائی کا ادراک کراتی ہے، اسی حکمت سے قدرت کاملہ نے ہوا کے آمدوشد کا رستہ حلق اور ناک کو بنایا ہے۔

یہ ہی قوت ہم کو گل وثمر اور مشک وعنبر کی خوشبو سے فیضیاب کرتی اور دل دماغ کو راحت پہنچاتی ہے، یہ ہی قوت ہم کو بول وبراز اور تمام بدبودار اشیا کی مضرت سے محفوظ رہنے کا موقع دیتی ہے، جب کسی وجہ سے یہ قوت زائل ہو جاتی ہے، تو بو کے لحاظ سے مشک اور لہسن میں کچھ تمیز نہیں ہوتی، زکام کی حالت میں جب کہ ناک کے بالائی حصہ میں بلغم اور رطوبت بھر جاتی ہے، اور ہوا کا گزر وہاں تک نہیں ہوتا تو بو کی تمیز دشوار ہوجاتی ہے۔

(ب) قوتِ باصِرہ

باصرہ کا آلہ آنکھ ہے، جب آنکھ کے اندرونی پردہ میں روشنی کی شعاع پہنچتی ہے، تو وہ عَصَب میں ایک تحریک پیدا کرتی ہے، جب وہ تحریک دماغ میں داخل ہوتی ہے تو دِماغ روشنی کو محسوس کرتا ہے۔

روشنی کا اثر آنکھ کے پردے میں سے فوراً محو نہیں ہوجاتا؛ بلکہ ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصہ تک قائم رہتا ہے، چنانچہ بجلی چمک کر فوراً غائب ہوجاتی ہے؛ مگراس کی روشنی کا اثر ہماری آنکھ کے اندر تھوڑی دیر تک باقی رہتا ہے اور ہم اس کو محسوس کرتے ہیں۔



اگر تم ایسی لکڑی کو گھماؤ جس کے دونوں سرے مشتعل ہوں تو بالضرور تم کو شعلہ کا ایک چکر نظر آئے گا سبب یہ ہے کہ اول نقطے سے جو روشنی آنکھ میں پڑی وہ ہنوز باقی ہے کہ دوسرے نقطے سے پہنچی یہاں تک کہ آنکھ میں شعاعوں کا ایک دائرہ بن گیا۔ اسی قاعدے کے مطابق ہم کو آسمان میں تارے بہ کثرت ہم کو نظر آیا کرتے ہیں؛ حالانکہ وہ تعداد میں اتنے کثیر نہیں ہیں اسی طرح قندیل کے اندر چند تصویریں جبکہ تیزی کے ساتھ گردش کرتی ہیں تو اس کی تعداد ہم کو اصل تعداد سے بہت زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے۔

آنکھ میں ایک یہ بھی خاصیت ہے کہ جب ہم تیز روشنی کو تھوڑی دیر تک دیکھ کر دھیمی روشنی پر نظر ڈالتے ہیں تو عَصَبِ بصارت میں مطلق تحریک پیدا نہیں ہوتی اس لیے ہمارا دماغ اس دھیمی روشنی کو محسوس نہیں کرتا، اگرچہ روشنی موجود ہوتی ہے لیکن ہم کو محض تاریکی معلوم ہوتی ہے۔

جب کسی چیز سے شعائیں منعکس ہو کر ہماری آنکھ کے اندر پہنچتی ہیں تو اس شے کی تصویر فوراً تیار ہو جاتی ہے اور دماغ اصل شے کے رنگ، شکل، موقع اور جہت کو معلوم کر لیتا ہے۔

رنگ کا ادراک بغیر آنکھ کے کسی طرح ممکن نہیں؛ البتہ شکل وصورت کا علم حس لامسہ کے وسیلے سے بھی ہوسکتا ہے مگر صرف انہیں اشیا کی صورت کا جن تک ہاتھ کی رسائی ممکن ہے چنانچہ ایک بے بصر آدمی گیند، گلاس، صندوق اور چارپائی کی شکل کو ٹٹول کر پہچان لیتا ہے؛ مگر ایک بڑی جماعت یا قلعہ یا شمس وقمر کو وہ بیچارہ کہاں معلوم کرسکتا ہے!

یہ عظمت وقدرت تو خداوند تعالیٰ نے قوت باصرہ ہی کو عطا فرمائی ہے کہ وہ آن کی آن میں آسمان، ستارے، پہاڑ، میدان، دریا سمندر، ابر، دھوپ اور چاندنی کے وجود سے ہم کو اطلاع دیتی ہے، اگر انسان کو یہ عجیب غریب قوت عطا نہ ہوتی تو وہ اس قدرتی کتاب یعنی مظاہرۂ عالم کے مطالعہ سے بالکل محروم رہتا اور اس کی معلومات کا دائرہ نہایت تنگ ومحدود ہو جاتا، عرض! جو علم ہم کو قوت باصرہ کی مدد سے حاصل ہوتا ہے وہ بہ نسبت دوسرے حواس کے زیادہ وسیع و مفید اور قابل یقین ہوتا ہے۔

(ج) قوت سامِعَہ

سماعت کا آلہ کان ہے، جس کے تین حصے ہیں: بیرونی حصہ ہوا کی اَمواج کو جمع کر کے درمیانی حصے میں پہنچاتا ہے، وہاں پہنچ کر اَمواجِ ہوا میں تیزی پیدا ہوتی ہے، پھر تیسرے حصے میں عصب سمع کو تحریک ہوتی ہے، پھر وہ تحریک



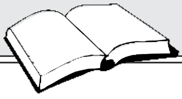
دماغ میں داخل ہوکر آواز کی کیفیت سے اطلاع دیتی ہے۔ پہلے اور دوسرے حصے کے درمیان میں ایک طنبور جھلی کا بنا ہوا ہے، جس پر اوّل صدمہ ہوا کی موج کا پڑتا ہے، جو چند وسیلوں سے دماغ تک جا پہنچتا ہے۔

آواز ایک حرکت ہے جو ہوا کے ذرّوں میں تلاطم پیدا کرتی ہے، اسی واسطے قدرت نے ہوا کو ایسا لطیف بنایا ہے کہ، ایک ادنی صدمہ کے اثر سے اس میں ہل چل پڑ جائے، اگر یہ وصف ہوا میں نہ ہوتا تو آواز پیدا ہی نہ ہوتی، اور ہم صوت وصدا کی حس سے بے بہرہ رہتے۔

آواز کو سن کر ہم اکثر شناخت کر لیتے ہیں کہ وہ کسی شخص یا کس چیز کی ہے؟ اور اس کی سمت بھی دریافت کر لیتے ہیں؛ لیکن یہ قوت سامعہ کا کام نہیں؛ بلکہ اس تجربہ پر موقوف ہے جو ہم کو سماعت کے بعد حاصل ہوتا ہے، ہم کو بار بار کے تجربہ سے اٹکل ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص یا چیز کی آواز کا یہ انداز ہے، اس قیاس پر آواز سے صاحبِ آواز کو پہچان لیتے ہیں اور جب دو آوازوں میں نہایت مشابہت ہوتی ہے، تو ہمارا قیاس غلطی کر جاتا ہے، مثلاً: بعض آدمی اصوات حیوانات کی ایسی نقل کرتے ہیں کہ سامعین کو اصل ونقل میں ذرا تمیز نہیں ہوتی، اسی طرح سمت آواز کی شناخت بھی تجربہ پر منحصر ہے، اور اس میں بھی مغالطہ ہو جاتا ہے، چنانچہ صدائے زلزلہ زمین بہت کم تشخیص میں آتی ہے، اکثر اختلاف رہتا ہے: کوئی شخص شمال سے جنوب کو معلوم کرتا ہے اور کوئی مشرق سے مغرب کو، الغرض صاحب آواز اور سمت آواز کا اِدراک قدرتی نہیں ہے۔

آواز کے متعلق ایک حیرت اَفزا بات یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کے شباہت وبشرہ میں باہم اختلاف ہے اسی طرح ایک دوسرے کی آواز بھی ضعف وقوت اور لہجہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اس میں خداوند عالم کی یہ حکمت ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کو انسان کی شناخت میں آسانی ہو۔

زبان سے مختلف آوازوں کے پیدا کرنے کی قابلیت اگرچہ بعض حیوانات میں بھی ہے، مثلاً: طوطے، مینا میں، لیکن نوع انسان میں سب سے زیادہ ہے، اور اسی قابلیت کی وجہ سے انسان نے اصوات مختلفہ کو اپنے خیالات کا قائم مقام بنایا اور ناطق کہلایا، نطق بڑی نعمت ہے، اِسی کی بہ دولت اپنے باریک سے باریک خیالات اور اکثر کیفیتیں، جو اس کے دل میں گذرتی ہیں، ایک دوسرے کو سمجھا دیتا ہے اور یہی بڑا وسیلہ اُس کے علم وکمال کی ترقی کا ہے۔



(د) قوتِ ذائقہ

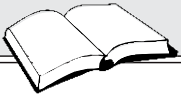
ذائقہ کا آلہ زبان ہے اور زبان کا تعلق معدہ سے ہے؛ بلکہ زبان درحقیقت اس کا ابتدائی حصہ ہے، جو غذا معدہ میں جاتی ہے اول زبان اس کا مزہ چکھ لیتی ہے اور جو مزہ پاتی ہے: تلخ شیریں، ترش، شور، تیز وتند وغیرہ ؛اس کی اطلاع بذریعۂ اعصاب دماغ کو پہنچاتی ہے۔

جب چیز کے ذائقہ کا اِدراک ہو جاتا ہے، تو عقل اس اَمر کا فیصلہ کرتی ہے کہ وہ شے کھانے کے قابل ہے یا نہیں؟ لیکن غذا کی خوبی محض مزہ پر موقوف نہیں؛ بلکہ اُس کی بُو بھی خوش آئند اور موافق طبع ہونی چاہیے؛ کیونکہ بدذائقہ اور بدبو اشیا رکو معدہ قبول نہیں کرتا، اِسی حکمت سے صانع مطلق نے ذائقہ اور شامہ کا موضع قریب قریب تجویز کیا ہے کہ شامہ، ذائقہ کی امداد بہ آسانی کر سکے بلکہ غذا کا حسن وقبح اس کے رنگ سے بھی متعلق ہے؛ اس لیے سب سے پہلے قوت باصرہ اس کا امتحان کر لیتی ہے، مثلاً: پانی میلا یا مکدّ رہو، تو بغیر چکھنے اور سونگھے، عقل اس کے ناقابل ہونے کا حکم لگا دیتی ہے۔

(ہ) قوتِ لامِسَہ

دیگر قویٰ کے لیے تو آلات معین ہیں، مگر لامسہ کے لیے کوئی عضو مخصوص نہیں، بلکہ تمام جلدِ بدن کم وبیش اس قوت سے بَہرہ یاب ہے، کفِ پا سے لے کر فرقِ سر تک کسی موضع پر کوئی اَذیّت یا ناملائم کیفیت پیش آتی ہے، تو فوراً اس کی اطلاع دماغ کو پہنچتی ہے اور عقل اس کی تدبیر کرتی ہے۔ پس حکیم مطلق نے اس قوت کو جسم کی حفاظت کا وسیلہ بنایا ہے؛ لیکن کسی شے کے لمس کی ضرورت ہوتی ہے، تو پیشتر ہم اپنے کف دست سے کام لیتے ہیں۔ برخلاف اور قوی کے یہ قوت مرکب ہے، اور اسی واسطے لامسہ سے سے متعدد کیفیتوں کا ادراک ہوتا ہے، چنانچہ اشیاء کی سختی ونرمی، حرارت وبُرودت، ہمواری ناہمواری کو یہ قوت محسوس کرتی ہے، اگر قوت لمس نہ ہوتی تو ہم آگ اور برف میں بہ جز رنگ وشکل کے کچھ فرق نہ کرسکتے۔

بعض کیفیات کا ادراک لامسہ اور باصرہ کے درمیان مشترک ہے، مثلاً: ابعادِ ثلاثہ یا شکل کا حِس دونوں سے ممکن ہے، اگرچہ لامسہ کے فعل میں بہ نسبت باصرہ کے وقت زیادہ صَرف ہوتا ہے؛ لیکن اس نقصان کا معاوضہ ہم کو اس طرح مل جاتا ہے کہ، لامسہ کی تحقیق زیادہ معتبر ہوتی ہے، چنانچہ طول وعرض اور حرکت وسکون کے ادراک میں آنکھ



غلطی بھی کرتی ہے؛ مگر ہاتھ سے چھو کر معلوم کر لو تو پھر مغالطہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

جن کی قوت بینائی مفقود ہو جاتی ہے، وہ اکثر کاموں میں آنکھ کا قائم مقام ہاتھ کو بنا لیتے ہیں، مہذب ملکوں میں اندھوں کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اُن کے واسطے ابھرے ہوئے حروف کی کتابیں چھاپی گئی ہیں، جن کو ہاتھ سے ٹٹول کر وہ اسی طرح پڑھتے ہیں، جس طرح تم قوت باصرہ کے عمل سے پڑھتے ہو۔

(۴۶)اونٹ

اونٹ تو ہے بس حلیم و خوش خِصال — تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

تیری پیدائش رِفاہِ عام ہے — آدمی کے واسطے آرام ہے

کھانا کپڑا تجھ سے پاتے ہیں بشر — تُو نے دی ہے انکو روزی قرض پر

لق و دق صحرا میں یا میدان میں — اور عرب کے گرم ریگستان میں

نے چٹانیں سایہ افگن ہیں جہاں — اور نہ آب سرد کے دریا رَواں

اور ہوائے گرم کو جنبش نہیں — بالِ مرغانِ خوش الحاں سے کہیں

تو وہاں کے مرحلے کرتا ہے طے — دن بہ دن اور ہفتہ ہفتہ پے بہ پے

قیمتی اشیا ہیں تیری پشت پر — تاجروں کا ریشم اور شاہوں کا زر

تَودَہ تَودَہ تیرے اوپر لد رہا — ہے بھرا گویا جہازِ پُر بہا

جبکہ ہفتے چند جاتے ہیں گزر — اور تھکا دیتا ہے راکب کو سفر

اونٹ! گھبراتا نہیں تو بار سے — دیکھتا ہے اس کی جانب پیار سے

گویا کہتا ہے کہ: ''اے میرے سوار! — ایک دن تُو اور بھی ہمت نہ ہار

راہ میں کم ہمتی سے مت پھسل — صاف سر چشمہ ہے آگے بڑھ کے چل

مجھ کو آتی ہے ہوا سے بوئے آب — نا امیدی سے نہ کر تو اضطراب''

اونٹ! تو کرتا ہے اس کی رَہبری — یوں بنا دیتا ہے راکب کو جَری



آخرش منزل پہ پہنچاتا ہے تُو　　　اور سوکھے خار و خس کھاتا ہے تُو

صبر سے کرتا ہے طے راہِ دراز　　　سچ کہا ہے "تو ہے خشکی کا جہاز"

الغرض! تو ہے حلیم و خوش خِصال

تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال

(۴۷)انجام

کوئی بازاروں میں پھرتا ہے سوار اسپ وفیل　　　کوئی صحرا میں چَراتا گوسفند و میش ہے

کوئی تاجر،کوئی دہقاں اور کوئی دست کار　　　کوئی گنج و مال کا مالک ،کوئی دَرویش ہے

نوش دیتا ہے کوئی جس طرح مکھی شہد کی　　　مارتا زنبور کی مانند کوئی نیش ہے

کوئی ناداں، کوئی زِیرک، کوئی زاہد، کوئی رِند　　　ہے کوئی کوتاہ بیں اور کوئی دُور اندیش ہے

کوئی دُزد و راہزن کوئی عَسَس اور پاسباں　　　کوئی ہے ظالم ستم گر ، اور کوئی دل ریش ہے

کوئی جاہ و مال میں افزوں ہے کوئی علم میں　　　کوئی سِن و سال میں کوئی خِرد میں بیش ہے

کوئی نصرانی ہے ،کوئی گَبر ہے، کوئی یہود　　　کوئی مسلم ہے، کسی کا بت پرستی کیش ہے

صرف رہ جاتا ہے باقی اُس کے کاموں کا اثر

ورنہ یاں ہر ایک کو راہِ عدم درپیش ہے

(۴۸)عقل

جوقوتیں خالقِ عالم نے ہم کوعطافرمائی ہیں،ان میں عقل کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے،ہمارے جتنے کام ہیں وہ عقل ہی کی اِمداد سے پورے ہوتے ہیں،جسم کی حفاظت دل کی پا کیزگی ،عادتوں کی اصلاح، معاش کا انتظام، معاملات کی درستی؛ان میں سے ایک کام بھی بغیر عقل کی مدد کےنہیں چل سکتے،وہ پوشیدہ اسرار جوحواس کے ذریعہ سے ہم کومعلوم نہیں ہوسکتے،عقل ہی ان کو ہمارے دل پر مُنکَشِف کرتی ہے۔

اگرانسان میں عقل کا نورانی جوہر نہ ہوتا تو وہ وُحوش وطُیور یا شجر وحجر کے مانند ایک ذَلیل مخلوق ہوتا،اس کو جو



عظمت اور حکومت تمام مخلوقات پر حاصل ہے، وہ عقل ہی کی بدولت ہے، ہمارے حواس اکثر اوقات دھوکہ کھاتے اور ہم کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں، کبھی بڑی چیز، چھوٹی نظر آتی ہے، کبھی ساکن چیز، متحرک اور متحرک، ساکن معلوم ہوتی ہے؛ ان تمام غلطیوں کی اصلاح عقل ہی کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے۔

ہم کو جو علم حاصل ہوتا ہے، عقل ہی اس کی صحت کرتی ہے اور عقل ہی اس کو کام میں لانے کی راہ بتاتی ہے، بغیر عقل کی رَہبری کے ہم اپنے علم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

عقل اُن کاموں میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے، جو اس زندگی میں ہمارے واسطے کارآمد ہیں اور ان کاموں میں بھی ہم کو ہدایت کرتی ہے، جو آنے والی حالت کے لیے ہم کو اختیار کرنے چاہییں، خدائی حکموں کی تعمیل اس زمانے سے شروع ہوتی ہے؛ جبکہ عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ عقل سلامت ہے۔ ؎

علم ہے بازوئے جاں اور عقل پر تو فِدا ہو علم پر اور عقل پر
ورنہ ننگِ گلّۂ حیواں ہے تو عقل سے اور علم سے انساں ہے تُو

(۴۹) حقوق والدین

حقیقت میں خدا ہی سب کا خالق، رازق اور حافظ و ناصر ہے؛ لیکن عالم اسباب میں اس نے والدین کو اولاد کی ہستی کا سبب اور ان کی پرورش کا واسطہ بنا دیا ہے، اُس حکیم مطلق نے ان کے دل میں ایک ایسا قوی جذبہ رکھ دیا ہے کہ اس خدمت کی بجا آوری میں ہمہ تن محو ہو جاتے ہیں، وہ جذبہ کیا ہے! وہ اس گہری محبت کا پرتو ہے، جو خالق کو اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، اُسی پرتو کا اثر ہے کہ ماں باپ بچوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں کہ اپنی راحت پر اس کی آسائش کو ترجیح دیتے ہیں، جب تک بچہ نشو و نما پا کر تُوانا تنومند ہوتا ہے اس وقت تک اس کے لیے سامان زندگی مہیا کرتے ہیں۔

ماں، بچے کے لیے کیا کیا دکھ سکھ سہتی ہے! اپنے دل و جگر کا خون پلا کر پالتی ہے، باپ کس محنت سے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اس پر نثار کرتا ہے! اس کی تادیب و تربیت میں کوشش اور مال سے دَرِیغ نہیں کرتا، اس کو اپنے



آپ سے افضل بنانا چاہتا ہے، مال ودولت کو ذخیرہ کرتا ہے؛ تاکہ اس کی وفات کے بعد اس کی آل واولاد کے کام آئے، جب اجل کا خطرہ اس کے دل میں آتا ہے تو وہ اِس خیال سے تسلی پاتا ہے کہ میرا خَلَف میری موئی مٹی کی نشانی کہلائے گا، میں نہ ہوں گا اور وہ دنیا کو میری یاد دلائے گا، غرض! والدین کا وجود وہ نعمت عظمی ہے کہ جس کی برابری دنیا کی کوئی نعمت نہیں کرسکتی۔

پس سعادت مند وہی فرزند ہیں، جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں: دست وزبان سے، جسم وجان سے، دولت و مال سے والدین کے حقوق خدمت کو بجالاتے ہیں، ان کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری کو جناب باری کی شکر گزاری جانتے ہیں، والدین کے ساتھ محبت کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم بقدرِ امکان بجالانا حقیقت میں خدائی محبت کے آگے سر جھکانا ہے، اِسی واسطے کہا گیا ہے کہ: ''ماں باپ کی اطاعت جہاں تک ممنوعات سے مبرّا ہو، عین طاعتِ حق ہے''۔

(۵۰) جامع مسجد دہلی

دِلّی کی مسجد جامع اُن بےنظیر عمارات میں سے ہے جن کا تذکرہ سیّاحانِ عالم نے خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، اگرچہ اس مسجد کے اندر ''روضۂ تاج گنج'' کا سا باریک کام، رنگارنگ بیل بوٹے اور بیش قیمت پتھروں کی پچی کاری نہیں ہے، تاہم وہ فنِ عمارت کی تمام خوبیوں کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، زمانہ حال کے لائق انجیروں نے بھی اس لاجواب عمارت کی نہایت تعریف وتوصیف کی ہے، اور اس کے بنانے والوں کے کمالِ صنعت ومہارت کا اعتراف کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ: اس مسجد کے بنانے والے دو بڑے مُہندِس: اُستا حامد اور اُستا احمد تھے، اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں بھائی اپنے فن کے استادِ کامل تھے؛ لیکن جو خوشنمائی اور موزونی شاہجہانی عمارتوں میں پائی جاتی ہے، اس کو دانشمند مورخوں نے خود شاہجہاں کے سلیقہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس بادشاہ کو تعمیر عمارت کا صرف شوق ہی نہ تھا، بلکہ اس کا دماغ اس فن کے ساتھ ایک خاص مناسبت بھی رکھتا تھا؛ چنانچہ جو عمارت اس کے حکم سے بنائی جاتی اول اس کا نقشہ خود اس کے ملاحظہ سے گزرتا اور وہ اپنی رائے سے مناسب ترمیم واصلاح اس میں کرتا، یہ بادشاہ تعمیرِ عمارت کا محض حکم دینے والا ہی نہ تھا بلکہ اپنے زمانے کے معماروں کا رہنما بھی تھا۔

الحاصل! ۱۰/شوال ۱۰۶۰ھ ہجری کو اَرکِ شاہجہانی سے ہزار گز کے فاصلے پر بہ جانب مغرب ایک پہاڑی ٹیلہ پر



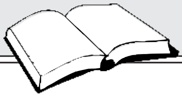
مسجد جامع کی بنیاد رکھی گئی اور اس کی تعمیر کا اہتمام اوّل ''سعد اللہ خاں'' وزیر کو سپرد ہوا پھر فاضل ''خانساماں'' کو، چھ سال کے عرصہ میں مسجد بن کر تیار ہوئی، پانچ ہزار راج مزدور اور سنگِ تراش ہر روز کام کرتے رہے، دس لاکھ روپیہ تعمیر میں صرف ہوا۔

تمام عمارت سنگِ سرخ کی ہے؛ لیکن اندر کی جانب اجارہ تک سنگِ مرمر لگا ہے اور جا بجا سنگِ موسیٰ کی پچی کاری کی ہوئی ہے، تین گنبد ہیں نوے گز کے طول اور تیس گز کے عرض میں، صحن کی طرف گیارہ در ہیں، بیچ کا در بہت بلند ہے، ان دروں کے دونوں جانب دو مینار ہیں، نہایت بلند اور بغایت خوشنما، ان کے اندر زینے بنے ہوئے ہیں، میناروں پر چڑھنے سے تمام شہر کی سیر نظر آتی ہے۔

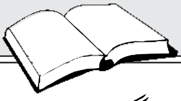
صحن کے باقی تین اطراف میں بھی نہایت خوبصورت دالان اور حجرے بنے ہوئے ہیں، چار کونوں پر چار برُج ہیں، بارہ دری کے بہت دلچسپ، صحن کا عرض وطول ۱۳۶ گز ہے اور اس کے بیچ میں ایک سنگین حوض ہے، جو ہر وقت پانی سے پرُ رہتا ہے، مسجد کے اندر آنے جانے کے لیے تین عالیشان دروازے ہیں: جنوبی در کے رو برو ۳۳ سیڑھیوں کا زینہ ہے، شمالی در کے مقابل ۳۹ کا، شرقی دروازے کے سامنے ۳۵ کا۔

(۵۱) خوابِ راحت

اے نیند! نمونۂ قیامت — تو نے ہمیں آنکھ سے دکھایا
تو آئی، ہوئے حواس بیکار — کیا جانے تو نے کیا سونگھایا
جس وقت اتر گئی گھٹا سی — آنکھوں کا چراغ ٹمٹمایا
پھر چھوڑ گئی ہیں جہاں میں — پھر زیست کا ذائقہ چکھایا
پایا تو کہیں تجھے نہ دیکھا — دیکھا تو کہیں تجھے نہ پایا
ہے تیری عجیب حکمرانی — دنیا کی پلٹ گئی ہے کایا
رَن میں فوجوں کو جا پچھاڑا — بن میں شیروں کو جا دبایا
دہقان کو کھیت میں کیا چت — گو کھیت کو گیدڑوں نے کھایا



ریوڑ کی خبر نہیں کہاں ہے؟ | چرواہے کو گھاس پر لٹایا
لینے کو درخت پر بسیرا | چڑیوں نے پروں میں سر چھپایا
ڈھوروں نے بھی چھوڑ دی جُگالی | چپ ہیں نہیں کان تک ہلایا
جب چور کی آنکھ میں سمائی | اس نے چوری سے جی چرایا
رَہزن کی بھی راہ باٹ ماری | رَہ گیر کو خوف سے بچایا
کھوئی ہوئی راہ رَو کی منزل | پھیلا کے جو پاؤں سنسنایا
ماؤں کو دیا ہے تو نے آرام | بچوں کو تھپک تھپک سُلایا
روتے روتے جھپک گئی آنکھ | جھولے میں جھلا رہی ہے دایا
بیگم ، ملکہ ، غریب ، بڑھیا | تیرا آنا سبھی کو بھایا
غم دور ہوا ٹکڑ گدا کا | جھولی ہے نہ جھونپڑی کا سایا
بیڑی سے رکا نہ ہتھکڑی سے | محبوس کو قید سے چھڑایا
شاہوں کی بھی کرّ و فر مٹا دی | نے تاج نہ تخت نے رعایا
زرّیں پر دے نہ فرش مخمل | دیوان ہے گم سجا سجایا
جب سو گئے ہو گئے برابر | کب شاہ و گدا میں فرق پایا
جج کے بھی حواس ہیں معطل | فیصل ہوئے قصہ و قضایا
ٹھنڈا ہوا تاجروں کا بازار | سودے کا معاملہ چکایا
ہے نقد کہاں کدھر گئے نوٹ؟ | ساہوکاروں کو کھکھ بنایا
لالہ کو نہیں رہی ذرا سدھ | کتنا ہے وصول کیا بقایا
''لیکھا جوکھا'' ہُوا برابر | کیا ڈیوڑھا اور کیا سَوایا
بنیوں کا اُلٹ دیتا ہے تپّڑ | روکڑ ہے نہ جنس ہے نہ مایا
بیمار کی آنکھ لگ گئی ہے | دُکھ درد کا کَرب سب مٹایا
کچھ ہوش نہیں ہے ڈاکٹر کو | پولٹس لگے زخم پر کہ پھایا



اوسان نہیں حکیم جی کو　　کیا نیند نے نخلخہ سونگھایا

تبرید پلائیے کہ مُسہل　　سب بھول گئے کیا کرایا

تعریف نہ کر سکے مُہندس　　کیا شکل ہے قائم الزوایا

جغرافیہ داں کی راہ گم ہے　　لنکا ہے کدھر کدھر ملایا

کچھ یاد نہیں مورخوں کو　　کیا کیا بر روئے کار آیا

بھولا ہے کتاب طالب علم　　الٹا تو نے سبق پڑھایا

مطرِب کی عجیب گت بنائی　　کھٹ راگ جہاں کا بھلایا

عابد، زاہد، فقیر، جوگی　　صوفی کا بھی ہو گیا صفایا

چونکا نہیں قافلہ تری کا　　ہر چند جہاز ڈگمگایا

چیتے نہیں ریل کے مسافر　　انجن نے ہزار غل مچایا

باقی نہ رہا کوئی تردّد　　جھگڑوں میں تھا جان کو کھپایا

سب مشغلے ہو گئے فراموش　　اپنا ہی رہا نہ کچھ پرایا

دنیا کی خبر نہ دین کا ہوش　　کیا ساغرِ بے خودی پلایا

تو نے کیا نیند کو مسلط

قدرت ہے تری بڑی خدایا

(۵۲) حکومت

دنیا کے بعض ملکوں کا حال اب تک ایسا ہے کہ قزاقی اور رہ زنی کی وجہ سے کسی شخص کو یہ امید نہیں کہ وہ بغیر اپنی قوت بازو کے قتل وغارت سے محفوظ رہ سکے گا، کاشت کار جس وقت کھیت میں تخم ریزی کرنے جاتا ہے تو ایک مددگار کو جو نیزہ وشمشیر سے مسلح ہو، اپنے ہمراہ لے جاتا ہے تا کہ اس کا بیج اور مویشی لٹ نہ جائے، ایسی حالت میں جو کام ایک شخص کرسکتا وہ دو کے ذریعہ سے پورا ہوتا ہے اور پیداوار دونوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح وحشی قوموں کا زیادہ وقت اپنی حفاظت یا دوسروں پر حملہ کرنے میں صرف ہوتا ہے، جن ملکوں میں



دابِ حکومت نہیں ہے وہاں غارت گری کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے، اکثر باشندے جوانی ہی میں مارے جاتے ہیں بہت کم ایسے ہیں جو سِن رَسیدہ ہو کر مرتے ہیں۔

جو محنت ہر شخص اپنے جان و مال کی حفاظت کے لیے برداشت کرتا ہے، وہی محنت ایک خاندان؛ بلکہ ایک بستی کے لیے کافی ہوسکتی ہے، اسی بنیاد پر حکومت قائم ہوئی ہے اور جب حکومت استحکام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے تو تھوڑے سے آدمی مسلح ہو کر لاکھوں کی پاسبانی اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کرسکتے ہیں۔

ملک کے انتظام اور اَمن و امان قائم رکھنے کے لیے جو کچھ خرچ پڑتا ہے، وہ جملہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے، اس کو ٹیکس یا خراج کہتے ہیں؛ پس رعایا کو لازم ہے کہ اپنی جان کی سلامتی اور مال کی حفاظت کا معاوضہ نہایت شکر گزاری کے ساتھ بلا عذر ادا کرے، بعض لوگ ایسے کج فہم ہیں کہ وہ سرکاری ٹیکس کو ایک جبر خیال کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ اگر نصف اوقات ان کی اپنی حفاظت میں صرف ہوتی تو بہ نسبت ٹیکس کے بہت زیادہ خرچ پڑتا اور جو اَمن و حفاظت حکومت کی بہ دولت حاصل ہے وہ ہرگز میسر نہ ہوتی۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں اکثر حکومتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ اہل حکومت اپنے عیش و کامرانی کے مقابلے میں رعایا کی مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے؛ لیکن یہ برائی اُن آفتوں کے مقابلہ میں محض ناچیز ہے، جو حکومت کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں، چنانچہ ایران و توران افغانستان کے باشندے باوجود جابرانہ حکومت کے اُن وحشی ملکوں کے باشندوں سے بدرجہا بہتر ہیں، جہاں آئینِ حکومت نافذ ہی نہیں، اصل یہ ہے کہ حکومت کے ظلم و ستم کو تو انسان برداشت کرسکتا ہے۔ الّا بے امن و بے سری حالت کا تحمل سخت دشوار ہے۔

جب کہ بُری سے بری حکومت بھی عدم حکومت سے بہتر ہے تو ظاہر ہے کہ عمدہ حکومت کی برکتیں تو بے انتہا فائدوں پر مشتمل ہوں گی۔

عمدہ گورنمنٹ کا بڑا مقصد رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تربیت عقلی، تہذیبِ اخلاق، بیمار مسکینوں کا علاج، تندرست مسکینوں کی پرورش؛ مگر یہ برکتیں سب کی متفقہ کوشش کے بِدون بہت کم حاصل ہوسکتی ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جو محاصل ملک کا گورنمنٹ لیتی ہے، وہ ملکی دولت میں سے کم ہو جاتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ: گورنمنٹ کا کام نفع پہنچانا نہیں ہے؛ بلکہ نقصان سے بچانا ہے، اگر یہ قول تسلیم کیا جائے تو بھی یہ خرچ کچھ



بیجانہیں ہے؛ کیونکہ مضرّت سے بچنا بھی ہمارا ایک بڑا مقصد ہے، چنانچہ دوا کو ہم خوشی یا ذائقہ کے واسطے نہیں خریدتے؛ بلکہ دَفعِ امراض کے لیے مول لیتے ہیں؛ مگر ہم کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ، دوا میں جو خرچ ہوتا ہے وہ فضول ہے۔

(۵۳) ایک طِلِسم

وہ بادشہِ حباب افسر — یعنی تاج الملوک مضطر

بے مہریِ چرخ سے ناگاہ — گرداب کے حال کا ہوا ماہ

گرتے تو وہ پانی سر سے گزرا — اُبھرا تو نہ کچھ نظر سے گزرا

آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا — اشجار کا واں ذخیرہ دیکھا

جس پھل کو چھوا جو پھر کیا غور — ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور

جانا کہ طلسم کا ہے جنگل — ہے یاں کے درخت کا ہی پھل

اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام — ڈوبا خورشید ہوگئی شام

ڈر جانوروں کا جی میں بیٹھا — ایک نخل کہن پہ چڑھ کے بیٹھا

دو مرغ تھے بیٹھے اک شجر پر — مادہ لگی پوچھنے کہ: ''او نر!

میں تجربہ کر چکی جہاں کا — کھلتا نہیں کچھ طلسم یاں کا''

مادہ سے یہ سن کے بول اٹھا نر: — ''ہے طرفہ طلسم اس جگہ پر

وہ پیڑ جو حوض پر لگا ہے — طوبیٰ سے خواص میں سوا ہے

اک سانپ ہے واں پہ چوٹ کرتا — مارے سے نہیں کسی کے مرتا

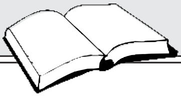
لیکن جو یہ بندہ خدا جائے — تا حوض قدم قدم چلا جائے

لپکے گا خود اس کو دیکھ کر سانپ — منہ چادر آپ میں یہ لے ڈھانپ

ابھرے گا لگا کے جب یہ غوطا — بن جائے گا آدمی سے طوطا

اندیشہ نہ اپنے دل میں لائے — اڑ کر یہ اسی شجر پہ جائے

سب خشک ہے ایک ہے ہری ڈال — دو رنگ کے پھل ہیں سبز اور لال



پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے
انسان کا رنگ و روپ پائے

پھر توڑے اس کے سبز پھل کو
پھل کچھ اسے دے رہیگا کل کو

جس شخص کے پاس یہ ثمر ہو
ہتھیار نہ اس پہ کارگر ہو

لکڑی میں اثر یہ ہے کہ دشمن
بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن

دو ہاتھوں میں لے جو کاندھوں پر سے
اڑتا پھرے جیسے مرغ پَر سے

ٹوپی جو بنا نے چھیل کر چھال
دکھلائی نہ دے نظر کی تِمثال

پتے کی صفت بیاں کیا ہو
دم بھر میں بھرے جراحتوں کو

منہ میں رہے گوند اس کا جب تک
لگتی نہیں بھوک پیاس تب تک’’

تھا ملہم غیب مرغِ گویا
سنتے ہی ادھر چلا وہ جویا

کالے نے جہاں سے کی سیاہی
وہ حوض میں تھا مثال ماہی

طوطا بن کر شجر پہ آکر
پھل کھا کے بشر کا روپ پاکر

پتے، پھل، گوند، چھال لکڑی
اس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی

ہاتھ آ جو گئی عصا کی تاثیر
پرّاں ہوا صورتِ عصافیر

دیکھا ناگاہ کوہ اَلبُرز
اک دیو سیاہ تھا لیے گرز

ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی
عریانی میں پردہ حال کی تھی

اس دیو کے آگے سے بڑھا وہ
سایہ سا پہاڑ پر چڑھا وہ

شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا
بادل سا ہوا کا ہم قدم تھا

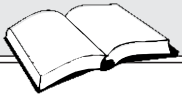
دیکھا جو نہ دیو نے گزارا
پتھر اک اٹھا کے پھینک مارا

وہ سنگ گراں حربہ غول
تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول

لٹھ اس کا پڑا تو وہ ہوا چور
جس طرح عصا سے جام بلور

غُل کر کے زمیں پر آگرا دیو
موجود ہوئے ہزارہا دیو

بادل کی طرح جو اُمڈے دشمن
لاٹھی سے ہوا وہ برق خِرمن



موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جواں کا اِک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا
سُرمہ کیا کوہ پیکروں کا
جی چھوٹ گیا دلاوروں کا

(۵۴) ستارے اور کہکشاں

شب تار میں جب کہ گنبد گردوں ابر و غبار سے صاف ہو ستاروں کا مشاہدہ بہت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے، ہمیں ان کے خوشے نظر آتے ہیں جو خاموشی اور خوشنمائی سے چمکتے ہیں ہم اُن کے نظارے سے کبھی نہیں تھکتے، ان کا مشاہدہ طرح طرح کے خیالات ہمارے دل میں پیدا کرتا ہے، سرسری طور پر دیکھنے سے ہم نہیں جان سکتے، کہ وہ کس چیز سے بنے ہیں؟ کتنے بڑے ہیں؟ ان کی تعداد اور ان کا فاصلہ کس قدر ہے؟

زمانۂ قدیم میں دور بین کی ایجاد سے پہلے ان کو اکب کی نسبت لوگوں کے عجیب خیالات تھے، بعض آدمی اپنے زَعم میں ان کو ذِی روح خیال کرتے تھے جب دور بین شیشہ کے آلات ایجاد ہوئے اور ان آلات کے ذریعہ سے مُہندسین نے ستاروں کا بغور مشاہدہ کیا، تو بہت سے دلاویز حقائق ان کی بابت دریافت ہوئے، جن سے اگلے وقتوں کے لوگ محض ناواقف تھے، اب ہم جانتے ہیں کہ تمام ستارے ایسے ہی دنیا میں ہیں، جیسی کہ زمین ہماری دنیا ہے، بعض ان میں سے بہت ہی بڑے ہیں۔

جب ہم بغیر اِعانت دور بین ستاروں کو دیکھتے ہیں، تو وہ سفید و روشن نظر آتے ہیں؛ لیکن کسی قوی دور بین کے وسیلہ سے مشاہدہ کریں تو مختلف رنگ کے نظر آئیں گے: کوئی زرد، کوئی نیلگوں، کوئی ارغوانی؛ گویا چمن کے اندر گلہائے رنگارنگ شِگفتہ ہیں۔

پہلا خیال ستاروں کی نسبت یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُن کا شمار کیا ہے؟ اگرچہ ظاہراً بے شمار معلوم ہوتے ہیں؛ لیکن محض آنکھ سے جس قدر نظر آتے ہیں وہ چند ہزار سے زیادہ نہیں ہیں، اگر ایک چھوٹی دور بین کی امداد سے دیکھیں، تو بہ نسبت خالی آنکھ کے زیادہ دکھائی دیتے ہیں، اِسی طرح جس قدر بڑی دور بین کا استعمال کریں، اسی قدر بہ کثرت نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی کوئی انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

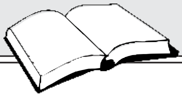


دوسرا خیال ستاروں کی جسامت کے باب میں پیدا ہوتا ہے، وہ دیکھنے میں بہت ہی چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں، بعض تو صرف منور نقطے سے نظر آتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہم سے بہت ہی بعید فاصلے پر ہیں چنانچہ آفتاب اپنی دُوری کے باعث اتنا سا نظر آتا ہے، ورنہ وہ ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے اور بہت سے ستارے ہیں جورات کے وقت ذرا ذرا سے معلوم ہوتے ہیں؛ حالانکہ وہ آفتاب سے بھی قد وقامت میں بہت بڑے ہیں، تیسرا خیال ہمارے دل میں ستاروں کے فاصلے کی بابت پیدا ہوتا ہے، سب سے قریب تر ستارہ ہماری زمین سے قمر ہے؛ لیکن وہ بھی دولاکھ پچاس ہزار میل کا فاصلہ رکھتا ہے، آفتاب 9 کروڑ میل کی دوری پر ہے، بعض ستارے اس قدر فاصلے پر ہیں کہ ان کی دوری ظاہر کرنے کے لیے ہندسوں کا مقرر سلسلہ کافی نہیں ہوتا ان کے فاصلوں کے تصور سے ہماری عقل عاجز ہے۔

چوتھا خیال ستاروں کے مادّہ کے بارے میں پیدا ہوتا ہے، اہل علم نے یقینی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ، کل ستارے ایک ہی مادّہ سے بنے ہوئے ہیں اور ہماری زمین بھی ایک ستارہ ہے، دوربین کے ذریعہ سے جو مشاہدے کیے گئے ہیں، ان سے ثابت ہوا ہے کہ اورستاروں کے گرد بھی ہَوا کا غلاف اسی طرح چڑھا ہوا ہے، جس طرح کرہٗ ارض کے گرد، ان میں بھی ابروسحاب رواں دواں نظر آتا ہے، زُہرہ وعُطارد کے گرد گہری اور کثیف ہَوا لپٹی ہوئی ہے ،حتی کہ صبح اور شام کی شفق بھی زہرہ میں نظر آتی ہے، مرّیخ پر بھی ہوا کا وجود پایا جاتا ہے اور بادل بھی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

الغرض !قدرتِ کاملہ کے عجائبات کاظہور کچھ ہماری زمین پر ہی محدود نہیں ، بلکہ ان تمام دنیاؤں کے اندر جن کو ہم ''ستارے'' کہتے ہیں کیا عجب ہے کہ ہوائیں چلتی ہوں، مینھ کی پھوار یں زمین کو سیراب کرتی ہوں، برف اولا ، پالا، اوس، کہر، سب کچھ ہو صحرا، بیاباں، سبزہ زار موجود ہوں؛ سمندر لہریں مارتا ہو بلند پہاڑوں سے چشمے اور دریا رواں ہوں اور کچھ بعید نہیں کہ قوموں کی آمد ورفت ، دادوستد، جنگ وصلح ،شادی وغم اسی طرح جاری ہو جس طرح ہماری دنیا میں ہے۔

اب ہم مختصر بیان کہکشاں کا کرتے ہیں، جس کو دیکھ کر اکثر بچے سوال کیا کرتے ہیں کہ یہ کیا شے ہے؟ صاف راتوں میں ایک طولانی روشن سحاب ساحتِ آسمان میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے، اسی کو'' کہکشاں'' کہتے ہیں، اگر ہم ایک قوی دوربین سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ سحاب حقیقت میں بے شمار کواکب کا جمگھٹ ہے، وہ ہم سے اس قدر



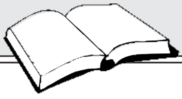
فاصلہ دوراز پر ہیں کہ جُد اجُد المحسوس نہیں ہوتے، وہ تعداد میں اتنے کثیر ہیں کہ جن کا شمار محالات سے ہے۔

نجوم فلکی کا مشاہدہ محض تفریح طبع کے لیے نہیں ہے، بلکہ علماء اور اہل دانش خدائے تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور عظمت کا سبق اس مشاہدے سے حاصل کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ وہ کیونکر ان کو بناتا اور قائم رکھتا ہے۔

(۵۵) اشعار آتشؔ

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا — بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
نہ گورِ سِکندر نہ ہے قبرِ دارا — مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
بہارِ گلستاں کی ہے آمد آمد — خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے
غم و غصہ و رنج و اندوہ حِرماں — ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے — مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے
نہ کسی کو کڑی کہی ہم نے — نہ کسی کو کڑی اٹھائی بات
تازگی فکر کی کبھی نہ گئی — جب سنائی نئی سنائی بات
کہہ گئے تم کنایہ میں کیا کیا — نہ کسی نے تمہاری پائی بات
یہ صدا آتی ہے خموشی سے — منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات
تیرے شیریں کلام کو سن کر — پھر نہ آتش کسی کی بھائی بات
خدا پنہاں ہے عالم آشکارا — نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے
تکلف سے بَری ہے حسنِ ذاتی — قبائے گل میں گل بوٹہ کہاں ہے
سعادت مند قسمت پر ہیں شاکر — ہُما کو مغزِ بادام اُستخواں ہے
شِگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ — قناعت بھی بہار بے خزاں ہے
سر شمع ساں کٹا یئے پر دم نہ ماریے — منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریے
مقسوم کا جو ہے سو وہ پہنچے گا آپ سے — پھیلا یئے نہ ہاتھ نہ دامن پَساریے

طالب کو اپنے رکھتی ہے دنیا ذلیل و خوار
زر کی طمع سے چھانتے ہیں خاک نیاریے



(۵۶) اشعارِ انشا

مجھے رونا آتا ہے شمع سحر پر
کہ بے چاری اب مستعد ہے سقر پر

میرے بھا دیں گلشن میں آتش لگی ہے
نظر کیا پڑے خاک گلہائے تر پر

کہاں تک کروں میں زمانے کے شکوے
مصیبت ہے یوں تو سب اہل ہنر پر

خصوصاً وہ جو وضعداروں میں ہیں یاں
برستا ہے اِفلاس ہی اُن کے گھر پر

پڑا ہنہناتا ہے بن گھاس گھوڑا
ہوئے چار فاقے ہیں پیہم نفر پر

لہرا دیا صبا نے جو کل سبزہ زار کو
دو ہیں گھٹانے گھیر لیا چشمہ سار کو

جوش و خروش رعد نے یہ دھوم دھام کی
ہر گز کوئی کسی کی نہ پہنچا پکار کو

بجلی تڑپ تڑپ کے دکھانے لگی چمک
رونق ہوئی دو چند ہر اِک برگ بار کو

کچھ لکّہ ہائے ابر سفید و سیاہ و سرخ
مستانہ جھوم جھوم چلے کہسار کو

ہم مشرب اپنے چند جواں تھے سو نہر پر
تشریف لے گئے وہ بطوں کے شکار کو

(۵۷) ہَوا اور آسمان

اگر ہَوا نہ ہوتی تو بادل بھی نہ ہوتے، برابر دُھوپ کو دیکھتے دیکھتے اُکتا جاتے، یہ نکھرا نیلا آسمان، جو آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے، ہوا ہی کی رنگت ہے، جو منعکِس ہو کر آنکھ پر پڑتی ہے۔

جو ہَوا کمرے میں بھری ہوتی ہے، وہ نیلی نظر نہیں آتی، کیونکہ وہاں اس کی اتنی مقدار نہیں ہوتی کہ جس کا رنگ آنکھ کو محسوس ہو۔ بعینہٖ یہی حال سمندر کے پانی کا ہے جب اس کو آبخورہ میں لے کر دیکھتے ہیں تو صاف وشفان نظر آتا ہے؛ مگر جب اسی پانی پر گہرے سمندر میں نظر ڈالتے ہیں تو سبز دکھائی دیتا ہے اور یہی اس کی اصلی رنگت ہے۔

یہ تو تم جانتے ہو کہ ہوا پچاس میل اوپر تک پھیلی ہوئی ہے، پس جب ہم پچاس میل کے عمق میں اس کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنے اصلی رنگ میں نیلگوں نظر آتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو گنبد گردوں کالا دکھائی دیتا، کہیں کہیں ستارے ٹمٹماتے ہوئے نظر آتے اور طلوع آفتاب پر بھی سارا جہان ایک خانہ تاریک معلوم ہوتا، اگر ہوا ایسی لطیف ہوتی جیسی کہ تین



میل کے اِرتفاع پر ہوتی ہے،تو سمندر بالکل جم جاتا،نباتات کا پتہ نہ پاتا،خزاں کے بعد بہاراور بہار کے بعد خیزاں کا موسم آتا؛مگرزمین بنجراور سوختہ ہی رہتی، جاندار کا نام نہ ہوتا،ان کی حرکتیں، نادر نادر صورتیں اور یہ کیفیتیں جو،اب نظرآتی ہیں، ہرگز دکھائی نہ دیتیں۔

حیوانات کی بقااور نباتات کی ہستی کے لیے ہوا کا ہونا پُرضرور ہے،اورمخلوقات کے اس گروہ میں جن کی رفتارو گفتاراور کاروبار کا ذریعہ آواز ہے،اس کا ہونالابُد ہے،اور یہ بھی معلوم ہے کہ،اس کے نہ ہونے سے لیل ونہار کے اختلاف اورموسموں کے تغیر وتبدّ ل میں کچھ فرق نہیں آسکتا،تو اس کے سوااور کیا کہہ سکتے ہیں کہ: ہوازمین کے گرد خاص اس حکمت سے پھیلائی گئی ہے کہ،جومخلوق سطحِ اَرض پرآباد ہے،ان کو اِس سے راحت پہنچے، جان ڈالنے والی گرمی بدن میں آئے،معتدل روشنی آنکھوں میں سمائے،ایسی تیز نہ ہوکہ آنکھوں کو پھوڑ دے ایک کی صدادوسرے کے کان تک پہنچ جائے،انسان آپس میں کلام کر کے کام چلائیں اور دل بہلائیں،مرغانِ چمن خوش آئند نغمے گائیں، سمندرکا پانی جمنے نہ پائے،بادِمرُاداِس میں کشتیاں چلائے،ملک ملک کے باشندوں کوملا کرشیروشکر بنائے،ایک اِقلیم کے آدمی دوسری اِقلیم کے آدمیوں سے فیضیاب ہوں۔

(۵۸)مبادلہ

اکثرملکوں کے درمیان مبادلہ ہوا کرتا ہےجس کوتجارت کہتے ہیں،اس طریقے سے خلق اللہ کو بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے؛ کیونکہ بعض ممالک میں وہ اشیا پیدا ہوتی ہیں جودوسرے ملکوں میں نہیں ہوتیں،پس مبادلے کے ذریعہ سے ہرملک کواورسب ملکوں کی پیداوار میسرآسکتی ہے۔

انگلستان میں کپاس پیدانہیں ہوتی جو ہندوستان اورامریکہ کی سرزمین میں بہ کثرت ہوتی ہے،پھرسوت کاتنے اور پارچہ بافی میں ہندوستان اورامریکہ کوایسا ملکہ نہیں جیسا کہ انگلستان کو ہے؛ کیونکہ اہل انگلستان اس قسم کے کاموں میں زیادہ ترمزاوَلت اورمہارت رکھتے ہیں اوران کے پاس عمدہ کلیں بھی ہیں؛پس بہتر یہ ہے کہ روئی، ہندوستان اور امریکہ سے انگلستان کوبھیجی جائے اوراس سے جو پارچہ تیار ہو،اس میں سے روئی کی قیمت کے مطابق ان دونوں ملکوں کوبھیجا جائے،اس طریقے کے جاری رہنے سے تینوں ملکوں کواپنی اپنی احتیاج کے موافق پارچہ میسر ہوسکے گا۔



اسی طرح چائے چین میں، شکر ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں انگلستان میں پیدا نہیں ہوتیں، اِسی طور پر نارنگی ملک پرتگال اوران ملکوں سے جو یورپ کے جنوبی سمت میں واقع ہیں، انگلستان کو لے جاتے ہیں اور یہ سب چیزیں چاقو، قینچی اور پارچہ کے مبادلہ میں انگلستان کو ملا کرتی ہیں؛ کیونکہ انگلستان کے لوگ چین و ہندوستان اور پرتگال والوں کی نسبت ان سب اشیاء کو بہتر اور ارزاں بنا سکتے ہیں، پس مبادلہ کی بہ دولت ہر فریق کو اپنی اپنی خواہش کے مطابق ہر چیز بہم پہنچ سکتی ہے۔

(۵۹) نوشیروانِ عادِل

ملوکِ فارس میں جمشید، فریدوں اور دارا؛ جاہ وحشمت اور شان وشوکت کے لیے مشہور ہیں؛ مگر جس تعظیم ومحبت کے ساتھ ''نوشیرواں'' کا نام لیا جاتا ہے، وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی، جس طرح رُستم کی شجاعت، حاتم کی سخاوت، قارون کا بُخل، شہرہ آفاق ہے، اسی طرح نوشیرواں کی عدالت ضرب المثل ہے، اس کا زمانہ آغازِ اسلام سے کچھ ہی پہلے تھا، جس کو ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہوئے۔

مولوی نظامی نے اس بادشاہ کی ایک حکایت لکھی ہے: جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں اس کو رِعایا پرَوری کی طرف کچھ توجہ نہ تھی اور اس کے ملک کی حالت خراب وخستہ ہو رہی تھی۔

وہ لکھتے ہیں کہ: ایک روز نوشیرواں نے شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور سوائے وزیر کے کوئی اس کے جِلَو میں نہ رہا، بادشاہ نے دیکھا کہ ایک ویرانہ گاؤں کی دیوار پر دو چڑیاں بیٹھی ہوئی چہچہا رہی ہیں، اس نے وزیر سے پوچھا کہ: ''یہ کیا کہتی ہیں؟'' وزیر دانا نے اس موقع کو اپنے آقا کی نصیحت کے لیے نہایت مناسب پایا، اور کہا: ''اگر حضور غور وتامل سے سنیں اور عبرت حاصل کریں، تو ان طائروں کی گفتگو بیان کرتا ہوں۔

ان چڑیوں نے آپس میں اپنے بچوں کی شادی کی ہے، ایک ان میں سے چاہتی ہے کہ ویران گاؤں مجھ کو دے، دوسری کہتی ہے خدا ہمارے بادشاہ کے دم قدم کو سلامت رکھے! میں تجھ کو ہزاروں ویران گاؤں بخش دوں گی''، وزیر کی یہ نصیحت بادشاہ کی طبیعت پر ایسی موثر ہوئی کہ اس نے دادگستری اور رعایا پرَوری کا عزم مصمّم اپنے دل میں کر لیا اور اس کو آخر عمر تک نباہا۔



ایک حکایت اس بادشاہ کی شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ادنیٰ اُمور میں بھی عدل کے قاعدوں کو ملحوظ رکھتا اور انصاف کی پابندی کرتا تھا، چنانچہ جب صید گاہ میں اس کو نمک کی ضرورت ہوئی تو قریب کے گاؤں میں غلام بھیجا؛ مگر اس کو سخت تاکید کی کہ، قیمت دے کر لانا، غلام نے کہا کہ: ''ذرا سے نمک دینے میں رعایا کو کیا مضرت پہنچے گی!''، بادشاہ نے کہا: کہ ایک بُری رسم پڑ جائے گی، اور جو بڑے بڑے ظلم دنیا میں ہورہے ہیں، وہ شروع میں ایسے ہی خفیف تھے۔

اس کے عدل وداد کی حکایتوں میں سب سے زیادہ دلچسپ اُس پیرزال کا قصہ ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ اپنا چھونپڑا فروخت کرنا منظور نہ کیا، بات یہ تھی کہ: بادشاہ نے ایک اِیوان عالیشان تعمیر کرایا تھا اس کے ایک گوشے کی کجی بغیر اس کے دور نہیں ہوسکتی تھی کہ بڑھیا کی زمین بھی اس میں شامل کرلی جائے، ہر چند بڑھیا سے درخواست کی گئی اور اس کو بہت بڑے معاوضہ کی طمع دِلائی گئی، مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئی، غرض بادشاہ کو اپنی غریب ہمسائی کی پاسِ خاطر سے اپنے محل کا نقص چار و ناچار گوارا کرنا پڑا۔ لیکن دانشمندوں کے نزدیک اس کے ایوان کا یہ عیب ہزار خوبیوں سے بہتر تھا، جس کی وجہ سے اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

(۶۰) مہابھارت

کتاب مہابھارت میں مرقوم ہے کہ زمانہ قدیم میں راجہ بھرت فرماں روائے ہستنا پور تھا، اُسی کے نام سے ہندوستان بھرت کھنڈ کہلاتا ہے، مدت دراز تک اس کے خاندان نے سلطنت کی اسی سلسلہ میں دھرت راشٹر اور پنڈ دو بھائی تھے، بڑا بھائی نابینائی کے سبب سے محروم رہا اور چھوٹا سریرآرائے سلطنت ہوا، دھرت راشٹر کے ایک سو ایک بیٹے ہوئے جن میں بڑا جرجودھن تھا اور یہ گروہ ''کوروں'' کا کہلاتا ہے۔ پنڈ کے پانچ فرزند تھے: جدھشٹر، بھیم، ارجن، نکل، سہدیو، اور یہ پانچوں ''پانڈوں'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

جب پنڈ نے رحلت کی تو دھرت راشٹر جانشین ہوا، کچھ عرصے میں پانڈوں بھی جوان ہوگئے اور علم وہنر میں کمال حاصل کیا، چچا نے جدھشٹر کو ولی عہد بنایا، جرجودھن نے حسد کے مارے خودکشی کا ارادہ کیا، ناچار باپ نے نصف ملک اس کو دیدیا اور بھتیجوں کو ان کی ماں سمیت شہر برنادہ میں بھیج دینا مصلحت جانا؛ مگر جرجودھن کے بغض وعِناد نے



وہاں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا، ان کے محل میں آگ لگائی گئی؛ مگر وہ ایک نقب کی راہ سے صحیح وسالم نکل گئے اور زاہدانہ لباس میں صحرانوردی اختیار کی۔

قضارا انکا گزر راجہ درو پد کے پائے تخت شہر کنپلہ میں ہوا، جہاں راجہ کی بیٹی کے سوئمبر کی دھوم دھام ہورہی تھی، میدان میں ایک بلند لکڑی پر طلائی مچھلی نصب کی گئی تھی کہ جو ہنرمند اپنے تیر سے اس کو گرادے وُ ہی درو پدی کے شوہر ہونے کا فخر حاصل کرے۔

اگر چہ دور دور کے فرماں روا اور چتر سورما اس مجمع میں حاضر تھے، لیکن ناکامی کے خوف سے کسی کو شرط کے بجا لانے کی جرات نہ ہوتی تھی، یہ پانچوں بھائی برہمنوں کی صف میں کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ یکا یک ارجن کی رگوں میں چھتری خون نے جوش مارا اور وہ صفوں کو چیر پھاڑ کر آگے بڑھا اور بھاری کمان کو اٹھا تیراندازی کا ارادہ کیا، پر بہنوں کے گروہ نے دُہائی دی کہ ''خبردار! او نادان برہمن زادے! ایسی دلیری نہ کر''؛ مگر اس جواں مرد نے ایسا تیر مارا کہ مچھلی گر پڑی اور گروہ خلق نے آفریں کا نعرہ بلند کیا۔

الغرض! بہ موجب شرط کے پانچوں بھائی نوعروس کو ساتھ لیے اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب راجہ دَرُوپد کو اُن کی شرافت کا حال معلوم ہوا تو جو ملال اس کے دل میں پیدا ہوا تھا، رفع ہو گیا۔

آخر کار یہ خبر ہستنا پور میں پہنچی، دھرت راشٹر نے بھتیجوں کو طلب کیا اور نصف سلطنت ان کو دیدی، شہر اندر پرست، دارالحکومت قرار پایا اور بڑا بھائی جدھشٹر مسندِ ریاست پر بیٹھا، اس طور سے کچھ مدت عیش و آرام کے ساتھ بسر ہوئی تھی کہ جر جودھن کے دل میں پھر کینہ دیرینہ تازہ ہوا اس نے جدھشٹر کو ہستنا پور میں بُلا کر قمار بازی کی محفل آراستہ کی اور دَغا سے اس کا کل ملک و مال جیت لیا۔

انجام یہ ہوا کہ پانچوں بھائی مع دَرُوپدی کے بارہ سال کے لیے جلاوطن کیے گئے، یہ میعاد ختم ہوئی تو پانڈوں نے اپنے ملک موروثی کی خواہش کی، جر جودھن نے صاف انکار کیا، تب انھوں نے کہا کہ: ''صرف پانچ مقام کیتھل، کرنال، اندری، برنادہ اور اندر پرست ہماری بسر اوقات کے لیے چھوڑ دے ورنہ ہم اپنا حق بزورِ شمشیر لیں گے''۔

جر جودھن نے صلح پر جنگ کو ترجیح دی اور اپنے رفیق راجاؤں کو اِعانت کے واسطے طلب کیا، جدھشٹر نے بھی اپنے عزیزوں اور دوستوں سے کمک چاہی، تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار لشکر طرفین کے معاونوں کا تھانیسر کے میدان میں آکر جمع ہو گیا، ہندوستان کے گُنی گیانی، سورما، پہلوان، راجہ مہاراجہ، سبھی اس معرکۂ عظیم میں شریک



ہوئے، کوئی کوروں کی طرف ہوکر دادِ شجاعت دیتا اور کوئی پانڈوں کی جانب سے جوہرِ مردانگی دکھاتا تھا، اٹھارہ روز تک ہنگامہ کارزار گرم رہا، بڑے بڑے نامی گرامی جنگ آور اور اہل فضل و ہنر کام آئے، انجام کار پانڈوں کو فتح و فیروزی نصیب ہوئی اور کوروں میدان جنگ میں قتل کیے گئے۔

(۶۱) روضہ تاج محل

شاہجہاں کی عمدہ عمارتوں میں سے یہ مقبرہ بھی ہے، جس کی خوبی کو دنیا کی کوئی عمارت نہیں پہنچی، مصالح کی عمدگی اور نقشہ کی پاکیزگی نے وہ عجیب رونق پیدا کی ہے کہ، یورپ و ایشیا کی تمام مشہور عمارتوں سے یہ مقبرہ سبقت لے گیا ہے۔

جس کے نام سے یہ مقبرہ معروف و مشہور ہے، وہ شاہجہاں کی بیگم ممتاز محل تھی، عوام الناس نے لفظ ممتاز کو تاج بنا لیا اور اب یہی لفظ عام و خاص کی زبانوں پر جاری ہے، بعد رِحلت کے شاہجہاں بھی اسی مقبرہ میں مدفون ہوا، چنانچہ شاہ و بیگم دونوں کی تربتیں پہلو بہ پہلو ہیں۔

آگرہ کی شرقی جانب میں دریائے جمن کے دائیں کنارہ پر یہ عمارت واقع ہے۔ سنگ مرمر کے مربع چبوترے پر اصل مقبرہ بشکل مثمن تعمیر ہوا ہے اس کے اوپر نہایت شاندار قُبّہ ہے، چبوترے کے چاروں گوشوں میں چار مینار نہایت بلند اور خوبصورت بنے ہوئے ہیں، ان کے اندر مار پیچ زینہ بنایا ہے، تمام عمارت سنگ مرمر کی ہے، جس کو جلا کر کے مثل آئینہ کے چمکا دیا ہے۔

اندرونی جانب میں کہیں تو ابھرے ہوئے بیل بوٹے سنگ مرمر میں تراشے ہیں، جن کے دیکھنے سے ایسا شبہ ہوتا ہے۔ گویا پتھر کو قالب میں ڈھال دیا ہے، کہیں رنگا رنگ بیش قیمت پتھروں کو سنگ مرمر میں وصل کر کے گل بوٹے بنائے ہیں، زبرجد، زُمرُّد، یَشب، عقیق، وغیرہ اِس خوبی سے کام میں لائے گئے ہیں، کہ اِن سے پھول پتوں کا اصلی رنگ ظاہر ہوتا ہے، بعض مبصروں کا قول ہے کہ: ایک ایک بوٹا سو، سو ٹکڑوں سے مرکب ہے اور ہر ٹکڑا بہ قدرِ مناسب تراشا گیا ہے۔

وہ خاص خوبی جس کی بدولت یہ عمارت دنیا کی عمارتوں میں فائق ہے، یہ ہے کہ اس کے بیل بوٹوں کی ساخت



میں غایت درجے کا تناسب اوران کے رنگوں میں نہایت درجے کی موزونی ہے،غرض! عمارتوں کی خوش اسلوبی اور گلکاری کی لطافت دیکھنے والوں کے دل پر ایسا عجیب اثر پیدا کرتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

مقبرے کے غربی جانب میں مسجد اور شرقی سمت میں تسبیح خانہ ہے، یہ دونوں عمارتیں ہم شکل ہیں اور سنگ سرخ سے بنی ہیں، جنوبی طرف میں ایک نہایت عالیشان دروازہ ہے اس کے پہلوؤں میں سنگ سرخ کے دالان دور تک چلے گئے ہیں، اس کی عمارت بھی قابلِ دید ہے، اس دروازے سے مقبرے تک حوض ہے اور اطراف حوض کی تمام زمین باغ وچمن سے آراستہ اور سرسبز وشاداب ہے۔

(۶۲) زِراعت

(۱) زراعت اور اَقسامِ زراعت

اب ہم کو براہ کرم یہ بتا دیجیے کہ فن زِراعت کیا چیز ہے؟ اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟ اور کتابوں میں زِراعت کے سبق کیوں لکھے گئے ہیں؟

سنو! فنِ زِراعت کھیتی کا کام ہے جس سے ہم کو یہ دریافت ہوتا ہے کہ اپنے لیے اشیائے ضروری زمین سے کیوں کر پیدا کریں! کتابوں میں یہ سبق اس لیے لکھے گئے ہیں ؛ تا کہ تم سمجھو کہ زِراعت کرنا انسان کے لیے کیسا ضروری کام ہے! جس کے بغیر چارہ ہی نہیں، اگر ہم میں سے کوئی زراعت نہ کرے، تو اناج جس پر ہماری زندگی مخصر ہے اور کپاس جس سے ہم لباس تیار کرتے ہیں، ان کے علاوہ اور بہترین چیزیں جن کی ہم کو حاجت ہے کیونکر میسر آئیں۔

زِراعت کی دوقسمیں ہیں: ایک کو زِراعت عملی کہتے ہیں اور دوسری کو زِراعت علمی۔

زِراعت عملی کسے کہتے ہیں؟ اور اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟ عمل کے معنی ہیں: ہاتھ سے کام کرنا۔ پس زمین کو جوت بوکر پیداوار حاصل کرنا زراعتِ عملی ہے، اس سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کاروبارِ زِراعت کیا کیا ہیں؟ اور اس کو کس طرح کرنا چاہیے؟ اسی کو ''فن زِراعت'' بھی کہتے ہیں۔

زِراعت علمی کس کو کہتے ہیں؟ اور اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟ علم کہتے ہیں جاننے کو، پس زِراعت کے



بھیدوں کو جاننا زِراعت علمی ہے اوراس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم صرف اور تھوڑی سے تھوڑی محنت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار کیونکر حاصل کی جائے؟ اور زمین کی قوت پیداوار کو بھی کوئی مستقل نقصان نہ پہنچنے پائے، اس کو زِراعت عقلی بھی کہتے ہیں، کیونکہ علم زِراعت کا جاننے والا سب کام عقل اور سمجھ سے کرتا اور اپنے روپیہ محنت اور صرف کونقصان سے بچاتا ہے، جواس کا اصلی منافع ہے۔

علم زِراعت کا جانے والا زِراعت کو تجارت کے اصول پر کرتا ہے؛ اس لیے اس کو محنت اور وقت صرف کرنے کا فائدہ مثل تاجروں کے ہوتا ہے۔

زِراعت کے سب کام ہاتھ سے کرنے کے ہیں، سیکھنے والا جب تک زِراعت کے کاموں کو اپنے ہاتھ سے نہ کرے گا، نہ تو ان کو بہ خوبی سمجھ سکتا ہے نہ نقصان سے بچ سکتا ہے، اور بغیر علم زِراعت کے جانے ہوئے نہ تو ان کے بھیدوں سے واقف ہوسکتا ہے، نہ اپنی زِراعت سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے، یاد رکھو! زِراعت سے پورا فائدہ زِراعت کرنے والے کو جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس کو علم بھی حاصل ہو اور زِراعت کے سب کاموں کو فائدے کے ساتھ ہاتھ سے کرنا بھی سیکھا ہو۔

نوٹ: انسان کی زندگی جن چیزوں پر ہے وہ زیادہ تر زِراعت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اگر زِراعت نہ کی جائے یا کھیتوں میں کچھ پیداوار نہ ہو تو دنیا کے سب کام درہم برہم ہو جائیں اور انسان دنیا میں باقی نہ رہیں۔ ایک سال بارش ہونے سے قحط پڑ جاتا ہے۔ تو ہزاروں آدمی مرجاتے ہیں۔ غرض زِراعت انسان کا خاص کام ہے اور زِراعت کے کام جب تک ہاتھ سے کر کے نہ سیکھے جائیں۔ ان کی صحت و غلطی اور باریکیاں سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ کوئی کام ہونا سمجھ، جاہل سے، ذی علم اچھا کرتا ہے۔ تو زِراعت کرنے کے لیے بھی علم زِراعت کا جاننا پُرضرور ہے۔

(۲) زِراعت کے کام اوران کے فائدے

اب یہ بتائیے کہ زِراعت کرنے والے کو کیا کیا کام کرنے چاہییں جن سے اس کو فائدہ ہو؟

اول تو زِراعت کرنے والے کو علم زِراعت حاصل کرنا واجب ہے؛ تاکہ جو کام کرے سمجھ کر کرے پھر ہر کام کو ہاتھ سے کر کے سیکھے تاکہ بہ خوبی سمجھ میں آجائے اور ایسی اَجناس پیدا کرے جو اچھی سے اچھی قیمت پر بکیں اور زیادہ سے زیادہ نفع اس کو حاصل ہو۔



اہل زِراعت کوایسے جانور بھی پالنے چاہییں جن کی فروخت سے منفعت ہو،اور کھیتوں کے لیے کھاد ملے۔ ایسی چیزیں بھی بونی چاہیں جن سے ان کی پرورش بہ خوبی ہو سکے، جانوروں کے امراض کی پہچان اوران کا علاج بھی سیکھنا چاہیے؛ تاکہ ان کے جانور صحیح وتندرست رہیں، ترقی نسل کے قاعدوں کا جاننا بھی ضروری ہے ؛ تاکہ ایسے بچے پیدا ہوں جو جوان ہوکر اچھا کام دیں یا عمدہ قیمت پر بکیں۔

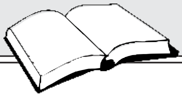
اہل زِراعت کو کون کون سے جانوروں کو پالنا سودمند ہے؟ ایک تو بیل پالنے چاہییں ،جن کے بغیر زِراعت کا کام ہی دشوار ہے، اچھی نسل کی بھیڑیں بھی پالنی چاہییں جن کی اُون اچھی قیمت سے بکے، دودھار گائیں بھینسیں اور بکریاں بھی پالے جن سے دودھ مکھن اور گھی بہ اِفراط ملے، اصیل ذات کی گھوڑیاں پالے تاکہ عمدہ بچھیرے پیدا ہوں، ایسے پرندے بھی پالنے لازم ہیں جو زِراعت کے کیڑے کھائیں اوراس کونقصان سے بچائیں، اپنی بیٹ سے فائدہ پہنچائیں، کیوں کہ پرندوں کی بیٹ سب کھادوں سے عمدہ کھاد ہے۔

سرد خطوں میں زِراعت کرنے والے ریشم کے کیڑے بھی پالتے اوران سے ریشم پیدا کرتے ہیں، بعض ممالک کے اہل زِراعت تالابوں میں مچھلیاں پالتے اوران کی نسل بڑھاتے ہیں، علاوہ بریں شہد کی مکھیاں پالنا اور شہد پیدا کرنا، پھلواریاں لگانا، پھولدار اور سایہ دار درخت بُونا بھی اہل زِراعت کے کام ہیں۔

یہ بتائیے! زِراعت کرنے والا کون کون سے چارے اپنے جانوروں کے لیے بُوئے؟

سب سے بہتر چارہ جَوار ہے، جس کی کُڑبی جانور رغبت سے کھاتے ہیں، ایک دفعہ بیج بوکر چار بار چارہ کاٹ سکتے ہیں، گُوار بھی عمدہ چارہ ہے، جس کو ہر فصل میں بو سکتے ہیں، دُوب گھاس بھی کھیتوں میں بُونی چاہیے، اور بھی چند قسم کے چارے ہیں، جن کو زِراعت کرنے والا بوسکتا ہے، اِن کے سوا جَو، اَرہر، چنا، مٹر اور گیہوں کا بھوسہ، جوار اور مکّا کی ہری کڑبی، کپاس کا بنولہ، تلہن کی پھلیاں جانوروں کے لیے بہت عمدہ غذائیں ہیں، غرض! زِراعت کرنے والے کو فائدہ اِسی صورت میں ہوتا ہے کہ اپنی پیداوار کی کڑبی اور بھوسے کو بیچ نہ ڈالے؛ بلکہ اپنے جانوروں کو کھلائے اوران کے دودھ سے، اُون سے، بچھڑوں سے، گوبر سے سب سے فائدہ اٹھائے۔

نوٹ: زِراعت کرنے والے کو وہ اجناس بونا چاہییں جن کی زیادہ مانگ ہو اور گراں قیمت سے بکیں، جانوروں کا پالنا اوران کی پیداوار سے فائدہ اٹھانا یہ بھی زِراعت کرنے والے کا خاص کام ہے، صرف زمین جوت کر اور بیج بوکر بہت سا غلہ پیدا کرلینا ہی اس کا کام نہیں اور نہ اس طرح اس کو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ زِراعت کے لیے روپیہ بھی چاہیے؛ مگر سب سے زیادہ محنت توجہ اور مجھ کی ضرورت ہے تاکہ کم سے کم صرف میں زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو۔



(۳) زمین اور اس کی اصلیت

یہ تو تم نے پڑھا ہے کہ: زمین مٹی سے بنی ہے اور مٹی پرانے اور گھسے ہوئے پتھروں کی خاک ہے؛ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پتھروں کی خاک ہے، مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پتھر جیسی سخت چیز کیوں کر ٹوٹتی، گھستی اور ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

پتھر حرارت، پانی اور ہوا کی قوتوں سے، جن کو ''قدرتی قوتیں'' کہتے ہیں، ٹوٹتے، گھستے اور خاک ہوتے ہیں۔ حرارت سے جب پتھر گرم ہو اور یکا یک اس کو سردی پہنچ جائے تو فوراً پاش پاش ہو جاتا ہے، تم پتھر کو خوب تپا کر اس پر پانی ڈال دو، پھر دیکھو کیسا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، اسی طرح جب تیز دھوپ سے چٹانیں گرم ہوتی ہیں اور اُن پر پانی برس پڑتا ہے یا دن بھر تو تپیں کڑی دھوپ میں اور رات کو لگے ٹھنڈک تو وہ ٹوٹ جاتی ہیں، غرض! ایسے ہی پے در پے تغیرات ان کے پرخچے اڑا دیتے ہیں۔

پانی جب پہاڑوں، چٹانوں یا پتھروں پر بہتا ہے، تو اس کی رگڑ سے پتھر گھستے اور کٹتے ہیں اور پانی کی رَو میں ٹکرا کر ٹوٹتے اور ریزہ ریزہ ہوتے ہیں، پانی جب پتھر میں جذب ہوتا ہے تو اس کے اوپری حصے کو پھلا کر نرم کر دیتا اور اس کے بعض اجزا کو مثل شکر یا نمک کے گھول گھال کر اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے، پانی جس وقت چٹانوں کی دراڑوں میں سردی پا کر برف بنتا ہے، تو پھیلتا ہے، اس کا پھیلنا چٹان کو توڑ ڈالتا ہے۔

ہوا کی رگڑ اور ان چیزوں کے اثر سے جو ہوا میں شامل ہیں، پتھر گھستے اور مٹیاں مہین ہوتی ہیں، کیڑے مکوڑے بھی پتھروں کی فرسودگی کا باعث ہیں؛ کیونکہ یہ پتھروں کے اکثر اجزا کھاتے اور اپنے رہنے کو بِل بناتے ہیں، ان بلوں کی وجہ سے ہوا اور پانی کو پتھروں میں داخل ہونے کا راستہ مل جاتا ہے، درختوں کی جڑیں بھی پتھروں میں پھیل کر ان کو توڑتی پھوڑتی ہیں۔

نوٹ: حرارت، ہوا اور پانی بھی زِراعت کے لیے بہت ضروری چیزیں ہیں، ان قدرتی قوتوں سے صرف یہی فائدہ نہیں کہ پتھر فرسودہ ہوتے ہیں؛ بلکہ زمینوں میں قوت پیداوار بھی انہیں کے اثر سے آتی ہے، کھیت کی مٹی اُکھڑ ٹوٹ کر جس قدر زیادہ ہوا اور دھوپ میں رہے گی، اُسی قدر اس میں قوتِ پیداوار زیادہ ہوگی جوتائی کا اصل منشاء یہی ہے کہ کھیت کی جمی ہوئی مٹی کو جس میں ہوا اور گرمی کا گزر نہیں ہوسکتا، توڑ پھوڑ کر ہوا اور دھوپ میں لائیں۔



ان ہی قدرتی قوتوں کی تاثیرات سے پہاڑوں کی چٹانیں، سنگیں عمارتیں، اینٹ اور چونے کی پختہ دیواریں پرانی ہوتی اور گرتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ ان پر گھانسیں جمتی اور درخت پیدا ہو جاتے ہیں، اِن کی پیدائش، اُن کی بربادی کا سبب ہوتی ہے، اسی طرح مٹیاں؛ حرارت ہوا اور پانی کے اثر سے ٹوٹتی پھوٹتی اور ملائم ہو کر رَس پر آتی ہیں۔

(۴) زمین اور اس کی قسمیں

تم پڑھ چکے ہو کہ: پتھر پرانے ہوتے اور گھس گھسا کر مٹی بن جاتے ہیں، اتنا اور یاد رکھو کہ، یہ مٹی یا تو اسی مقام پر رہتی ہے جہاں وہ بنی ہے یا پانی اس کو اونچے مقامات سے نشیب میں بہا لاتا ہے اور وہاں تہ بہ تہ جمع ہوتی رہتی ہے۔ سب سے اوپر والی تہ جس قدر بُونے کے لیے ہل سے توڑ کر ہوا اور دھوپ میں لائی جاتی ہے، اس کو بالائی مٹی یا صرف مٹی کہتے ہیں، باقی جمی ہوئی مٹی جو ہل کے نیچے رہتی ہے، اس کو زیرین مٹی یا نیچے کی میٹی بولتے ہیں۔

اب یہ بتایئے کہ، مٹی میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں؟ اچھی مٹیاں جو زوردار کہلاتی ہیں، ان میں بہت سی چیزیں شامل ہوتی ہیں؛ مگر تم کو صرف ان چیزوں کا نام بتاتے ہیں، جو بہت ضروری ہیں:

بالو : جو دریاؤں کے کنارے زیادہ ہوتی ہے۔

چکنی : جس سے مکان پوتتے ہیں۔

چونا : جس سے پختہ مکان بنائے جاتے ہیں۔

کھار : جو راکھ میں زیادہ ہوتا ہے۔

شورہ : جو لونا مٹی میں بہت ہوتا ہے۔

لوہا : جو زنگ یا مورچہ کی صورت میں ہوتا ہے۔

اگیا : وہ چیز ہے جو دیا سلائی میں چمکا کرتی ہے، یہ ہڈیوں میں زیادہ ملتی ہے۔

الغرض! یہ ساتوں چیزیں پودے کی غذا کے لیے ضروری جزو ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی کسی زمین میں نہ ہو تو اس پر پودا یا تو پیدا ہی نہ ہوگا اور جو پیدا ہو بھی گیا تو پھول پھل نہ لائے گا۔

مٹیوں میں سیاہ رنگ کی ایک چیز اور ہوتی ہے جو نباتات، حیوانات اور ان کے فضلوں کے سڑنے سے بنتی ہے، اس میں پودوں کی خوراک کی سب چیزیں ہوتی ہیں، پودے کی غذا (کھاد) درحقیقت یہ ہی چیز ہے، یہ سب چیزیں



علیحدہ علیحدہ اپنی اصلی حالت میں زِراعت کے لیے محض بے کار ہیں؛ مگر جب آٹھوں آپس میں اچھی طرح مل جاتی ہیں۔تو وہ مٹی بنتی ہے جس کو ''کھتار'' یا ''مزروعہ'' مٹی کہتے ہیں؛ کیونکہ اس مٹی میں جملہ اقسام نباتات کے پرورش کرنے کی قوت ہوتی ہے، جن مٹیوں کے اندران آٹھ میں سے ایک چیز بھی بہت کم یا بہت زیادہ ہوتو اسے ''اوسر'' کہتے ہیں۔

(۵) ہل اوراس کی قسمیں

بتاؤ! ہل کیا چیز ہے؟ ہل جوتنے اور بونے کا آلہ ہے۔

ہلوں کی قسمیں، ان کے نام اوران کی پہچان بھی بتادیجیے۔

ہل دوقسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو ہمارے دیس کے ہیں، ان کو دیسی ہل کہتے ہیں، یہ ہل لکڑی کے ہوتے ہیں، صرف پھاڑ لوہے کی ہوتی ہے، دیکھو یہ دیسی ہل ہے۔

دوسری قسم کے ہل وہ ہیں جواور دیس کے ہل دیکھ کراب بنائے گئے ہیں، یہ ہل لوہے کے ہوتے ہیں، ان میں ایک پرزہ زیادہ ہوتا ہے جس کو سینہ کہتے ہیں، یہ ترقی دادہ ہل کہلاتے ہیں۔

اب یہ فرمایئے کہ ان میں سے کونسا ہل اچھا ہے؟ دیسی یا ترقی دادہ؟ ان سب میں ترقی دادہ ہل اچھا ہے۔ترقی دادہ ہل میں خوبیاں کیا ہیں؟ ترقی دادہ ہل آٹھ انگل سے بھی زیادہ گہری اور ایک بالشت چوڑی کونڑ بناتا ہے، جس کی گہرائی یکساں ہوتی اور مٹی ٹوٹ کر ایک طرف گر جاتی ہے، دیسی ہل کی کونڑ چار چھ انگل گہری اوپر سے آٹھ انگل چوڑی اور نیچے سے پتلی ہوتی ہے، مٹی ٹوٹ کر آدھی ادھر آدھی ادھر اسی کونڑ میں گر جاتی ہے، سخت زمینوں کی جوتائی ترقی دادہ ہل سے بہ آسانی ہوتی ہے؛ جوار، مکئی، اَرہر اور تِل کی ٹھونٹیاں بہ خوبی اکھڑ جاتی ہیں، دیسی ہل ان کو نہیں اکھیڑ سکتا ترقی دادہ ہل کی ایک جوتائی دیسی ہل کی تین جوتائیوں کے برابر ہوتی ہے، کیونکہ اسکی کونڑ چوڑی اور یکساں بنتی ہے۔

نوٹ: ہمارے ملک کے لیے وہی زمینیں اچھی ہیں، جن کی مٹیاں نہ تو بہت چمڑی اور سخت ہوں کہ ان کے کمانے اور تیار کرنے کے لیے محنت اور صرف زیادہ چاہیے۔ نا ایسی بُھر بُھری ہوں کہ ان میں پانی اور کھاد نہ ٹھہرے اور بار بار دینے کی ضرورت ہو؛ بلکہ وہ ایسی ہوں کہ زیادہ پانی جذب کریں اور زیادہ دنوں تک اس کو روکے رہیں، یہ وصف ان ہی مٹیوں میں ہوتا ہے، جن میں کھاد خوب ہو اور جن کی بالائی اور زیرین دونوں مٹیاں اچھی ہوں۔



دیسی ہل کوتو دو بیل کھینچتے ہیں، ترقی دادہ ہل کے کھینچنے کو کتنے بیل چاہیے ہوں گے؟ ترقی دادہ ہل کو اچھے دو بیل کھینچ سکتے ہیں، بیلوں کو جتنا زور دیسی ہل کے کھینچنے میں کرنا پڑتا ہے، اُن سے کسی قدر زیادہ ترقی دادہ ہل کے لیے چاہیے، اِس کی آزمائش یوں ہوسکتی ہے کہ ان دنوں ہلوں کی ہریسوں میں ہاتھ بھر کی ایک ایک رسی باندھ دو اور بہ جائے بیلوں کے آدمیوں سے کھینچوا کر کھیت جوتو، اُس وقت معلوم ہو جائے گا کہ جتنا زور آدمیوں کو دیسی ہل کے کھینچنے میں پڑتا ہے تقریباً اسی قدر زور ترقی دادہ ہل کے کھینچنے کو چاہیے؛ مگر ترقی دادہ ہل اس سے دُگنا بلکہ تِگنا کام دے گا۔

(۶) جوتائی اور میائی

جوتائی کس کو کہتے ہیں؟

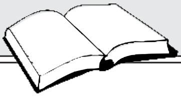
کھیت کی جمی ہوئی مٹی کو ہل چلا کر اکھیڑ دینا جوتائی ہے۔

ہل سے کیونکر جوتائی کرتے ہیں؟ دو بیلوں کے کندھے پر ماچی رکھی اور ماچی میں دو یا تین پھیر رستی کے ڈال کر لچھا بنایا، پھر اس رسی میں سے ہریس کا سرا ہرینی سمیت اُس پار نکال دیا تو ہل بیلوں کی جوت کے ساتھ اٹک جائے گا۔

ہل کی مٹھیا ہاتھ میں پکڑ لی اور ہل کو نوک کے بل زمین پر کھڑا کیا بیلیوں کو سیدھا ہانکا، بیلوں کے زور لگانے سے ہل کی پھاڑ زمین میں دھنسے گی اور ان کے چلنے سے زمین کو پھاڑتی اور مٹی کو توڑتی آگے بڑھے گی، اسی طرح کھیت میں چھ انگل گہری اور آٹھ انگل چوڑی کونڑ بن جائے گی، سارے کھیت میں کونڑیں بنا لینے سے جوتائی پوری ہو جائے گی، کئی بار آڑا اور کھڑا جوتنے سے کھیت بیج بونے کے لیے تیار ہو جائے گا۔

کھیت کیوں جوتے ہیں؟ اور جوتائی کیسی ہونی چاہیے؟ کھیت اس لیے جوتتے ہیں کہ کھیت کی مٹی اکھڑ کر لوٹ جائے؛ تاکہ ہوا اور دھوپ کا اثر اس پر ہو اور وہ پھول کر رَس پر آجائے۔ کھیت کی جوتائی ایسی ہونی چاہیے کہ سارے کھیت کی مٹی آٹھ انگل سے زیادہ گہری اور یکساں اکھڑے۔

نوٹ : ''ہل'' جوتائی کا آلہ ہے جو زمین پر گھسٹتا جاتا ہے، اس کی نوک زمین میں دھنستی ہے، جس سے مٹی اکھڑتی ہے۔ ہل وہی عمدہ ہے جس سے اکھڑی ہوئی مٹی پلٹ کر ہوا اور دھوپ میں آجائے، ترقی دادہ ہال کے استعمال سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صرف کی، محنت کی اور وقت کی بچت ہوتی ہے، دیسی ہل سے جو کام تین دن میں ہوتا ہے وہ ترقی دادہ ہل سے ایک دن میں ہوتا ہے اور کھیت کی قوتِ پیداوار بھی بڑھتی ہے، دیسی ہل کو دبانا اور سیدھا رکھنا پڑتا ہے؛ مگر ترقی دادہ ہل کو نہ دبانے کی ضرورت نہ سیدھا رکھنے کی حاجت، فقط سہارا دینا کافی ہے، وہ خود سیدھا چلتا ہے، جوتنے والے کو کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی۔



بیج بونے کے واسطے کھیت کیسا ہونا چاہیے؟

کھیت کی مٹی نرم، گہری اور نم ہو، گھاس پات سے صاف ہو۔ کیا سب قسم کے بیجوں کے واسطے ایسے ہی کھیت تیار کرنے چاہیے؟ بے شک! کھیت ایسے ہی ہونے چاہییں، ہاں! اتنا فرق ہے کہ جن پودوں کے بیج مہین اور نازک اور جڑیں چھتہ کی قسم کی ہوتی ہیں ان پودوں کے واسطے کھیت کی مٹی نم صاف اور گہری ہونی چاہیے، گو بہت مہین نہ ہو۔

(۷) زِراعت کے مویشی

تم پڑھ چکے ہو کہ: بارکش جانور جیسے گائے، بیل، بھینس، بھینسا ''مویشی'' کہلاتے ہیں۔

یہ بتاؤ! ہمارے ملک میں کن جانوروں سے زِراعت کے کام لیتے ہیں؟

ہمارے دیس میں بیشتر بیل سے اور کہیں کہیں بھینسے سے بھی زِراعت کے کام لیتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ! کیا کیا کام زِراعت کا بیل کرتا ہے؟

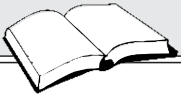
بیل، ہل چلاتا ہے، جس سے کھیت کی جوتائی ہوتی ہے، سراون چلاتا ہے، جس سے کھیت کی میائی ہوتی ہے۔ کنویں پر لگاتے ہیں جس سے کھیت کی سینچائی ہوتی ہے، ہمارے کھیتوں کی لانگ مانڑتا یا گاہتا ہے اسی طرح اور بھی کام زِراعت کے کرتا ہے۔

یاد رکھو! بیلوں کی عمدگی پر کھیتوں کی پیداوار کی عمدگی موقوف ہے، اگر بیل اچھے ہوں گے تو کھیت کی جوتائی بھی اچھی ہوگی، پھر اچھے جتے ہوئے کھیت میں جو جنس بوئی جائے گی اس کی پیداوار بھی اچھی ہوگی، اچھے بیل وہ ہوتے ہیں جو نسل وقوم کے اچھے ہوں اور ان کی کھلائی پلائی محنت کی مناسبت سے ہو اور پرورش توجہ کے ساتھ کی جائے۔

اچھے بیل ہم کو کیونکر مل سکتے ہیں؟ کس طرح ان کو رکھیں کہ وہ تندرست اور طاقتور رہیں؟

اچھے بیل اس طرح مل سکتے ہیں کہ اچھی ذات کی گائیں پالو، ان کے بچوں کو ابتدا ہی سے اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ اور ہلاؤ؛ تاکہ وہ جوان ہو کر تمہاری مرضی کے موافق زِراعت کا کام دیں۔

نوٹ: زِراعت کا اصل کام جوتائی ہے تاکہ کھیت کی مٹی مہین اور ملائم ہو جائے، گیہوں کے واسطے دیسی ہل سے بارہ؛ بلکہ چودہ بار کھیت جوتا جاتا ہے، ترقی دادہ دیسی ہل سے چار و پانچ بار اور پردیسی ہل سے تین چار بار جوتنے سے کھیت ایسا عمدہ تیار ہو جاتا ہے کہ دیسی ہل سے اتنا گہرا اور باریک ہونا ممکن نہیں۔



اپنے جانوروں کے رہنے کو سایہ دار اور ہوادار مکان بناؤ تا کہ وہ جاڑے میں پالے سے، گرمی میں لو سے، برسات میں بھیگنے سے بچیں، ان کے رہنے کی جگہ درخت لگاؤ تا کہ دھوپ سے بچیں، ان کے واسطے چارہ بوؤ تا کہ ہمیشہ ہرا چارہ پائیں، ان کو دانہ یا کھلی کھلاؤ؛ تا کہ محنت کے مارے ہار نہ جائیں، ان کو دوڈھائی پیسہ بھر کے حساب سے نمک دیتے رہو، تا کہ خوراک ہضم ہو اور پیٹ صاف رہے، اچھا اور صاف ستھرا پانی پلاؤ تا کہ بیمار نہ ہوں، اس طرح غور و پرداخت کرو گے تو وہ ہمیشہ تندرست اور مضبوط رہیں گے اور خاطر خواہ کام دیں گے۔

(۸) ہل کے بیل اور ان کی نسلیں

اب یہ بتا دیجیے کہ، اچھی نسل کی گائیں اور بیل کہاں ہوتے ہیں؟ ان کے نام اور ان کی پہچان کیا ہے؟ جن مقامات میں گھنے جنگلوں کی وجہ سے سایہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں بھی ٹھنڈک رہتی ہے، عمدہ چارہ اور صاف پانی بھی بہ کثرت ملتا ہے، وہاں کی گائیں قوی دودھارا اور بیل توانا تنومند ہوتے ہیں؛ لیکن کھلے میدانوں میں جہاں سایہ کم اور چارے، پانی کی قلت ہو، گرمیوں میں دھوپ کی تپش ہو، وہاں نہ تو گائیں موٹی تازی اور دودھار ہوتی ہیں، نہ بیل ٹانٹے اور مضبوط۔

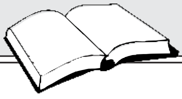
ممالکِ مغربی، شمالی اور اَودھ میں جو نسلیں بیل کی نامی ہیں، وہ یہ ہیں:

ا۔ میوات: صوبہ پنجاب میں ہے، وہاں کی نسل ہمارے دیس میں حصار و ہریانہ کے نام سے مشہور ہے، بیل خوبصورت جفاکش مگر سُست رفتار، قد بلند، ڈیل بھاری، ماتھا اونچا اور آنکھیں ان کی بادامی ہوتی ہیں۔

۲۔ کوسی ضلع متھرا: یہاں کی نسل میوات کے سانڈوں سے پیدا ہوتی ہے، صورت شکل میں تو بیل ویسا ہی ہوتا ہے مگر قد کا چھوٹا۔

۳۔ کنور یا بیل: یہ نسل دریائے کین کے کنارے باندہ سے ہمیر پور تک پائی جاتی ہے، رنگ لال، قد میانہ زِراعت کے لیے بہت مناسب ہے۔

نوٹ: بیل اور بھینسے کے علاوہ ہندوستان میں اور جانوروں سے بھی زِراعت کے کام لیے جاتے ہیں، میرٹھ کے قریب بابوگڑھ میں جہاں سرکاری گھوڑوں کا اسٹینڈ ہے، زِراعت کے سب کاروبار گھوڑے اور خچر بھی کرتے ہیں، ''بیکانیر'' میں اونٹ کام دیتا ہے، کہیں کہیں بھینس اور شاذ و نادر گائیں بھی ہل میں لگائی جاتی ہیں؛ لیکن ہمارے دیس میں زیادہ تر بیل ہی کام دیتا ہے، اس لیے اچھی ذات کے بیل پیدا کرنا اور بچپن ہی سے ان کی پرورش عمدہ طریقے سے کرنا ہمارا فرض ہے۔



۴۔کھیری: صوبہ اَودھ کی دو نسلیں مشہور ہیں:

ایک ٹرپہر بیلوں کی جن کی دُم سفید اور بدن چتکبرا، مزاج کے جھلے اور مرکھنے ہوتے ہیں۔

دوسری بھوڑ، جن کو اَودھ میں بنگر ہا بھی کہتے ہیں، قد میانہ، رواں کھڑا، دُم اونچی عادت کے شریر، مگر مضبوط اور زِراعت کے لیے بہت کارآمد ہیں۔

۵۔بہرائچ: صوبہ اَودھ میں رَسیا نسل کے بیل زِراعت کے واسطے بہت اچھے ہیں، قد کے چھوٹے مزاج کے بہت جھلے ہوتے ہیں۔

(۹) کھاد اور اس کی قسمیں

تم نے پڑھا ہے: پودے کی بھی جان ہے، اس کی زندگی کھانے پر منحصر ہے، اس کی غذا کو کھاد یا کھات کہتے ہیں۔اب بتاؤ! پودے کی غذا کتنی قسم کی ہوتی ہے؟ وہ پودے کو کہاں سے ملتی ہے؟ اس کو پودا کیوں کر لیتا ہے؟ اس کے کیا نام ہیں؟

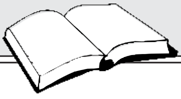
پودے کی غذا دو طرح کی ہوتی ہے: ایک لطیف غذا جو ہوا میں ہوتی ہے، اس کو پودا اپنی پتیوں کے نامعلوم سوراخوں سے لیتا ہے اور وہ پودے کے اندر کوئلے کی صورت میں پائی جاتی ہے، اس کو کوئلن (کاربن) کہتے ہیں، وہ جلنے کے وقت دھواں بن کر ہوا میں جا ملتی ہے۔

دوسری کثیف غذا جو زمین میں ہوتی ہے، اس کو پودا اپنی جڑوں کے ذریعے سے پانی کے ساتھ لیتا ہے، اور وہ سفید خاک کی صورت میں پودے کی راکھ کے اندر پائی جاتی ہے۔

اب ہم کو یہ بتا دیجیے کہ: پودے کی غذا جو زمین میں پائی جاتی ہے، اس میں کیا کیا چیز میں شامل ہیں؟ اور وہ کہاں ملتی ہیں؟

پودے کی غذا میں یہ چھ چیزیں نہایت ضروری ہیں:

نوٹ: ہل کے بیل، وہ بیل ہیں جو ہل میں خوب چلتے ہیں، سب بیل ہل کے لائق نہیں ہوتے، بعض نسلیں مثلاً میوات کے بیل بہلی اور رتھوں کے واسطے نہایت موزوں ہیں، ہل کے لیے وہ بیل عمدہ ہوتے ہیں جو بدن کے گٹھیلے اور مضبوط ہوں، سینہ چوڑا کاندھے سخت، تلمیاں سیدھی موٹی اور گٹھی ہوئی ہوں، مزاج جھلّا ہو مگر وحشت نہ ہو۔



۱۔ کھار جو راکھ میں زیادہ ہوتا ہے۔

۲- چونا جو کنکر میں زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ شورہ جو لونا مٹی میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔شورے میں دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک تو کھار جو راکھ میں ہوتا ہے، دوسری ایک لطیف چیز ہے، جو شورے کو آگ پر رکھنے سے ہوا میں جاملتی ہے،اس کو شورن (نیٹروجن) کہتے ہیں، یہ ہی چیز پودے کی غذا میں سب سے زیادہ اور قیمتی ہے۔

۴۔لوہا جو رنگ کی صورت میں ہوتا ہے۔

۵۔گندھک جو چونے وغیرہ کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔

۶۔ وہ چیز جو دیا سلائی کے مصالحہ میں ہوتی ہے اور اندھیرے میں چمکتی نظر آتی ہے، اس کو آگیا (فاسفورس) کہتے ہیں۔

یادرکھو! یہ سب چیزیں جس کھاد میں ہوتی ہیں،اس کو عام کھاد بولتے ہیں۔

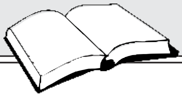
سب نباتی اور حیوانی کھادیں جیسے: پودے، پتیاں ،تیل کی کھلیاں ،مُردہ جانوراوران کے بال،کھال، ہڈیاں، خون، گوشت، سینگ، کُھر اوران کے فضلے یعنی گوبر، پیشاب، لید، مینگنی، چڑیوں کی بیٹ وغیرہ عام کھادیں ہیں، جو سب طرح کی زمینوں کے لیےاورسب قسم کے پودوں کے واسطے مفید ہیں۔

جس کھاد میں ایک یا دوتین چیزیں پودے کی غذا کی ہوتی ہیں،اس کو خاص کھاد کہتے ہیں،مثلاً: چونا کہ ایک ہی چیز ہے، یا شورہ جس میں دو چیزیں شامل ہیں، کھاد اور شورہ، یہ خاص کھادیں ہیں۔خاص کھادیں خاص قسم کی زمین یا خاص قسم کی جنس کے واسطے مفید ہوتی ہیں، مثلاً: تر زمینوں اور پھلی دار اجناس کے لیے خاص کر فائدہ مند ہے۔شورہ مٹیار زمینوں اور گیہوں وغیرہ کے لیے مفید ہے۔

کھادو ہی قیمتی اور عمدہ ہے جس میں نیٹروجن یعنی شورہ کا جزو ہو، نباتی کھادوں میں تو کھلیان، حیوانی میں سب

....

نوٹ: کھادقدرتی طور پر زمین میں موجود ہوتی ہے یا کسان کو بہم پہنچانی پڑتی ہے، اگر کھاد نہ ہو تو زمین اوسراور نا قابل زِراعت ہے کھاد پر نہ صرف پودے کی زندگی کا دارومدار ہے؛ بلکہ پیداوار کی عمدگی بھی اسی پر منحصر ہے۔قدرتی طور پر اتنی کھاد کہ مزروعہ پودوں کی ضرورت کے موافق ہوشاذ ونادر ہوتی ہے،انسان ضرورت کو بھی جان سکتا ہےاورضرورت کے موافق کھاد بھی بنا سکتا ہے؛مگر جو کسان پہلے کھاد کی تدبیر نہیں کرلیتااورکھیت جوت کر بیج بو دیتا ہے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو مہمان تو بلائے اوراس کے کھانے کی فکر نہ کرے،اس کے مہمانوں کا انجام بہ جز اس کے اور کیا ہوگا کہ، بھوکے مریں!۔



قسم کی چیزیں اور معدنی میں شورہ بہتر کھادیں ہیں۔

(۱۰) بیج اوراس کی بوائی

بتاؤ بیج کیا چیز ہے؟ بیج پودے کا انڈا ہے، جو پھلوں کے اندر ہوتا ہے، پختہ بیج بونے سے پھر وہی پودا ہو جاتا ہے ،جس کا بیج ہے، جو بھلائی بُرائی بیج میں ہوتی ہے، وہی اس کے پودے کی پیداوار میں ہوتی ہے۔

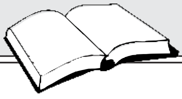
یہ بتاؤ! آنکھ یا اکھوا کس کو کہتے ہیں؟ اکھوا بیج کا وہ حصہ ہے جو بڑھ کر پودا بنتا ہے، اکھوے میں آئندہ پودے کی جڑ ،تنہ اور پتیاں موجود ہوتی ہیں، بیج میں جب تک اکھوا زندہ ہے، وہ بونے سے جمے گا؛ مگر اکھوا مر جائے تو بیج بونے کے لائق نہیں رہتا، بہت دنوں تک ہوا اور سیل میں رہے یا کیڑا لگ جائے تو بیج کا اکھوا خراب ہو جاتا ہے، کٹا، گھنا، پرانا اور کچا بیج جمتا نہیں؛ بلکہ سڑ جاتا ہے، بیج ہمیشہ اچھے سے اچھا چن چھانٹ کر بونا چاہیے، تاکہ سب بیج جمیں، پودے قوی تندرست آگیں، پیداوار عمدہ ہو۔

اب یہ بتا دیجیے کہ: اچھا بیج ہم کو کیوں کر مل سکتا ہے؟ اس کی تدبیر یہ ہے کہ جب تمہارے کھیتوں کی فصل تیار ہو، تو اچھی اچھی بالیاں چن کر آئندہ بولنے کے لیے رکھ لو، بونے کے وقت اس میں سے عمدہ بیج چھانٹ کر بو دو، جب پھر فصل تیار ہو تو جو بالیاں سب سے پہلے پکی ہوں، سب سے زیادہ بڑی اور بھری ہوں، بونے کے لیے چن لو۔ اس طور پر ہر سال تمکو عمدہ بیج ملتا جائے گا اور پیداوار میں ترقی ہوتی جائے گی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ: اچھی زوردار زمینوں میں کم اور کمزور زمینوں میں زیادہ بیج پڑتا ہے، اگر بیج چنا، چھنٹا ہوا ہو تو اور بھی کم مقدار میں کافی ہوگا اور پیداوار زیادہ اور اچھی ہوگی۔

کھیت میں بیج اس واسطے بوتے ہیں کہ پودا پیدا ہو اور بڑھے، پھولے پھلے اور پروان چڑھے۔ مگر ہر جنس کے پودے کو بڑھنے اور پھیلنے کے لیے جگہ چاہیے، بوتے وقت جگہ کا لحاظ کر لینا بھی مقدم ہے، بیج ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر بونا لازم ہے کہ ہر پودے کو بڑھنے اور پھیلنے کے لیے کافی جگہ مل سکے، پودے اگر پاس پاس ہوں گے، تو ایک دوسرے کو دبا لے گا، اور ان کی باڑ ماری جائے گی، نتیجہ یہ کہ پیداوار میں کمی پڑے گی۔

....

نوٹ: زِراعت کے لیے بیج نہایت ضروری چیز ہے، اہلِ زِراعت کو بیج حاصل کرنے میں پوری توجہ اور کوشش کرنی چاہیے، بیج کا بدلنا بھی ضروری بات ہے، ہر دوسرے، تیسرے یا چوتھے برس پھر نیا بیج بونا بہتر ہے۔ ٹیار زمینوں کی پیداوار کا بیج دومٹ اور ہلوارس زمینوں میں اور دومٹ زمینوں کا بیج ٹیار میں بونے سے پیداوار میں بہت ترقی ہوتی ہے۔



(۱۱) زِراعت اوراس کی ضرورتیں

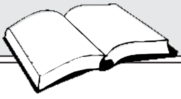
تم نے زِراعت کا بیان اب اتنا پڑھ لیا ہے کہ تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا کیا شرائط کسی جنس (مثلاً گیہوں) کی پیداوار کے لیے ضروری ہیں؟: ایک تو مناسب زمین کا ہونا جس میں پودے کی کھاد کے سب اجزا موجود ہوں، چنانچہ اِن صوبہ جات کی معمولی سرخی مائل دومٹ زمین اس مطلب کے لیے کافی ہے۔ دوسرے زمین کو کما بنا کر تخم ریزی کے لیے خوب تیار کرنا؛ تاکہ مٹی نم، مہین، پولی اور صاف ہو جائے، اگرنمی جاتی رہے تو بیج نہ جمے گا، مٹی مہین اور پولی نہ ہو تو بُرا جمے گا؛ کیوں کہ پودوں کی جڑیں غذا کی تلاش میں زمین کے اندر دور تک نہ جاسکیں گی، نہ سب طرف پھیل سکیں گی، اگر کھیت صاف نہ ہوگا تو جو کھاد زمین میں قدرتی یا تمہاری دی ہوئی موجود ہے، اس کو گھانس کھالیں گی اور تمہارے بوئے ہوئے پودوں کو پورا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اعلیٰ قسم کی اجناس کا بیج اچھے سے اچھا بونا چاہیے یعنی گداز، بے عیب اور نیا ہو۔ بوائی بھی باقاعدہ کرنی چاہیے۔ مناسب گہرائی میں بیج ڈالو، نہ بہت گھنا ہو نہ بہت چھدرا، اگر زوردار زمین پر گھنا بوگے، تو پودے ایک دوسرے کو دبالیں گے، پتلے اور کمزور پڑ جائیں گے پھر یا تو اپنے بوجھ سے آپ گر پڑیں گے یا ہوا کے جھوکوں سے لیٹ جائیں گے۔

بوئی ہوئی فصل کی ایک یا دو نکائیاں ہونی چاہییں، کئی برس تک جوتائی اچھی ہوتی رہے تو بنظر تخفیف خرچ و محنت تم نکائی موقوف کر سکتے ہو، لیکن ہمارے ملک میں عام رواج یہی ہے کہ عمدہ پیداوار کی غرض سے ایک نکائی ضرور کی جاتی ہے۔

جہاں کہیں ممکن ہو کم سے کم دو تین بار آبپاشی بھی ضروری ہے؛ مگر موسم کا لحاظ رہے، اگر خشک ہو تو ایک پانی زیادہ دو، مرطوب ہو تو ایک دو پانی کم کر دو، اچھے اور زوردار کھیت کی سنچائی میں زیادہ احتیاط لازم ہے؛ کیونکہ پودے زیادہ بڑھیں گے تو گر جانے کا خوف ہے، گرے ہوئے پودوں کی صرف پیداوار ہی میں کمی نہیں ہو جاتی؛ بلکہ گروی کے لگ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

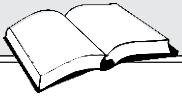
یہ بھی ضروری بات ہے کہ بوئی ہوئی فصل جب پک پکا کر تیار ہو جائے تو فوراً کاٹ لو، پختگی کے بعد کھیت کھڑا



رکھنے سے بہ جز نقصان کے کچھ منفعت نہیں، چوہے کتریں، چڑیاں کھائیں، دانہ جھڑے، بارش کا کھٹکا، اولوں کا ڈر، آگ کا خوف، چوری کا اندیشہ۔

....

نوٹ: زِراعت کے واسطے زمین، ہل، مویشی اور بیج رکن اعظم ہیں، انھیں کی عمدگی پر زِراعت کی کامیابی اور انھیں کے اچھے استعمال پر مزارعین کا منافع موقوف ہے، زِراعت کے کاموں میں جی لگانے اور محنت مشقت کرنے سے روپیہ بچتا ہے جو اصلی نفع ہے، جاہل گنواروں سے امید نہیں ہوسکتی کہ وہ زِراعت کے اعلی پیشے کو عمدہ طور سے کرسکیں اور اپنی حالت سنبھالیں؛ البتہ جو اس پیشے کے اصول سمجھ کر باقاعدہ طور پر کرے گا وہ مثل تاجروں کے نفع اٹھائے گا، سمجھ دار کے لیے زِراعت کا میدان بہت وسیع ہے، عاقل کو اشارہ کافی ہے۔



دشوار الفاظ کے معانی (بہ اعتبارِ اسباق)

(۱) خدا رزاق ہے

خالق: پیدا کرنے والا

رازق: روزی دینے والا

رزاق: بہت روزی دینے والا

خلاق: بہت پیدا کرنے والا

خلاقی: پیدا کرنے کا طریقہ

تحیر خیز: حیرت کو بڑھانے والا، حیرت پیدا کرنے والا

رزاقی: رزق رسانی کا طریقہ

عجب انگیز: تعجب کو بڑھانے والا، اچنبھے میں ڈالنے والا

آب صافی: صاف ستھرا پانی تھرا پانی

اور تر: پانی برسانے والا بادل رطوبت تری نمی، گیلا پن

حرارت: گرمی، تپش

مہر: سورج

عالم تاب: دنیا کو روشن کرنے والا

آمیزش: ملاوٹ

رفتہ رفتہ: آہستہ آہستہ

اطوار: طریقے

شکلِ نو: نئی شکل

نوزادۂ خاکی تبار: نوزائدہ: نیا پیدا شدہ

خاکی تبار: مٹی کا خاندان (مراد گھاس)

سطحِ زمین: فرش زمین، زمین کا اوپری حصہ

سبزوزار: ہری گھاس

ترکیب: طریقہ، ڈھنگ، صورت

راس آنا: موافق آنا

بادِایامِ بہار: موسم بہار کی ہوا

پُرخوشہ: پھلوں کے گچھوں اور اناج کی بالیوں سے بھری ہوئی شاخیں

پُر برگ وبار: پتوں اور پھولوں والی

طراوت: تروتازگی، شادابی

نزاکت: نرمی، کمزوری، نفاست

فصلِ تابستان: گرمی کا موسم

خرمن: غلے کا ڈھیر جس سے بھوسہ الگ نہ کیا گیا ہو، کھلیان

جلوہ گر: ظاہر

زیرِ سُمِ گاؤخر: زیر: نیچے، سم: چوپائے کا گھر، گاؤخر: بڑا بیل (زیرِ سم گاؤخر: بیل کے پاؤں کے نیچے)

پامال: روندا ہوا، پیروں کے نیچے مسلا ہوا

احکامِ شعور: عقل وشعور کے ارشادات، فرامین عقل

جنس عالی وعزیز: بلند و پیاری ذات

اصحاب تمیز: سمجھ دار لوگ مراد انسان

زیرِ سنگ آسیا: زیر: نیچے، سنگ: پتھر، آسیا: چکی (زیرِ سنگ آسیا: چکی کے پتھر کے نیچے)

بے تامل: فوراً، بے دھڑک

صورتہائے سابق: پہلی تمام شکلیں

بتائے تازہ: نئی زندگی

نانِ خوش گوار: مزے دار روٹی، زود ہضم دل پسند روٹی

قُرصِ نان: روٹی کی ٹکیا، گول روٹی

قالب: جسم ڈھانچا، سانچا

شہیدِ تیزیٔ دنداں: دانتوں کی تیز دھار سے شہید وقربان ہونے والی

بعدازاں: اس کے بعد، پھر

آبِ دان: منہ کا پانی، لعاب، تھوک

نیم: گیلی

دیگِ شکم: پیٹ کی ہانڈی

چھننا: چھٹنا، نکلنا

جزوِفضول: بے کار حصہ، فالتو اور نکما جز

سودا: اخلاطِ اربعہ میں سے ایک سیاہ خلط کا نام، جلا ہوا بلغم

صفرا: اخلاط اربعہ میں سے ایک زرد رنگ کا خلط، پت

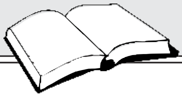
نمود: پیدائش

وجود: جسم، ہستی

(۲) وقت سرمایہ ہے

سرمایہ: پونجی، دھن، دولت

معقول: مناسب، صحیح



عیش جسمانی: بدنی راحت و آرام

مسرت روحانی: دلی فرحت، قلبی سکون

وحشی: جنگلی

مہذب: سلیقہ مند، تربیت یافتہ، نیک خصلت

فرشتہ سیرت: نیک طبیعت نہایت شریف

تونگر: مال دار

صرف اوقات: اوقات کا استعمال و خرچ

بےنوا: فقیر، بے سامان ۔ تہی دست، خالی ہاتھ، نادار، غریب

مفلوک: کنگال، تباہ حال، خستہ حال

رنجیدہ و غمگین: اداس

شاکی: شکایت کرنے والا، فریادی

اندوہ: رنج و غم

گرفتاری: پکڑ دھکڑ

پروانہ: تحریری حکم، وارنٹ

جیتے جی: پوری زندگی عمر بھر

جھینکنا: شکایت و افسوس کرنا

وقت گذشتہ: گزرا ہوا وقت

عمرِ رفتہ: کٹی ہوئی زندگی

خودکشی: جان بوجھ کر اپنے آپ کو مار دینا

تضیعِ اوقات: وقت گنوانا

صدمہ: افسوس، رنج

معطل: بےکار

عمرِ عزیز: قیمتی زندگی

چنداں: کچھ، اس قدر، اتنا

عمر طویل: لمبی عمر

زیاں: نقصان

زبوں: رسوا کن، خراب، نکمے

حق تلفی: کسی کا حصہ مار لینا

معصیت: گناہ

تندہی: جاں فشانی، انہماک

تقاضہ: اصرار

تاکید: بار بار کہنا

عین وقت: ٹھیک وقت

طریقۂ کارگزاری: کام کرنے کا ڈھنگ

انصرام: انتظام، تکمیل

نالاں: رونے والا، شکایت کنندہ

عدیم الفرصتی: وقت نہ ملنا

گِلہ: شکایت

قطع و برید: کانٹ چھانٹ

شاغل: کام میں لگنے والا، مصروفِ کار.

نکوئی: نیکی، بھلائی

مُنصف: عادل، انصاف کرنے والا

شکرگزار: احسان ماننے والا

تا بہ مقدور: جہاں تک ہو سکے، طاقت کے بہ قدر

برعکس: اُلٹا

امیرزادہ: مالدار کا لڑکا، نواب کا لڑکا

قَوسِ قُزح: برسات میں ابر کھلنے کے بعد سورج کے مخالف سمت میں دکھائی دینے والی سات رنگی کمان

ہالہ: دائرہ، کنڈل (چاند کے گرد کا وہ کنڈل جو بخارات ارضی سے چاند کے گرد پڑ جاتا ہے)

(۳) قوسِ قُزح اور ہالہ

غیر مرکب: بے ملاوٹ

آفتاب درخشاں: جگمگاتا ہوا سورج

جسمِ منور: چمک دار جسم، نورانی بدن

کثیف: گاڑھی، موٹی، تہہ دار

کجی: ترچھاپن، ٹیڑھی

بِلّور: ایک چمک دار معدنی جوہر کا نام

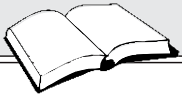
جِرم: جسم، بدن

شفاف: نہایت صاف جس میں آر پار نظر آئے

سمت رفتار: چلنے کی جہت

باہم متصل: آپس میں ملے ہوئے

انحراف: پلٹنا، پھر جانا



مثلثی: تکونیا، تکھونٹا، تین کونے والا

معائنہ مشاہدہ

بنفشی: بنفشہ کے رنگ کا، نیلگوں ارغوانی

پس پشت: پیٹھ پیچھے

ترشُح: پھوہار پڑنا، بوندا باندی، ٹپکاؤ

قطراتِ باراں: بارش کے قطرے

منحرف: الٹی، ترچھی

حائل: آڑ

محازی: مقابل، آمنے سامنے

آبشار: اونچی جگہ سے گرتی ہوئی پانی کی قدرتی چوڑی دھار

پانی کا چادر ہو کر گرنا: پانی کی چوڑی دھار کا نیچے گرنا

شاذ و نادر: کبھی کبھار، بہت کم، اتفاقاً

کج رفتاری: ٹیڑھی چال

شبِ ماہ: چاندنی رات

قرصِ ماہ: چاند کا گولا

گرداگرد: آس پاس

ابر تنک: ہلکا بادل (ابر: بادل + تنک ذرا سا معمولی)

بخارات: بھاپ، حرارت

پیشین گوئی: قبل از وقت کسی واقعہ کی اطلاع

البتہ: بے شک، ضرور بالیقین

دلیلِ باراں: علامتِ بارش

(۴) امید

جاں نواز: جان پر مہربانی کرنے والی، ہمدرد

دل سوز: دل جلانے والی، خیر خواہ

کارساز: کام بنانے والی

سِپر: ڈھال، آڑ

تکیہ گاہ: سہارا دینے والی، آرام و بھروسے کی جگہ

کوہ: پہاڑ

دشت: جنگل

غمِ ایام: رنج اور دکھ بھرے دن

دلِ ناکام: مایوس دل

اساس: بنیاد

راست: سچا

دروغ: جھوٹا

فروغ: ترقی

گو چند: اگرچہ کچھ

خُرسند: خوش، راضی

ہراس: ڈر، خوف

آس: توقع، امید

زربفت: سونے چاندی اور ریشم کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا

سر سے ہاتھ نہ اٹھانا: ہمیشہ حامی اور مددگار رہنا

تشنۂ امید: امید کی مستی اور خمار

چُور: مست، مدہوش

مخمور: مدہوش، متوالا، نشہ والا

(۵) حکیم ایسپ کا بیان

طرزِ تعلیم: پڑھانے کا ڈھنگ

موجد: ایجاد کرنے والا، بانی

نصیحت آمیز: نیک صلاح و مشورے پر مشتمل

حیوانات مطلق: انسان کے علاوہ تمام جاندار مخلوق

ناطق: انسان، بولنے اور سمجھنے والا

نباتات: پودے، سبزیاں

جمادات: بے جان چیزیں

ذی روح: جاندار

مطلب ادا کرنا: مقصود و منشا سمجھانا

رنگینی: خوش مزاجی، چلبلا پن

اخلاقی مضامین: اصلاح و تربیت پر مشتمل باتیں

پوٹ: گٹھڑی، بنڈل

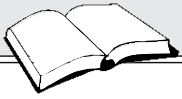
بہ غایت: بہت زیادہ

حکیم: دانش مند، سمجھ دار

منتظم: انتظام کرنے والا، بندوبست کرنے والا

نظم کرنا: اشعار میں ڈھالنا

حسنِ اخلاق: اچھی عادتیں



اطوارِ نیک: اچھی روِش

دل نشیں ہونا: ہول میں جم جانا

فی الحقیقت: واقعی

رنگا رنگ: قسم قسم، بہت سے رنگوں والی

نظرِ غور: گہری نظر

حکمت سیکھنا: عقل و دانش حاصل کرنا

جنسِ حیوان: جانوروں کی قسم، جانوروں کی جماعت۔

گونا گوں: طرح طرح کی، قسم قسم کی

شجاعت: بہادری

مکاری: دغا بازی

غیظ و غضب: سخت جھنجھلاہٹ، جلال و غصہ کی حالت

حلم: تحمل و برداشت، بردباری، نرمی

انواع حیوانات: جانوروں کی قسمیں

حقیقی دانائی: صحیح سمجھ، واقعی عقل و شعور

زمرۂ حکما: حکیموں اور داناؤں کا گروہ

فرجیہ: ملک یونان کا ایک شہر

فنونِ حکمت: علوم حکمت

ذکی: ہوشیار

لطیف و ظریف: خوش مزاج، ہنس مکھ

علامۂ دوراں: اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم

یکتائے عصر: اپنے زمانے کا بے مثل، لاجواب

آراستہ: سجا سنورا ہوا

بدنما: بھدا، بدشکل

کریہہ المنظر: بدصورت

بدقوارہ: بھونڈا، بے ڈھنگا

کوتاہ قامت: چھوٹے قد کا، ٹھنگنا

کوزہ پشت: کبڑا، خمیدہ کمر

یوں ہی مشابہ: برائے نام ملتا جلتا، تھوڑا بہت

آشنا: واقف، جاننے والا، آگاہ

طرّہ: اضافہ، مزید، زیادتی

بے زار: ناخوش

نفور: نفرت کرنے والا

گودڑ کے لعل: وہ صاحبِ کمال جس کا اصلی حال معلوم نہ ہو، چھپا رستم

ضیافت: دعوت

چُننا: سلیقے سے رکھنا

برہم: ناراض ہونا، خفا ہونا، غصہ ہونا

تعمیل کرنا: حکم پورا کرنا، اطاعت کرنا

ٹکا بھر: مقدار میں دو پیسے کے برابر وزن رکھنے والی، ذراسی، چھوٹی سی معمولی سی

رونقِ بزم: پُر لطف مجلس و محفل

رموزِ علم: علم کے بھید

کلید: کنجی، چابی

کل: مشین، آلہ، اوزار

جی میں ٹھان لینا: پکا ارادہ کر لینا، سوچ لینا

حکمت: ہوشیاری، عقل مندی

دوانگشت: دو انگلی

جنگ و جدل: لڑائی جھگڑا

نزاع و تفرقہ: تکرار و نااتفاقی

عناد و فساد: دشمنی اور تباہی بربادی

کذب و افترا: جھوٹ اور بہتان

فحش بکنا: بے حیائی کی باتیں بولنا

فضول گوئی: بے فائدہ گفتگو، بکواس

بِس کی گانٹھ: (بِس: زہر گانٹھ پڑیا، گٹھڑی) بِس کی گانٹھ: زہر کی پڑیا (مراد: فسادی، شریر، فتنہ انگیز)

معقول تقریر: سمجھ میں آنے والی گفتگو

جوابِ باصواب: درست جواب

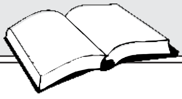
نکتہ سنجی: خوش گفتاری، خوش بیانی، فصاحت

زیرکی: عقل مندی، تیز فہمی

فہم و فراست: عقل و سمجھ

اشتیاق: بہت شوق، بڑی آرزو

لقائے شریف: اچھا اور بھلا چہرہ (یہاں طنزاً استعمال کیا گیا ہے)



ملاحظہ کرنا: معائنہ کرنا، دیکھنا

ازحد: بہت زیادہ

مُغَّض: رنجیدہ، دکھی

محو ہونا: مٹ جانا

حسنِ باطن: اندرونی خوبی، پوشیدہ کمال

مقولہ: کہاوت

ساغرِ زرّیں: سونے کا پیالہ

(۶) علم کی ضرورت

دورہ: زمانہ، وقت

چارسو: چاروں طرف، سب جگہ

عمل داری: حکومت، راج

جہل و نادانی: ان پڑھ و انجان ہونا

ذلت وخواری: رسوائی و بدنامی

دانش: دانائی

فن وصناعت: پیشہ وہنر

نجّاری: بڑھئی کا کام

معماری: تعمیر کا پیشہ

گرم بازاری: خرید وفروخت کی بہتات وزیادتی، ترقی، گہما گہمی

زیورِ تعلیم: علم کی زیب وزینت

عاری: کورا، خالی

سائیسی: گھوڑے کے سدھانے، خدمت، حفاظت اور نگرانی کا کام

علم بیطاری: جانوروں کے علاج ومعالجہ کا علم

مستغنی: آزاد، بے پرواہ

بکاوَل: باورچی خانے کا منتظم، بادشاہوں اور امیروں کا وہ ملازم جو کھانا پیش کرنے سے پہلے چکھے تاکہ زہر وغیرہ کا اندیشہ نہ رہے

فلسفہ: وہ علم جن سے دانائی بڑھتی ہے

پسنہاری: آٹا پیسنے والی

فَصّادی: نشتر لگا کر رگ سے خراب خون نکالنے کا کام

جراحی: آپریشن اور مرہم پٹی کرنا

کحالی: سرمہ بنانے اور بیچنے کا کام

عطاری: عطر اور دوا بیچنے کا کام

منحصر: موقوف

زرگر: سُنار، زیور بنانے والا

آہنگر: لوہار

بازی گر: کھیل تماشا دکھانے والا

مُہندِس: انجینئر

اُقلیدس: ایک یونانی حکیم جس کے نام سے علم جیومیٹری کی بنیاد پڑی (جیومیٹری: علم ریاضی کی ایک شاخ)

یاور: مددگار

جہاں داری: بادشاہت، انتظام، سلطنت

عامل: مال گذاری وصول کرنے والا تحصیلدار

جم: ایران کے بادشاہ ''جمشید'' کا مخفف

کسریٰ: شاہانِ ایران کا لقب

جہاں گیری: دنیا کو فتح کرنا

طُغرُل: ایک سلجوقی بادشاہ کا نام

سنجر: ایک قدیم مشہور بادشاہ کا نام

بیا: چڑیا سے کسی قدر چھوٹا زرد رنگ کا پرندہ، جو اونچے درختوں پر بہت ہوشیاری سے لٹکنے والا گھونسلا بناتا ہے

روز افزوں: روزانہ، آئے دن، زیادہ

غیر از ترقی: ترقی کے علاوہ

امتیاز: شعور، اعزاز، فرق

(۷) کلکتہ

زمانۂ سابق: پہلا زمانہ، اگلا وقت

قریہ: گاؤں

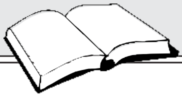
وجہ تسمیہ: نام رکھنے کی وجہ

عہدِ عالمگیر: اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا زمانہ جو ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک تھا

بندر: بحری جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہ

ہگلی: صوبہ بنگال کا شہر ہے جو ہگلی نامی دریا کے کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہو گیا

لنگر: وزنی لوہا جس کو زنجیر یا رسّے سے باندھ کر پانی میں گرا کر بحری جہاز یا کشتی کو روکتے ہیں



انگریزی کمپنی: مشہور ایسٹ انڈیا کمپنی جو انگلستان کے تاجروں کی جماعت تھی، اس جماعت نے پہلے پہلے ۱۸۰۰ء میں ملک ہندوستان پر قبضہ کیا اور پھر ۱۸۵۷ء میں غدر کے بعد حکومت انگلستان کے حوالے کیا

کوٹھی: امیروں کے رہنے کا مکان جو شہر سے باہر ہو، بنگلہ، حویلی

منہدم ہو جانا: گر جانا، ویران ہو جانا

تلف: تباہ، برباد، ضائع

بِنا ڈالنا: بنیاد ڈالنا، بنانا

شاق: ناگوار، دوبھر، ناپسند

فوجدار: سپہ سالار، اعلیٰ افسر

صوبہ دار: صوبہ کا حاکم اعلیٰ، گورنر

صادر: جاری، لاگو، نافذ

مہمات: لڑائیاں، معرکے

قحطِ عظیم: لمبی خشک سالی

سامانِ رسد: کھانے پینے کی چیزیں، فوجی خوراک

خدمتِ شائستہ: بروقت مناسب امداد

معافیِ محصول: ٹیکس ولگان کی معافی

سند: پرمٹ، تصدیق نامہ، دستاویز

افزائش: بڑھوتری

ساخت: بناوٹ

بلاد: شہر، ملک

مستحکم: پختہ و پائیدار

عہدِ گورنری: دورِ حکومت

عالی شان: نہایت عمدہ

صدر مقام: دارالحکومت، راجدھانی

اہلِ پیشہ: دستکار، ہنرمند

صناع: کاریگر

ساہوکار: بینکر، سود پر لین دین کرنے والا

حویلی: بڑا عالی شان مکان

دارالصدر: مرکزی مقام، پایۂ تخت

دارالسلطنت: راجدھانی

اہلِ فرنگ: یورپ والے، انگریز

خوش قطع: خوبصورت

فراخ: چوڑی، کشادہ

ایوان گورنری: گورنر کی کوٹھی

متصل: ملا ہوا، نزدیک، قریب

گھاٹ: سمندر یا دریا ندی یا تالاب سے پار اترنے یا ان کے کناروں پر نہانے دھونے اور پانی بھرنے کی جگہ

(۸) حیا

حیا: شرم، لحاظ

پاسبانِ آبرو: محافظِ عزت، آبرو کی چوکسائی کرنے والا

قوت بازو: حامی، مددگار

پاک دامانی: پارسائی، عفت، نیک چلنی

دل پذیر: پسندیدہ

مثلِ نور: روشنی کی طرح

دامنِ عصمت: پاک دامنی، پرہیزگاری

باک: ڈر

حجاب: پردہ، نقاب

فعل بد: برا کام

اجتناب کرنا پرہیز کرنا

لگام دینا: قابو میں رکھنا، روکے رکھنا

شوروشر: جھگڑا، شرارت، فتنہ وفساد

سینہ سپر: ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا

تاب لانا: برداشت کرنا

ملامت: ڈانٹ ڈپٹ

قہر: غضب، مصیبت

پشت پناہ: حمایتی، مددگار

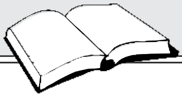
سمجھانا: دکھانا، بتانا

عرق ریزی: نہایت جان فشانی، سخت محنت جس میں پسینہ نکلے

شکار ہو جانا: (محاورہ) قابو میں آ جانا، پکڑ میں آ جانا

گدائی: بھیک مانگنا

ننگ وعار: شرم وغیرت



ہاتھ پھیلانا: سوال کرنا، بھیک مانگنا

پروائے نان: روٹی کا خیال

آن: عزت آبرو، شان وشوکت

جان دینا: (محاورہ) دوسروں کے لیے مرجانا

قُوت: خوراک، غذا، کھانا

لب: ہونٹ

مہرِ سکوت: (محاورہ) خاموش ہوجانا

اغنیا: مالدار لوگ

خِسّت: کمینہ پن

بذلِ مال: مال کا خرچ وخیرات کرنا، جود وسخا

رَدِّ سوال: سوال پر انکار، سائل کو ٹالنا

صَرف: خرچ کرنا

(۹) صرفِ دولت

کسب: کمانا

مصارف: (واحد: مصرف) خرچ کرنے کی جگہ

بندوبست: انتظام

عُفونت بدبو، سڑاہند

مَسکن: رہنے کی جگہ، گھر

مناسبِ حال: حیثیت کے مطابق، موقع کے لحاظ سے

بہم پہنچانا: مہیا کرنا، تیار کرنا

مقدارِ قلیل: ، اکتفا کرنا، تھوڑی چیز پر صبر کرنا

مضائقہ: خرابی، حرج، قباحت

بہ فراغت: ضرورت کے مطابق

سیر چشمی: فیاضی

مروت: انسانیت، شرافت

بے کس: بے سہارا

دست گیری: مدد

مُستحقِ عوض: بدلے کے حق دار

بلاتعین: مقرر کیے بغیر

رفاہِ عام: ایسا کام جس سے سب لوگوں کو راحت وآرام ملے

شفاخانہ: ہسپتال

عامۂ خلائق: تمام لوگ

اعتدال: میانہ روی، درمیانی انداز

حسنِ اعمال: نیک کام خوبیٔ اعمال

حصولِ کمال: ہنر وفن میں مہارت حاصل کرنا

جی کا جنجال: دل کی پریشانی، ذہنی الجھن

باعث زوال: گراوٹ وتنزلی کا سبب

مآل: نتیجہ، انجام

مذموم: برا

مُسرِف: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے والا، فضول خرچ

معدوم: برباد

(۱۰) بخیلی اور فضولی

فضولی: بے موقع وبے فائدہ خرچ کرنا

منہ کالا ہو: (کلمۂ بددعاء) رسوا اور بدنام ہو

دم بھر میں: پل بھر میں، سیکنڈوں میں

گنوانا: ضائع کرنا، برباد کرنا

خاک میں ملانا: مٹی میں ملانا، تباہ وبرباد کرنا

بعد مشقت: سیکڑوں دقتوں سے

بدعہد: وعدہ خلاف، بات سے پھر جانے والا

خود مطلبی: خودغرضی، اپنا ہی بھلا چاہنا

ہوا ہوس: بے جا خواہشات

بری گت: بری حالت

حمیت: شرم، غیرت

مگس: مکھی

بے بال وپر: (بال: بازو، پر: پنکھ) بغیر بازو اور پر کا (مراد: عاجز ومجبور)

اسیر: قیدی

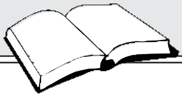
گوشۂ قفس: پنجرے کا کونہ

(۱۱) ہمت

صاحبِ ثروت: مالدار

مفت خور: بے محنت اور بے کمائے کھانے والا

بدرویہ: بدچلین، بری چال چلنے والا



خستہ: تباہ حال، مفلس

عیاشی: آرام طلبی، نفس پرستی

سیر تماشہ: گھومنا پھرنا

قدیم الخدمت: پرانا خدمت گار

چندے: کچھ دن رفاقت کرنا، ساتھ دینا، دوستی نبھانا

ولی نعمت: آقا، مربی

نان شبینہ: سوکھی اور باسی روٹی

کمینہ خصلت: بداخلاق رذیل عادتوں والا

مصاحب: ساتھی

صاحبی: امیری، عزت

آمد وشد: آنا جانا میل ملاپ

انقلاب زمانہ: حالات کی تبدیلی، گردش دوراں

درماندگی: مجبوری، لاچاری

تحمل: برداشت، سہن

عزم بالجزم: پختہ ارادہ

بلاشرکت غیرے: دوسروں کے ساجھے کے بغیر کا

دفعتاً: اچانک

عالمِ حیرت: ہکا بکا، تعجب کی حالت میں

استقلال: پختہ ارادہ، جماؤ، صبر

ڈھونا: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

پس انداز کرنا: بچانا، باقی چھوڑے رکھنا،

حمالی: بوجھ ڈھونے کا کام، بار برداری

متمول: دولت مند، مالدار

جدوجہد: بے انتہا کوشش

ہمت کا دھنی: صاحب ہمت، ارادے کا پکا

کارِ خیر: نیک کام

(۱۲) سچائی

خلافِ واقع: اَن ہوئی، جھوٹ

جملہ اقسام: تمام قسمیں

دَروغ گوئی: جھوٹ بولنا

منسوب: وابستہ، متعلق

کجی اور ناراستی: ٹیڑھا پن

نظیر: نمونہ، مثال

تقلید و پیروی کرنا: اتباع کرنا، پیچھے چلنا

ذومعنی: چند مطلب والا لفظ کئی پہلو والا کلمہ

متکلم: بولنے والا

سامع سننے والا

رمزو کنایہ: ایما واشارہ

صریح: کھلم کھلا

ناراست: جھوٹ

نام موری: شہرت

فائدہ رِسانی: فائدہ پہنچانا

ضعف: ڈھیلا پن، کمزوری

تذبذب: تردد، شک وشبہ

دودلی: بے اطمینانی

عزم: ارادہ

صادق: سچا

کاذب: جھوٹا

سعی: محنت وکوشش

باز نہ رہنا: پیچھے نہ ہٹنا

طرز وروش: طور طریق، چال ڈھال

(۱۳) ایک گدھا شیر بنا تھا

پوستین: کھال

شکار کھیلنا: پھندے میں پھنسانا

سہم جانا: ڈر جانا

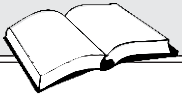
حمار: گدھا

مارے طیش کے: غصہ اور جوش میں بھر کر

پل پڑنا: دفعتاً حملہ کر دینا، ہلہ بول دینا

گنوار: دیہاتی، غیر مہذب

کچھ ادھار نہ رکھنا: کام کو ادھار نہ چھوڑنا، جو کچھ کرنا ہو بروقت کر دینا



جانِ زار: کمزور جان

آشکار: ظاہر، نمایاں، واضح

شیوہ: طریقہ ڈھنگ

زنہار: ہرگز، کبھی

رستگار: رِہا، چھٹکارا پانے والا

صلاح: بھلائی، بہتری

(۱۴) حکایت

راوی: سنی ہوئی بات بیان کرنے والا، ناقل

آزار: تکلیف، دکھ

جویا ہونا: ڈھونڈنا، تلاش کرنا

دوادوش: دوڑ دھوپ، کوشش

خلش: بے چینی، چبھن

ناگہ: اچانک

کرم شب تاب: رات میں چمکنے والا کیڑا، جگنو

اخگر: انگارا

خاروخس: کانٹے، گھاس پھونس

خیالِ خام: وہ ارادہ جس کے پورا ہونے کی امید نہ ہو، کچا ارادہ

صحرا: جنگل، بیابان

رائیگاں: ضائع

شرارہ: چنگاری

سحر: صبح

غُرانا: غصے سے آواز نکالنا

بھبکی: دھمکی، غصہ

اکڑنا: گھمنڈ کرنا

سر مارنا: بے فائدہ کوشش کرنا

ایڑیاں رگڑنا: نہایت مصیبت سے وقت پورا کرنا

مغرور: گھمنڈی

فضیحت: شرمندہ، رسوا

(۱۵) ثمرۂ اعمال

ثمرہ: پھل، نتیجہ، بدلہ

ہر فرد بشر: ہر ایک آدمی

اقوال وافعال: باتیں اور کام

گذشتہ نسلیں: پرانے لوگ

دوش بہ دوش: کندھے سے کندھا ملائے، برابر برابر، ساتھ ساتھ

منتشر ہونا: تتر بتر ہونا، بکھرنا

جواب دہی: ذمہ داری

خوف زدہ ہونا: ڈرنا

شاہد: گواہ

(۱۶) حکایت

تمیز: سمجھ، عقل

لہوو بازی: کھیل کود

طفلانہ تمنا: لڑکپن کی خواہش

پرے: اس جانب، پرلی طرف

دل میں لہر آنا: دل میں ترنگ وامید پیدا ہونا

لبِ آب: تالاب، نہر، ندی یا سمندر کا کنارہ

لبریز: پُر، بھرا ہوا

طرفہ تماشا: انوکھا واقعہ

متحیر: حیران ہکا بکا، دنگ

دائرہ: گولا، حلقہ

محیط: احاطہ کرنے والا، گول خط، دائرہ

بسیط: کشادہ لمبی چوڑی

جی جان سے: پوری توجہ اور دل وجان سے، نہایت شوق سے

شعبدہ: جادو کا کھیل تماشا، عجیب وغریب کرتب

شیدا: فریفتہ، فدا، عاشق

نیک منش: نیک مزاج، بھلی خصلت والی

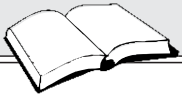
نیک نہاد: نیک طبیعت

ادنیٰ حرکت: معمولی جنبش، ہلکی سی گردش

ناچیز: ناکارہ، نکمّی، حقیر، بہت معمولی

غضب ڈھانا: آفت برپا کرنا، مصیبت میں پھنسانا

قانع: تھوڑی سی چیز پر راضی ہو جانے والا



(۱۷) ایک قانع مُفلس

تنگ وتار: چھوٹی جگہ جہاں اندھیرا ہو

پائمال: تباہ، خراب، شکستہ حال

بہ ایں ناز ونعم: ان آرام دہ چیزوں کے باعث

چاق وچست: پھرتیلا، طاقتور، وہوشیار

تازہ دم: توانا، تکان اتارا ہوا

پوشش: لباس، پوشاک

پلاس: ٹاٹ، موٹا کپڑا

پائے بند: حقیر، گرفتار، پھنسا ہوا

خرم: خوش

دل شاد: مسرور، شاداں

قدرت کی نوا: آواز خداوندی

مہجور: جدا، دور، الگ تھلگ

زمزمہ: نغمہ، ترانہ

مست: مطمئن وخوش، متوالا

لے: لہجہ، سُر، آواز

انسداد: روک تھام، ممانعت

(۱۸) غلامی کا اِنسداد

رسم غلامی: غلامی کا رواج

دوردست: بہت دور جہاں رسائی مشکل ہو

جزائر: (واحد: جزیرہ) ٹاپو، خشکی کا وہ خطہ جس کے چاروں طرف پانی ہو

مویشی: جانور، چوپائے

بیع: فروخت

مشتہر کرنا: مشہور کرنا، عام کرنا، اعلان کرنا

جور وجفا: ظلم وستم، زیادتی، ناانصافی

فراری: بھگوڑا

روپوش: چھپا ہوا، پوشیدہ

رحم دلی: ہمدردی، مہربانی

خداترس: خوفِ خدا

کمر ہمت باندھنا: (محاورہ) پختہ ارادہ کرنا

بیڑا اٹھانا: ذمہ لینا، تیار ہونا

صاحبِ اقتدار: عہدے دار، سرمایہ دار، صاحب عزت

عہد طفلی: بچپنا

پارچہ باف: کپڑا بُننے والا، جولاہا

محرر: منشی، لکھنے والا

رفاہِ خلائق: مخلوق کو آرام ونفع پہنچانا

در بہ در: گھر گھر

گدائی کرنا بھیک مانگنا

ماجرا: واقعہ

حالِ زار: پریشان حال

حسنِ تدبیر: صحیح اور مناسب غور وفکر

دامن گیر ہونا: وابستہ ہونا

حوالات: وہ جگہ جہاں مجرم کو تحقیقات کے لیے نظر بند رکھا جاتا ہے

جور وتعدی: ظلم وستم

مقدمات کی پیروی کرنا: آپسی جھگڑے کی کسی بات کو عدالت میں لے جا کر دلائل وشواہد کی روشنی میں انصاف چاہنا

مُمِد ومعاون: مددگار ودست گیر

صدق نیت: پرخلوص ارادہ

عیاں ہو جانا: ظاہر ہو جانا

ذی لیاقت: لائق وہوشیار

قانون داں: ماہر قانون، قانون جاننے والا

نیست ونابود کرنا: بالکل ختم کرنا

قطعی: حتمی، واقعی

جواں مرد: بہادر

عالی حوصلہ: بلند ہمت

جلاوطن: دیس نکالا، ترک وطن

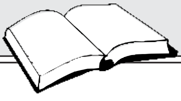
جلیل القدر: عالی مرتبہ، باعزت

عمائد: (واحد: عمید) سردار، پیشوا

مسلّمہ: مانی ہوئی

قلم رو: سلطنت، حکومت

یک قلم: بالکل، سراسر، فوراً، یک لخت



(۱۹) علم زندگی ہے

طُرفہ: انوکھا، عجیب وغریب، نادر

بارآور: پھل دینے والا

شجر: درخت

ثمر: پھل

تاثیرِحیات: ابدی زندگی کی خاصیت

مرگ: موت

لے: مگر، لیکن

انقلابِ دہر: زمانے کا تغیر و تبدل، گردشِ زمانہ

مثمر: پھل دار

عمرِ ابد: ہمیشہ کی زندگی

باشدومد: دھوم دھام سے، زوروشور سے، بڑھا چڑھا کر

طبعِ شاہ: بادشاہ کی طبیعت، قلبِ سلطان

معتمد: قابلِ اعتبار

کشور: ملک، ولایت، دیس

سیاحت: سفر، ملک در ملک اور شہر در شہر گھومنا

تااقصائے ہند: ہندوستان کے آخری کنارے تک

سرگرم: کوشاں، محنت کرنے والا شخص

کھوج لگانا: تلاش وجستجو کرنا

جابہ جا: جگہ جگہ، ہر جگہ

التجا: درخواست، التماس، گزارش، عرض

حیاتِ جاوداں: ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی

چھان مارنا: انتہادرجے کی تلاش وجستجو کرنا

باغ: قرینے سے لگائے گئے درختوں والی جگہ

راغ: پہاڑ کے نیچے کا سبزہ زار میدان، جنگل، چراگاہ

بوستان: گلزار، چمن

سیرِ بلاد: شہروں میں گھومنا پھرنا

مشکل مراد: کامیابی کی صورت

آخرش: آخرکار، انجام کار

کوہ ودشت: پہاڑ وجنگل

بازگشت: واپسی، مراجعت

راہ مستقیم: سیدھی راہ

پیرِعلیم: تجربہ کار بوڑھا، واقف کار معمر آدمی

حسبِ استفسارِ پیرِ رازداں: بھید جاننے والے بزرگ کی پوچھ تاچھ پر

غربت: سفر

قطعِ امید: ناامیدی، مایوسی

گویا ہونا: بولنا

پیرِ رشید: رہنما پیر، ولی کامل

نامور: نیک نام

زندگانی بخش: ہمیشہ ہمیشہ زندہ رکھنے والا

رسول: قاصد، ایلچی

خوش لقا: خوبصورت، حسین وجمیل

بقا: دوام، ہمیشگی

(۲۰) راستی نجات ہے

خلق آزار: لوگوں کو ستانے والا

جور پیشہ: ظلم وستم کرنے و نے والا

تندخو: تلخ مزاج، غصیارہ، بدمزاج

جبار: بہت ستانے والا

ناگزیر: لازمی، ضروری، اٹل

عدو: دوشمن، بدخواہ

ناملائم: نامناسب، سخت

بےخوف وبیم: بلا ڈر وبِہراس کے

الفاظِ سقیم: برے کلمات، گالی گلوچ

دشنام: گالی گلوچ

اِشتباہ: شبہ، شک

شہادت دینا گواہی دینا

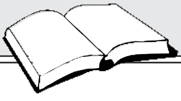
بولا دونوں کو کیا میں نے رہا اس کا حق ہے اور اس نے سچ کہا

سماعِ ہجو: برائی سننا

حرف گیر: روک ٹوک کرنے والا، نکتہ چیں

ستم گر: ظالم

جفاجو: بہت دِق کرنے والا، تشدد کرنے والا



زِشت خو: بدخصلت، گندی عادت والا

جویائے پناہ: امن وحفاظت چاہنے والا

ثنا گر: تعریف بیان کرنے والا

مدح خواں: خوبی بیان کرنے والا

مدام: ہمیشہ

بدگو: برا کہنے والا

لاکلام: بے شک، یقیناً

ہاجی: برائی کرنے والا

برملا: کھلم کھلا

بے تصنع: بغیر بناوٹ کے، بے دھڑک

بے گزاف: بلا شیخی مارنے کے

تیغ: تلوار

برندہ تر: بہت زیادہ کاٹنے والا

(۲۱) سفر

اغراض: مقاصد، وجوہات

بے سود: بے فائدہ، لاحاصل

منشاء: مقصد

عیب وصواب: برائی بھلائی، غلط وصحیح

بہرہ مند: فائدہ پہنچانے والا

بروبحر: خشکی وتری، زمین اور سمندر، پوری دنیا

دشت وجبل: جنگل اور پہاڑ

اقالیم: ممالک

صنعِ الٰہی: اللہ تعالیٰ کی کاری گری

نوع بہ نوع: قسم قسم کا

قدرتِ کاملہ: اللہ تعالیٰ کی پوری طاقت

مرقوم: لکھی ہوئی

رسم الخط: طرزِ تحریر، لکھنے کا ڈھنگ

دلِ دانا: سمجھ دار دل

چشمِ بینا: غور سے دیکھنے والی آنکھ

خبر گیری: دیکھ بھال

فائدہ رسانی: نفع پہنچانا

شیخی جتانا: بڑائی مارنا، گھمنڈ کرنا

عیش اڑانا: مزے کرنا، خواہش پرستی کرنا

پاؤں پھیلانا: بڑھنا

سیری: تسلی تشفی، اطمینان

منتفع: نفع اٹھانے والا

کدورت: دل کا غبار، گدلا پن، آزردگی

گوشہ نشینی: تنہائی میں رہنا، الگ تھلگ بیٹھے رہنا

کسل وماندگی: سستی اور تھکاوٹ

کثرتِ کاروبار: زیادہ کام کاج

سودمند: مفید، فائدہ بخش

خواہی نخواہی: خواہ مخواہ، بلاضرورت، بلاوجہ

فیض: نفع

آوارہ گردی: بغیر کام کے پھرتے رہنا، بھٹکتے رہنا

مسافر نواز: مسافروں کی آؤ بھگت کرنے والا، مہمان نواز

فاقہ کشی: بھوکا رہنا، بھوکا مرنا

خانہ بدوش: کندھوں پر گھر اور گھر کا سامان اٹھائے پھرنے والے، بے ٹھکانہ لوگ

دادوستد: لین دین

معمولی: روزمرہ کا، حسبِ عادت، مقررہ

اتفاقی: وقتی، عارضی، اچانک پیش آنے والا

کافی ووافی: مکمل، بھرپور، ضرورت کو پوری کرنے والا

سالاروسردار: امیرورہبر

متردد: فکرمند، پریشان

خلیق: اچھے اخلاق والا

سفر آزمودہ: سفر کے حالات سے واقف

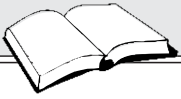
آمادۂ سفر: سفر کے لیے تیار

مقتضائے آدمیت: مروت وشرافت کا تقاضا

تقصیرات: خطائیں

آزردگی: رنجش، ناراضگی خفگی

پاس ولحاظ: دھیان اور خیال



ضرب وشلاق: مار پیٹ، چابک لاٹھی یا درّے سے مارنا

آسائش: راحت، آرام، سکھ

مداخلت: دخل، دست اندازی

بے دستوری: بلا اجازت، بغیر رخصت، خلاف فائدہ

ملول و بے دل: غمگین و رنجیدہ

بہ خوشیِٔ خاطر: خوش دلی سے

تسلیم کرنا: ماننا

(۲۲) جاڑا اور گرمی

جاڑا: سردی کا موسم

صفت: تعریف خوبی

خنک: ٹھنڈا

بے کدورت: صاف ستھرا

جھلس دینا: جلا دینا

تابستان: گرمی کا موسم

حضر: پڑاؤ، اقامت، سفر کا متضاد

راحت فزا: آرام و راحت کو بڑھانے والا

اشتہا: بھوک

مویز: منقیٰ، بڑی کشمش

تخم ریزی: دانہ افشانی، بیج بونا

منہ میاں مٹھو: اپنی تعریف کرنے والا، میٹھی میٹھی باتیں کرنے والا

خودستائی: خود اپنی تعریف و خوبی بیان کرنا

خودستا: اپنی تعریف کرنے والا

باہنر: صاحب فن، ہنر والے

خود بینی: اپنے آپ کو بڑا سمجھنا

بدنما: بھونڈا، بدشکل

کھسوٹ لینا: نوچ لینا، چھین لینا

برگ و بار: پتے اور پھول

تودہ: ٹیلہ، ڈھیر، چٹان

افسردگی: پژمردگی، کملاہٹ، ٹھٹھرن

اغنیا: مالدار

شاہ و گدا: بادشاہ اور فقیر

دلقِ کہنہ: پرانی گاڑی

غلغلہ: چرچا، شہرت

مارے مارے پھرنا: دھکے کھانا

بطیس: (واحد: بط) بطخ (نوٹ: جاڑے کے موسم میں اکثر یہ سرد ملکوں اور سرد خطوں سے گرم علاقوں میں آجاتی ہیں، موسم گرما میں پھر اپنے وطن میں واپس چلی آتی ہیں)

چہرۂ گردوں: آسمان کا چہرہ

پُر ضیا: روشن، روشنی سے بھرا ہوا

طولانی: لمبا

(۲۳) اَرسطو

نامی گرامی: مشہور، معزز

ہنوز: اب تک

اوائل عمر: ابتدائی عمر

ظل عاطفت: پیار و محبت کا سایہ

کفیل: ذمہ دار، ضامن

صرف ونحو: وہ علم جس میں لفظوں کا جوڑ توڑ اور ان کے بولنے برتنے کا قاعدہ بیان کیا جاتا ہے

شعرا: شعر کہنے والے

فصحا: خوش بیان لوگ، خوش گفتار

دستگاہ: قدرت، طاقت

عالی رتبہ: بلند مقام

حسنِ اتفاق: خوش قسمتی، اچھا موقع

خدمت گاری: نوکری

کندۂ ناتراش: ان گھڑ لکڑی، غبی، احمق، کند ذہن

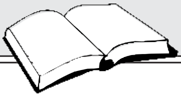
لباس فاخرہ: شاہی پوشاک، نہایت عمدہ قیمتی کپڑے

نالیاقتی: ناقابلیت، نادانی

خفّت: ندامت، شرمساری

پریشانیٔ خاطر: دل کی گھبراہٹ

تحسین و آفرین: تعریف و شاباشی



علم اخلاق: وہ علم جس کے ذریعے لوگوں کی عادات درست ہوں

علم طبیعی: سائنس کی وہ شاخ جس میں مظاہرِ قدرت کے اسباب وعِلل، اثرات اور اُن پر جاری قوانین اور قوتوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے

علم الٰہی: وہ علم ہے جس میں اُن امور سے بحث ہو جو وجو دِ خارجی یا عقل میں مادہ کے محتاج نہ ہو

معلم اول: پہلا استاد، سب سے پہلے علم سکھانے والا

(۲۴) شیر

شوکت وجلال: رعب و دبدبہ قوت وعظمت

بزدلی کم ہمتی، ڈرپوک ہونا

بَری: آزاد، پاک

پھٹکنا: قریب آنا

جَری: بہادر، نڈر

حریف: مقابل، دشمن

لچنا: جھکنا، نرم ہو کر ٹیڑھا ہونا

بے خلل: بے انداز، بہت زیادہ

سورما: بہادر

سجنا: بنناٹھننا، (ہتھیاروں سے) آراستہ وپیراستہ ہونا

میدان کا دَھنی: دَھنی: شوقین، خواہش رکھنے والا، میدان کا دَھنی: بہادر، جنگ جو

جوشن: جنگی زرہ

چار آئینہ: ایک قسم کی زرہ بکتر جس پر لوہے کی چار تختیاں ٹاٹ یا مخمل وغیرہ سے منڈھ کر لڑائی کے وقت سینہ اور پشت پر ڈال لیتے ہیں

خود آہنی: لڑائی کے وقت پہنی جانے والی لوہے کی ٹوپی

اللہ رے: (کلمہ تعجب) واہ رے

بل: طاقت

خروش: شوروغل

سنسان اور خموش: سناٹے کی حالت میں خاموش

ہَول: خوف، ڈر

دہلنا: ڈرنا، رعب کھانا

پاؤں تلے سے زمین نکل جانا: (وحشت ناک آواز وخبر کی وجہ سے) ہوش اڑ جانا

تعاقب میں ہونا: پیچھا کرنا

بیہڑ: ناہموار زمین جس میں بڑے بڑے غار نالے ہوں، جنگل، چراگاہ

نیستاں: بانسوں کا جنگل، سرکنڈوں کا کھیت

کچھار: ترائی جہاں شیر رہتا ہے

گیرودار: حکومت، پکڑ دھکڑ، پوچھ تاچھ

(۲۵) تیمور

ممالک مفتوحہ: فتح کیے ہوئے ملک

محاربۂ عظیم: بھاری جنگ، گھمسان کی لڑائی

باگ اٹھانا: گھوڑے دوڑانا، روانہ ہونا

فرماں پذیر: تابع دار، حکم ماننے والا

کوہستانی: پہاڑی

جنگ جو: لڑاکا، جھگڑالو

زیر کرنا: فتح کرنا، ماتحتی میں لانا

پھونکنا: جلانا

مدتہائے دراز: لمبا عرصہ

مدہ بھیڑ: آمنا سامنا، مقابلہ جھڑپ

خوں خوار: خون پینے والا

مظفر: ظفریاب، فتح مند

منصور: کامیاب

اولوالعزم: بلند ہمت

رعایا پروری: رعیت کی حفاظت وپرورش کرنا

فوج کشی: حملہ آور ہونا، چڑھائی کرنا

معرکہ آرائی: جنگ کے لیے ایک دوسرے کے مقابل ہونا

آئین جنگ: لڑائی کا طریقہ جنگ کا قانون

وحشیانہ: بھیانک، وحشیوں کی طرح

(۲۶) اپنی ترقی کرو

ترقی کی راہیں: کامیابی اور آگے بڑھنے کے راستے

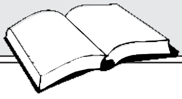
سراسر: تمام، ہر جگہ

راجا: بادشاہ، حاکم اعلیٰ

پرجا: رعایا، عام لوگ

تلک: تک، (یہ پرانی بولی کا لفظ ہے ''تک اس کا مخفف ہے)

تسلط: قبضہ، حکومت، غلبہ



کارواں: قافلہ، مسافرین

صنعت: کاری گری، دست کاری

حِرفت: پیشہ، ہنر

تحصیل حکمت: علم ودانائی حاصل کرنا

ہموار: صاف، سیدھی

کسبِ دولت دولت کمانا، روپیہ حاصل کرنا

غنیم: دشمن

کھٹکا: ڈر، خطرہ، اندیشہ

قزاق: ڈاکو، لٹیرا

رہزن: مسافروں اور راہ گیروں کو لوٹنے مارنے والا

پلوں: (پل کی جمع) پل جھپکنے کا وقفہ، ذرا سی دیر

منزلوں: (منزل کی جمع) مسافر خانہ، سرائے ٹھہرنے کا مقام

ہر اک گوشہ: (گوشہ: کونہ) مراد چاروں طرف، ہر جگہ

گلزار: گلشن وچمن

ایمنی: اطمینان، بے فکری، بے خوفی

سقر: دوزخ جہنم (نمونہ سقر: انتہائی مشقت ومصیبت والا)

ظفر: کامیابی

دم دم کی: ہر وقت کی

شادی وغم: خوشی ونا خوشی

عَیاں: ظاہر کھلی ہوئی

برّ اعظم: بہت سے ملکوں پر مشتمل خشکی کا بہت بڑا حصہ، جیسے: ایشیا، افریقہ وغیرہ

پنہاں: چھپا ہوا، پوشیدہ

آئینۂ احوال: حالات معلوم کرنے کا شیشہ

روئے زمین: سطح زمین، پوری زمین

راہ رَو: راستہ چلنے والا

ہرسو: ہر طرف

پَیہم: لگاتار، مسلسل، پے در پے

بے خطر: پُر امن

(۲۷) شہر پیکن

یورش: چڑھائی، حملہ، دھاوا

متصرف: مالک مختار

تخت گاہ: راجدھانی، دار السلطنت، دار الخلافہ

فصیل: شہر کی چہار دیواری

محیط: گھیرا، گولا، دائرہ

کنگرہ: چوٹی، فصیل کے طاقچے

بالائی سرا: اوپر کا آخری حصہ

بُرج: گنبد، گول چھت

سلامی: ڈھال دار، ترچھی

شہر پناہ: شہر کی حفاظتی دیوار، جو شہر کے چاروں طرف ہوتی ہے، فصیل [

محاذی: سامنے

گھونگھٹ: پردہ، اوٹ، آڑ

راہِ آمد وشد: آنے جانے کا راستہ

نہایت مرتفع: بہت اونچا

اراکینِ سلطنت: سرکار یا بادشاہ کے وزیر ومشیر لوگ

سرکاری محکمہ: سرکاری دفتر وعدالت

بدھ: بدھ مذہب کا بانی، جس کا نام گوتم بدھ لقب ہے

ملمع: جھول، پالش، سونے چاندی کا پانی جو کسی دوسری دھات کی بنی ہوئی چیز پر چڑھایا جائے

دَور: چکر، فاصلہ

زمرۂ ملازمانِ شاہی: سرکاری ملازمین لوگ، سرکاری یا شاہی نوکروں کا گروہ

وسیع در فیع: لمبے چوڑے اور بلند وبالا

ارض وسما: زمین وآسمان

اجناس: (جنس کی جمع) چیزیں، غلے

معمور: بھری ہوئی

کوچہ: گلی

(۲۸) مُرغِ اسیر

مرغ اسیر: (مرغ: پرندہ اڑنے والا جانور–اسیر: قیدی) مرغ اسیر قیدی پرندہ

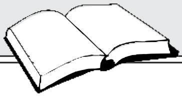
صیاد: شکاری، اسیر صیاد ہونا: شکاری کے پھندے میں پھنسنا

دانا: چالاک، عقلمند، ہوشیار

طائر چمن زاد: (طائر: پرندہ، چمن زاد: چمن میں پیدا شدہ) چمن زاد: باشندۂ چمن

ٹکا: دو پیسے کا سکہ، ٹکا بھر: ذرا سا

مُشتِ پر: تھوڑے سے پر، (کنایۃً) ذرا سی جان



مفارقت: جدائی، علیحدگی

دام: قیمت، پیسے

گرہ باندھنا: گانٹھ لگانا کسی بات کو یاد رکھنے کے لیے رومال یا پگڑی میں گانٹھ دینا کسی چیز کو اپنے قابو میں سنبھال کر رکھنا۔ (پند کو گرہ باندھ: نصیحت کی بات اچھی طرح یاد رکھ)

غفلت: لاپروائی

عاجز: بے بس، لاچار، مجبور

ہاتھ سے نہ دیجیے: (ہاتھ سے دینا (محاورہ): چھوڑنا، ضائع کرنا، کھونا) ہاتھ سے نہ دیجیے: چھوڑیے نہیں، ضائع نہ کیجیے

بن داموں غلام ہونا: خود غلامی اختیار کرنا

بند: گرہ، گانٹھ

لعل: سرخ رنگ کا نہایت چمک دار قیمتی موتی

نہاں: چھپا ہوا، پوشیدہ

شکم: پیٹ

دلاسا: تسلی، اطمینان

لاسا لگانا: (لاسا: پودوں سے حاصل کیا جانے والا لیسدار چپکنے والا مادہ جس کو ٹاٹ وغیرہ پر لگا کر پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے)، گوند، لاسا لگانا: پھنسانا

جعل: دھوکا، فریب، دغا

اربابِ غرض: مطلب پرست، غرض منداور مطلبی لوگ

یک بہ یک: فوراً، ایک دم

باور: اعتماد، بھروسہ، یقین

(۲۹) جُرأت

نامی گرامی: نامور، مشہور و معروف

گورنر جنرل: صوبے دار، صوبے کا حاکم اعلیٰ، وائسرائے، نائب السلطنت، بادشاہ کا نائب

ایامِ طفولیت: بچپن کا زمانہ

سرگذشت: کہانی، آپ بیتی

دایہ: بچے کو پرورش کرنے والی، خادمہ

پونڈ: انگلینڈ کی کرنسی

بُھنانا: روپیہ پیسہ تڑوانا

سودا سلف: کھانے پینے برتنے برتانے کی چیزیں جو بازار سے خرید کر لائی جائیں، ضروری اسباب و سامان

افسانہ: قصہ، کہانی، من گھڑت جھوٹی باتیں

محفوظ: خوش، شادماں، مسرور

اشیائے ضروری: ضروری چیزیں

شناسا: جانے پہچانے

پیش تر: اس سے پہلے

دال میں کچھ کالا ہے: کچھ خرابی ہے، شک و شبہ کی بات ہے

ہنگامہ: شور و غل

مُتّہم: الزام لگایا ہوا، تہمت خوردہ

مجسٹریٹ: جج، منصف

روبہ رو: آمنے سامنے

اظہار: عدالت میں دیا جانے والا یا لیا جانے والا بیان

حواس باختہ: ہکا بکا، گھبرائی ہوئی

خائف: ڈری ہوئی

یاری دینا: مدد کرنا، نصرت کرنا

سکت: طاقت، قوت، ہمت

نیک بخت: خوش نصیب، ایمان دار

واجبی بات: حق بات، مناسب بات صحیح فیصلہ

تعرض: پوچھ تاچھ

جلیل القدر: نہایت معزز، بڑی عزت و شان والا

(۳۰) عبرت

ہوس: خواہش نفسانی، آرزو، حرص

ترغیب دینا: شوق دلانا، کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا

عشرت: عیش و نشاط، ہنسی خوشی

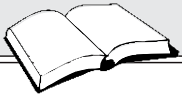
طَبَل: ڈھول، نقارہ

کوس: بڑا ڈھول

تماشا: نظارہ، عجیب بات

قیدِ آز: (آز: لالچ، حرص) قیدِ آز: لالچ کا قید خانہ

محبوس: گھرا ہوا، پھنسا ہوا



اک بارگی: فوراً، دفعتہً

گورِ غریباں: بےکسوں اور مسافروں کا قبرستان

جانِ تمنا: خواہشات کی جان، آرزوؤں کی جڑ

سوطرح: ہر طرح

مایوس: ناامید

مرقد: قبر

سکندر: یونان کا مشہور فاتح بادشاہ

دارا: ایران کا بادشاہ جو سکندرِ اعظم کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا تھا

کیکاؤس: ایران کا بادشاہ جس کا سپہ سالار رستم تھا

جاہ وحشمت: عزت ورتبہ، شان وشوکت، ٹھاٹ باٹ

غیر از حسرت وافسوس: ندامت اور پچھتاوے کے سوا

(۳۱) حرص

مگس: شہد کی مکھی

پابند: گرفتار، بندھا ہوا

وائے: کلمۂ افسوس جو اظہارِ رنج وغم کے موقع زبان پر آتا ہے، ہائے افسوس

سیہ زِندان: کالی جیل، بڑا قید خانہ، مراد حد سے بڑھا ہوا لالچ

خُرسند: خوش، مسرور

مقبرہ: قبرستان

برادر: بھائی

پدر: باپ

خویش: قریبی رشتہ دار، متعلقین

فرزند: بیٹے، لڑکے

رَعنائی: خودآرائی

مُند جانا: بند ہونا

انکھڑیاں: آنکھیں

سوز: شاعر کا تخلص

آنند: آرام وراحت، سکھ، چین

اَمرِ اتفاقی: یکا یک اچانک پیش آنے والی

(۳۲) اَمرِ اتفاقی

عالمِ ہستی: دنیا

صحیفۂ کائنات: دنیا کی کتاب، دنیا اور اس کے اندر کی چیزیں

مطالعہ: واقف ہونے کے لیے کسی کتاب یا کسی نئی پرانی چیز کو بہ غور دیکھنا

الف، بے: ابتداء شروعات

صبح دم: بہت تڑکے، صبح سویرے

قمر: چاند

ہلال: مہینہ کی پہلی رات کا چاند

نُمودار: ظاہر، آشکارا

بدرِ کامل: پورا چاند، چودھویں رات کا چاند

کاہِش: کمی، گھٹاؤ، زوال، اُتار

قطب ستارہ: نہایت روشن ستارہ جو ہمیشہ بہ جانب شمال ایک جگہ ساکن اور قائم رہتا ہے، اس سے بہ وقتِ شب مسافروں اور جہاز راں حضرات کو سمتوں کی تمیز میں مدد ملتی ہے

تغیر وتبدل: ادل بدل

معین: طے شدہ

نشیب: پستی، نچان

رواں: جاری، بہتا ہوا، چلنے والا

خاکستر: راکھ

تخم: بیج، گٹھلی

بہ تدریج: آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے

اسباب: وجہیں

قانونِ قدرت: دستور اور طریقہ خداوندی، عادت اللہ

انکشاف ہونا: کھل کر سامنے آجانا

امرِ معمولی: وہ کام جو ہمیشہ اپنے وقت پر ہو

باقاعدہ: دستور کے مطابق

پوشیدہ اسرار: مخفی باتیں، چھپے ہوئے بھید

حادثہ: نیا واقعہ، جس سے رنج وغم پیدا ہو

لاعلمی: ناواقفیت، انجانی

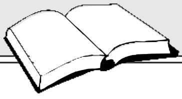
زیرِ سایہ: سایہ میں، چھاؤں میں

جھونکا: ہوا کا ریلا، ہوا کا دھکا

گدّا: ٹہنا، درخت کی موٹی شاخ

تراق: کسی سخت چیز کے ٹوٹنے کی آواز

شانہ: کندھا، مونڈھا



استفسارِحال: حال پوچھنا

اتفاقاً: یکا یک، بے موقع

ناگہانی: اتفاقی، بلاوجہ، اچانک، بے موقع

بادصرصر: آندھی، تیز وتند ہوا

سلسلۂ اسباب: وجوہات کی ترتیب

صدمہ: دوچیزوں کی ٹکر، دھکا

عین: ٹھیک، ہو بہو

مبنی: منحصر، موقوف

ناگوار: برا، ناپسند، خلاف طبع

موجب: سبب، باعث، وجہ

جائے پناہ: حفاظت کی جگہ، محفوظ جگہ

بہرکیف: ہرحال میں

پیچ در پیچ: نہایت مشکل

حتی المقدور: جہاں تک ہوسکے

آئین انتظام: حکمرانی انتظامی قوانین

سیاست: حکومت، ملکی انتظام

عرصۂ قلیل: بہت جلد، تھوڑے دنوں میں

مُستوجب: مستحق، لائق

عُقوبت: سزا

پاس ولحاظ: خیال ورعایت

بقائے حیات: زندگی کا باقی رہنا

(۳۳) تحقیق

تحقیق: اصلیت معلوم کرنا، جستجو، کھوج، جانچ، دریافت

عالم بیداری: جاگنے کی حالت

حواس خمسہ (ظاہرہ): دیکھنے، سنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی پانچ قوتیں

محسوس: حواس خمسہ میں سے کسی بھی حس کے ذریعے معلوم کی ہوئی چیز

اوصاف وخواص: اثرات وخوبیاں

تمیز وشناخت: جان پہچان

کافور: نہایت خوشبودار سفید مادہ جو دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے

ہینگ: ایک درخت کا بدبودار گوند جو اکثر امراض میں کام آتا ہے

شنجرف یا شنگرف: ایک سرخ رنگ کی معدنی دھات جو گندھک اور پارے کی آمیزش سے تیار کی جاتی ہے

علیٰ ہٰذا: اسی طریقہ پر

بگھی: چار پہیوں کی گھوڑا گاڑی

حِس: محسوس ومعلوم کرنے کی قوت

ممکن الوقوع: ہونے کے قابل بات

شہادت: تصدیق، گواہی

مغالطہ: دھوکا، شک وشبہ

متشابہ: ہم شکل، یکساں

خواندہ اور ناخواندہ: پڑھے لکھے اور اَن پڑھ

طورِ واقفیت: معلومات کرنے کا طریقہ

سرِمو: بال کی نوک کے برابر، ذراسا، رائی برابر

لائق منشی: بہت ہوشیار تعلیم یافتہ

واردات: (وارد کی جمع) وہ حال جو آدمی پر گزرے، حال واحوال، سرگذشت

حقیقتِ واقعی: اصل اور بنیادی بات

اظہارِ واقعات: حالات کو ظاہر کرنا

فروگزاشت کرنا: بھولنا، ٹالنا، نظرانداز کرتا

توہم: گمان

اضافہ: بڑھوتری، زیادتی

صدہا: سیکڑوں

سرگذشت: واقعہ، قصہ

(۳۴) بکری کا بھوت

نقب زنی: دیوار میں سوراخ کر کے چوری کرنا

وقوع: خوفناک حادثہ

احاطہ: چاردیواری سے گھری ہوئی جگہ

حلقہ: علاقہ، ایریا

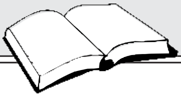
کانسٹیبل: پولیس کا سپاہی

کارروائی: کام کاج

مالِ غنیمت: مفت کا دھن

ٹھاگی: چوروں کا سردار، پتا لگانے والا، جاسوس

مکر گانٹھنا: دھوکا دینا، فریب دینا



دل جمعی: تسلی، اطمینان

عامہ خلائق: عام لوگ، عوام الناس

خوابِ نوشیں: میٹھی نیند، پر لطف نیند

آغوش: گود، بغل

رُفقا: (رفیق کی جمع) ساتھی

غنودگی: ہلکی نیند

اوسان: ہوش وحواس

تکلیف دہی: دی ہوئی تکلیف

کانجی ہاؤس: وہ سرکاری مکان جہاں آوارہ اور لاوارث مویشی بھیج دیے جاتے ہیں، مویشیوں کا قید خانہ، مویشیوں کے بند کرنے کا مکان

کشاں کشاں: کھینچتے ہوئے، زبردستی

لبریز: بھری ہوئی، لبالب

وحشت زادہ نگاہ: گھبرائی ہوئی نگاہ

خلاف معمول: بروزمرہ کے برعکس

(۳۵) باجے کا بھوت

خیالی غنیمت: ذہنی لوٹ کا مال

قفل: تالا

کمانی: لوہے کا آلہ یا پرزہ جو مثل کمان کے ٹیڑھا ہو

کلوں: (کل کی جمع) پرزہ

سُر: ایسی آواز جس میں لہجہ اور ترنم ہوں

گیت: باجا، نغمہ

سراسیمہ: حیران، پریشان

قطعۂ اراضی: زمین کا حصہ

دھمک: پیروں کی آہٹ، پاؤں کی آواز

سپرنٹنڈنٹ: ناظم

مُتَحیر: ہکابکا، حیران

دلکش: دلچسپ

تجسّس: تلاش، ڈھونڈ ڈھانڈ

(۳۶) یاروں کا گلہ

صبا: مشرق سے مغرب کو چلنے والی پروا ہوا

صحرانورد: جنگل میں پھرنے والا

حالِ زار: پریشانی کے حالات

ربط: تعلق، محبت

ذاتِ سامی: بلند و بزرگ شخصیت

خاکسار: حقیر، ادنیٰ

واہ واہے: بہت خوب، شاباش، یہ کلمۂ تحسین ہے جو حیرت و تعجب اور طنز کے موقع پر بھی بولتے ہیں، یہاں بھی طنز کے طور پر استعمال کیا گیا ہے

رحمت ہے: آفرین ہے، مرحبا ہے (محاورہ میں کلمہ طنز بھی ہے)

دو حرف: مختصر بات

لطف آمیز: مزے دار، محبت بھرا

دل بے تاب و طاقت: کمزور اور پریشان دل

قرار: چین، آرام، راحت

کاہے کا: کیوں، کس لیے

آفریں صد آفریں: مرحبا، واہ وا، یہ جملہ مدح و ذم دونوں کے لیے آتا ہے اس موقع پر شاعر طنزاً لایا ہے

مردمانِ روزگار: زمانے کے لوگو! دوستو!

حرف: بات، سخن

کاہ: کٹی ہوئی سوکھی گھاس

کہسار: پہاڑ

(۳۷) دوستی کی ضرورت

بنی نوع: انسانی برادری، انسان کی اولاد

اِعانت: مدد

رابطۂ الفت و محبت: آپسی تعلقات اور بھائی چارگی

بہم پہنچا: مہیا کرنا، فراہم کرنا

امرِ ناگزیر: نہایت ضروری بات

کم یاب: کم ملنے والا، نادر

دم بھرنا: دعویٰ کرنا

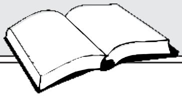
صادق: سچا، وفادار

ہیچ: کچھ بھی نہیں، بے کار

(۳۸) دوست کا انتخاب

جویا: ڈھونڈنے والا

تلف: ضائع، برباد



قابلِ اعتماد: بھروسے کے لائق، معتبر

عبث: بے فائدہ، بے کار

شکر گزاری: احسان مندی

کُفرانِ نعمت: احسان فراموشی، نمک حرامی، نعمت کی ناشکری

میلان: جھکاؤ

طمّاع: بہت لالچی، بڑا حریص

بدعہد: وعدہ پورا نہ کرنے والا، قول سے پھر جانے والا

بے وفا: بے مروت

بدمزاج: اکھڑ

لہوولعب: کھیل کود، سیر و تماشا

لاحاصل: بے فائدہ، بے سود

بہمہ صفت موصوف: ہر قسم کی خوبیوں والا

شاذ و نادر: کبھی کبھار، اِکا دُکا

جزوی عیب: تھوڑی بہت خرابی یا کمی

ادنیٰ تقصیر: چھوٹی موٹی کوتاہی یا کمی

چنداں: کچھ

لحاظ نہ کرنا: دھیان نہ دینا

فردِ بشر: ایک شخص بھی

فرشتہ خصلت: فرشتہ جیسی عادت والا

کور کسر: کمی بیشی، عیب، برائی بھلائی

مدت العمر: عمر بھر، پوری زندگی

ٹوہ: تلاش، جستجو

مُبرّا: بے عیب، پاک، بَری

(۳۹) دوستانہ سلوک

برتری: فوقیت، افضلیت

احسان جتانا: کسی کے ساتھ کی ہوئی بھلائی یاد دلانا

مُحترِز: بچنے والا

مخفی: پوشیدہ

نِزاع و خصومت: جھگڑا اور رنجش

ناروا: نامناسب، برا، ناپسند

معیوب: عیب دار

بخل و خِسّت: کنجوسی، کمی

دریغ رکھنا: انکار، بچا کر رکھنا

علانیہ: کھلم کھلا

صریح سلامت: سب کے سامنے، برا بھلا کہنا، کلم کلا پھٹکارنا

چشم پوشی: دیکھ کر ٹال جانا

اغماض: درگزر

سہل انگاری: کاہلی، آرام طلبی، بہانہ سازی

پَرلے درجے کی: حد درجہ کی، انتہائی، بے حد

متنبہ: آگاہ

کنایہ: مبہم بات

دل سوزی: ہمدردی خیر خواہی

اِفشا: ظاہر، آشکارا

خجالت: شرمندگی

تاج گنج: آگرہ شہر کا وہ محلّہ جس میں تاج محل واقع ہے

(۴۰) تعریفِ روضۂ تاج گنج

روضہ: مقبرہ (قبر کی جگہ)

خوش نگار: خوب صورت بیل بوٹوں والا، دل چسپ، حسین نقشوں والا

قمر نشاں: چاند جیسا

تجلّی: روشنی، نور

بلور: چمکیلا پتھر

شرمسار: شرمندہ

خطِ طغریٰ: عربی رسم الخط میں پیچیدہ، مگر فنکارانہ اور خوب صورت تحریر

طُرفہ کار: عجیب طرح سے

طُرفہ اوج: انوکھے ڈھنگ کی اونچائی

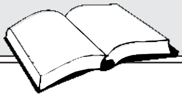
دوچار: آمنے سامنے، بالمقابل

گل و یاسمین کی باس: گلاب اور چنبیلی کے پھول کی مہک

شاد: خوش

گزار: بسر اوقات

نسیم: بھینی بھینی اور ٹھنڈی ہوا، پچھلی رات کی نرم اور معطر ہوا



صبا: پرواہوا، موسم بہار میں چلنے والی ہوا

روِش: باغ وچمن کی پٹڑی، باغ وچمن کے درمیان سے گزرتا ہوا راستہ

ہجومِ بہار: پھولوں کی بہتات وکثرت، سرسبز شادابی

رائے بیل: چنبیلی اوراس کی بیل جس پرایک پنکھڑی کا پھول آتا ہے

سیوتی: سفید گلاب

گلنار: انار کی طرح ایک درخت جس پر پھل نہیں آتا صرف پھول لگتا ہے

لالہ: ایک خوش نما سرخ رنگ کا پھول جس کے اندر سیاہ داغ ہوتا ہے

نسرین ونسترن: سفید جنگلی گلاب کا پوداا ور پھول، گل سیوتی

جوئبار: وہ بڑی نہر جس میں کئی نہریں آ کر مل جاتی ہوں

مولسری: ایک درخت جس کے پھول نہایت خوشبودار ہوتے ہیں

ہزار: ایک قسم کی ولایتی لیل جو ہزاروں طرح کی بولیاں بولتا ہے

صوت ہزار: بلبل کی آواز یاہزاروں قسم کے پرندوں کی آوازیں

دل پذیر: دل پسند، مرغوب، مَن کو بھانے والا

مُشتہرِ روزگار: زمانہ بھر میں مشہور

مخلوقات: ذات باری تعالیٰ کے سواتمام جان داراور بے جان اشیائے کائنات

(۴۱) مخلوقات

کُرۂ زمین: (کُرہ: گولا، گیند) کرۂ زمین: زمین کا گولا

وصفِ مُشترک: ملی جلی خوبی، یکساں گُن

بے حس وحرکت: بے جان

اجزائے ارضی وہوائی: زمین اور ہوا کے ٹکڑے، ذرّات

جذب کرنا: کھینچنا، چوسنا

نشوونما پانا: پرورش پانا، پھلنا پھولنا

قوت نامیہ: بڑھنے والی طاقت

جملہ: تمام، سب، کل

تن وتوش: جسم وجان، بدن اور طاقت

افزائش بڑھوتری، زیادتی

نقلِ مکان کرنا: ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا

خارجی: بیرونی، باہر کی

ذی حیات: جان والا

موالید خلاثہ: تین قسم کی مخلوق (یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات)

باہم مربوط: آپس میں جڑا ہوا

اوضاع واطوار: طور طریقے

مماثل: مثل، برابر، یکساں

جنس: قسم

قطعی: پورے طور پر

ممیّز: ممتاز، الگ، علیحدہ

مرجان: ایک قسم کا سوراخ دار، بحری درخت جسے سمندری کیڑے بناتے ہیں

خاصہ: وصف، عادت

اشجار: درخت

قدرت کاملہ: تمام قوتوں والا

لطیف وسبک: ہلکی

بَصارت: نظر، بینائی

خوردبین: وہ آلہ جس کے ذریعہ چھوٹی چیز بڑی دکھائی دیتی ہے

ادنیٰ صدمہ: معمولی دھکا، ہلکی سی ٹکر

تموُّج وتلاطم: ہوااور پانی کی موجوں یالہروں میں جوش وولولہ

سیّال: بہنے والی پہلی اور رقیق چیز

ظرف: برتن

خفیف حرارت: ہلکی گرمی

بخار: بھاپ، دھوا

منجمد: ٹھوس، جمی ہوئی

مشاہدہ ہونا: دِکھنا

باہم پیوستہ: آپس میں ملے ہوئے

سنگ خارا: ایک قسم کا سخت نیلگوں پتھر

بھُربھُری: پھُس پھُس

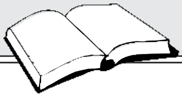
بودی: کمزور

کھریا مٹی: ایک قسم کی سفید مٹی جونہایت کمزور ہوتی ہے

کائی: وہ سبزی جو اکثر بند پانی کے اوپر یا برسات میں چونے کی دیواری وغیرہ پر جم جاتی ہے

اوسط: درمیانی درجہ

نخلِ خرما: کھجور کا پیڑ



عظیم الجثہ: بہت موٹا، بہت بڑے جسم والا

مرکز: صدر مقام، بیچ

اسفنج یا اسپنج: ایک سمندری مخلوق جس کی بناوٹ ایسی خوف دار ہوتی ہے کہ اس میں پانی جذب ہو جاتا ہے اور نچوڑنے پر فوراً خشک ہو جاتا ہے

مونگا: ایک قسم کا سمندری کیڑوں کے گھر، جن کی کثرت سے پورے پورے جزیرے بن جاتے ہیں

آثار حیات: علاماتِ زندگی، زندگی کے نشانات

حلقہ: دائرہ

مرکب: ملا ہوا، بنا ہوا

گھونگا: دریائی کیڑے کا خول جو ہڈی کی طرح سخت اور گنبد نما پیچ دار ایک جانب سے کھلا ہوا اور دوسری جانب سے کھلا بند ہوتا ہے

کوڑی: ایک قسم کا چھوٹا سنکھ جس کو سمندری کیڑا بناتا ہے

صدف: سیپی

پودنا: چھوٹا سا پرندہ ہے جو درختوں اور پھونس وغیرہ پر پھدکتا پھرتا ہے

شُتر مُرغ: صحرائے افریقہ وعرب کا ایک قد آور پرندہ جس کی گردن اونٹ کی طرح لمبی ہوتی ہے

نوع افضل: اعلیٰ قسم، سب سے اچھا

جُثہ: جسم، جسامت

وہیل: بہت بڑی مچھلی

مڈل کلاس: درمیانہ درجہ

جسمانی خردی و بزرگی: جسم و جان کی بڑائی چھوٹائی

تشریح اعضا بدن کے اجزاء کی بناوٹ

ساخت: بناوٹ

درجہ بہ درجہ: نمبر وار

دقیق: مشکل

پیچ دار: دشوار

جسدِ انسانی: انسانی جسم

قوائے دماغی: دماغ سے تعلق رکھنے والی قوتیں

اِدراک: کسی چیز کی حقیقت کو پانا

برتر و فائق: بہت بڑھا ہوا

فرماں روائی: حکومت

حیوان ناطق: بولنے اور سمجھنے والا جاندار، صاحب عقل انسان

حیوان مطلق: بولنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم جانور

تجویز کرنا: مقرر کرنا، طے کرنا

نسل انسانی: انسانی خاندان و کنبہ

رُبع مسکون: زمین کا چوتھائی حصہ جو آباد ہے

نوع واحد: ایک ہی طرح کے

خط و خال: جسم کا پورا حلیہ

دہانہ: منہ

صحرائے افریقہ: براعظم افریقہ کے جنگلات

جزائر مشرق: انڈونیشیا اور اس کے مضافاتی جزیرے

زردی مائل: پیلے پن پر

پچکے ہوئے: اندر کو دھنسے ہوئے

مسکن: ٹھکانہ

تانبڑا: تانبے جیسا، سرخی مائل

چہرہ سڈول: گول و خوب صورت چہرہ

کاسئہ سر: پیالے جیسے سر کا دائرہ

مُدَوَّر: گول

ناک ستواں: سُتی ہوئی پتلی اور نازک ناک

زاد بوم: جائے پیدائش

نواحی: آس پاس، قرب و جوار، اردگرد

دیار: جمع دار بہ معنی گھر، شہر، علاقہ

شکیل و جمیل: حسین و خوبصورت

باہمی اختلاط: آپسی میل ملاپ

مخلوط النسل: ملی جلی نسل

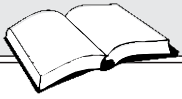
وحشی: جنگلی، غیر مانوس

خط و خال: شکل و صورت، چال ڈھال

طرز معاش: روزی کمانے اور کھانے پینے کا ڈھنگ گزر، بسر کا طریقہ

عالمِ توَحُّش: جنگلی پن

مہذب: شائستہ



اَشرف المخلوقات: مخلوق میں سب سے زیادہ شریف و بزرگ

تربیت یافتہ: باادب باسلیقہ، اخلاق والی

وحشی صفت: غیر مہذب، بدسلیقہ

تحصیل معاش: روزی حاصل کرنے کا طریقہ

آب وطعام: کھانا پانی

رفعِ تشنگی: پیاس بجھانا

جڑی بوٹی: درخت کی جڑ، پھول، پتے وغیرہ جو دوائی کے کام آتے ہیں

ادنی مشقت: تھوڑی محنت ودقت

خوانِ نعمت: لذیذ کھانوں کا دستر خوان

ضیافت: مہمانی

طائر: پرندہ

عالم مجبوری: بےبسی کی حالت

جوف: خالی جگہ

کوہ و بیابان: پہاڑ اور جنگل

غار وشگاف: کھوہ وگڑھے

خانۂ بےتکلف: سیدھا سادہ گھر

برہنہ تن: ننگا بدن

وحشی انسان: گنوار اور جنگلی آدمی

ملکی مہم: ملکی لڑائی

گزِندہ: ڈنک مارنے والا جانور، جیسے: سانپ، بچھو، بھڑ وغیرہ

قابض: قبضہ کیے ہوئے

مغلوب کرنا: شکست دینا، ہرانا

معرکہ جنگ لڑائی

دستیاب: حاصل میسر، مہیا

پوست: چمڑا، کھال

صید افگنی: شکار کرنا

بھٹوں: بھٹ واحد: غار، کھوہ

بناسپتی: بن کی پتی، جنگل کی پتیاں

مسلح: ہتھیار والا

پس خوردہ: جھوٹا، کھانے کے بعد کا بچا ہوا

گلّہ: جھنڈ، ریوڑ

گلہ بان: چرواہا، بکریاں وغیرہ رکھنے اور چرانے والا

صیادی: فن شکار

مشاق: بڑا ماہر تجربہ کار

بہائم: (واحد: بہیمہ) چوپائے، جانور

لطیف: خوشگوار، عمدہ

اَہلی: پالتو، گھریلو

بار کشی: بوجھ ڈھونے کا کام

نہایت موزوں: بہت مناسب

ٹانڈا: گھر کا سامان، خاندان

مرغزار: سبزہ زار، وہ جگہ جہاں نباتات کی ہریالی خوب چھائی ہوئی ہو

سرکنڈا: نرکل، نرسل

سائبان: سایہ کرنے والا، چھپر

بادوباراں: ہوا اور بارش

راعی: چرواہا

شہسوار: گھوڑ سوار، بہادر

خوں خوار: خون پینے والا، ظالم، ستم گر

اَرنا بھینسہ: جنگلی جھوٹا، صحرائی بھینسہ

خانہ بدوش: بےٹھکانہ جس کا کوئی مستقل گھر نہ ہو

دِہقاں: زمین دار، کاشت کار

افراط: کثرت، زیادتی

تخم ریزی: بیج بونا، بوائی

سیر حاصل میدان: اچھی پیداوار کی زمین، زرخیز زمین

سواد: اردگرد

آبِ شیریں: میٹھا پانی، خوش ذائقہ پانی

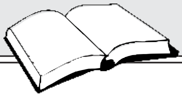
شادابِ مرغزار: تروتازہ ہری ہری گھاس سے بھرا ہوا میدان

سرسائی بہتات، کثرت، زیادتی

اقامت گزینی: ایک جگہ قیام کرنا

خوگر: عادی

قیام گاہ رہنے اور ٹھہرنے کی جگہ



قرب وجوار: آس پاس

سرحد تہذیب: عقل وشعور اور اصلاحی حدود، پناہ

(۴۲) داستان

گیتی پناہ: دنیا، زمانہ، دنیا کو حفاظت میں رکھنے والا

حشمت: دلاسہ، شان وشوکت

منال: پانے کی جگہ، (مجازاً) مال واسباب، دھن دولت، جاگیر

فرخندہ حال: خوش حال

باج: سالانہ محصول، ٹیکس، خراج

خطا: چین اور ترکستان کے درمیان ایک علاقہ یا ملک

خُتن: چینی ترکستان کا مشہور شہر جہاں کا مشک مشہور ہے

خراج: جان و مال کی حفاظت کا محصول

سرکش: نافرمان باغی

ستہ: بادشاہ

قدموں لگنا: تابع اور مطیع ہونا

آسودہ خوش حال، مطمئن

مفلسی: ناداری، غریبی

اہل حرفہ: پیشہ ور، کاری گر

الم: رنج

وارث تخت وتاج: ولی عہد سلطنت کا حق دار

ملک پر جان کھونا: ملک کی ترقی میں لگے رہنا، جان کھپانا

سونا: غافل رہنا، دھوکہ کھانا

اضطراب: بے چینی، بے قراری

مزرعِ آخرت: آخرت کی کھیتی

عجب کیا: کیا بعید ہے، ہوسکتا ہے

خَلَف: نیک اولاد

اَوقات حیثیت، بساط

بار: دیر، وقت

تولُّد ہونا: پیدا ہونا

پسر: لڑکا

بہ دیوان عام: عام شاہی دربار تک

نذریں: صدقے، بھینٹ تحفہ

زر کے توڑے: اشرفی کی بھری ہوئی تھیلیاں

چھٹی: بچہ پیدا ہونے کے چھ دن بعد کی رسم جس میں بشکل عقیقہ عزیز واقارب مدعو کیے جاتے ہیں، زچہ اور بچہ کو نسل دیا جاتا ہے

برات: اس سے مراد دن رات کی خوشی، کہ دن عید اور رات تھی شب برات

نونہال: نوعمر بچہ

ابر: بادل

جوں: مانند، مثل

ہلال: پہلی رات کا چاند

سرو: ایک خوب صورت اور مشہور درخت جو سیدھا اور لمبا ہوتا ہے

پاؤں پاؤں: پیروں پیروں، اپنے پیروں سے چلنا

بردہ: غلام، قیدی

ناؤں: نام

اَتالیق: ادب سکھانے والا، گھر پر آکر پڑھانے والا

منشی: مضمون نگار

ادیب: علم ادب جاننے والا

استاد: سکھانے والا

پیش نخوا

زَبس: بے انتہاء بہت زیادہ (ازبس کا مخفف ہے)

ذہن رسا: تیز ذہن، بات کی تہہ تک پہنچنے والا ذہن

معانی: وہ علم جس سے الفاظ کا صحیح موقع استعمال اور معنوں کا درست وموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے

منطق: ٹھیک طور سے سوچنے کا علم، وہ علم جو منطقی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق ثابت کرتا ہے

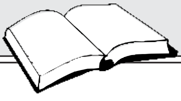
بیان: ایک علم جس میں تشبیہ استعارہ مجاز اور کنایہ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے

ادب: علم زبان جس میں محولات عروض انشا معانی اور بیان وغیرہ داخل ہیں

معقول: فلسفہ ومنطق

منقول: وہ علم جس میں صرف ان باتوں سے بحث ہو جو دوسروں سے بیان کی گئی ہیں

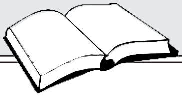
خامۂ مشک بار: مشک جیسی خوش بو برسانے والا قلم یعنی عمدہ لکھنے والا قلم



نسخ: عربی کا قدیم طرزِ تحریر جس کو خواجہ علاء الدین نے نکالا تھا
خطِ ریحان: ابن مقلہ نے جو چھ خط ایجاد کیے تھے ان میں سے ایک خط کا نام جس میں حروف سے پھول بوٹے بنائے جاتے ہیں
خطِ غبار: فن خطاطی میں خط کی ایک قسم جس میں عبارت کو اس طرح سے لکھا جاتا ہے کہ غبار کی سی صورت نظر آتی ہے
شکستہ: خط تعلیق کا دوسرا طرز جو زود نویسی کے لیے اصول خوش نویسی کو نظر انداز کر کے قلم کی روانی پر وضع کیا گیا تھا اس کو گھسیٹ لکھت اور خط دیوانی بھی کہتے ہیں
تعلیق: یہ بھی خط کی ایک قسم ہے، اس خط میں حرفوں کے دائرے لیے اور مُسطح چھوٹے لکھے جاتے ہیں، ایرانی اس خط کو خاص طور پر لکھتے ہیں
کسبِ تُفنگ: بندوق چلانے کا فن
اہلِ فرنگ: یورپ والے
مُروت کی خو: جواں مردی، عادتِ شریفانہ
آدمیت کی چال: خوش خُلقی، ملنساری
رذالوں: (رذالہ کی جمع) آوارہ گردوں، نالائقوں
نفروں: (نفر کی جمع) نہایت ذلیل ورذیل
قابل: باصلاحیت
گیا نام پر: اس قدر ترقی کی جیسا نام ویسا کام
دل پذیر: پیارا
سچ مُچ: واقعی حقیقت میں
بے نظیر: بے مثال

(۴۳) بادِ مُراد

بادِ مُراد: وہ ہوا جو جہاز اور کشتی کو آگے بڑھنے میں مدد دے، موافق ہوا، ساز گار ہوا
آہنگ: ارادہ، قصد
آفاق: آسمان کے کنارے، دنیا
جہاز ست رو: دھیمی چال والی بڑی کشتیاں
مشتاق: شوق سے انتظار کرنے والا، آرزو مند
پھریرا: جھنڈا، پرچم
کَس: (امر کا صیغہ) کھینچ
بادبان: وہ موٹی اور مضبوط چادر (پال) جو کشتی ناؤ یا جہاز کی رفتار کو تیز کرنے اور اس کا رُخ موڑنے کے لیے اس کے کسی ایک سرے پر لگاتے ہیں، تاکہ ہوا بھر کر تیز چلے
خلیج: شاخِ دریا جو خشکی کے اندر دور تک چلی گئی ہو، کھاڑی
آبنائے: پانی کا وہ تنگ راستہ جو پانی کے دو بڑے حصوں کو ملائے
مراحل: منزلیں
مقام اِستوا یا خط استوا: زمین کا بیچوں بیچ
تا: تک
قطبین: دونوں قطب، زمین کے دونوں سرے، شمال وجنوب
کھوندنا: پیروں تلے کچلنا
کوہ ودشت: جنگل و پہاڑ
بحرین: دو سمندر، روم اور فارس کے دونوں دریا، ایشیا کا ایک چھوٹا سا خلیجی عرب ملک جس کی راجدھانی منامہ ہے
گل گشت: سفر، سیر
مُحیط ارض: زمین کو گھیرنے والا
سَبُک پا: تیز رفتار، جلدی چلنے والا
موج: ہوا کی لہر
ہنگامہ پرواز: شور کرنے والا، شور وغل مچانے والا
پردۂ گوش: کان کے اندر کی باریک جھلی جس پر باہر کی آواز جا کر ٹکراتی ہے
روپوش: چھپی ہوئی، پوشیدہ
بہر طور: ہر طرح سے
تجھ بن: تیرے بغیر
تنفس: سانس لینا
غیر ممکن: محال، دشوار
نسیم صبح گاہی: صبح کے وقت کی ہلکی اور ٹھنڈی ہوا
رحمت عام الٰہی: اللہ کی عام مہربانیاں
الطاف: مہربانیاں
حاوی: گھیرنے والا، پھیلے ہوئے
مساوی: برابر، یکساں
خشمگیں: غضبناک، خفا
تُند خو: تیز مزاج، جلد ناراض ہو جانے والا
تہہ وبالا: اوپر نیچے



جہاز جنگ جو: بہت مضبوط جہاز جو لڑائی میں کام دیتے ہیں

پر کاہ: سوکھی گھاس کے تنکے پتے

معاذ اللہ: اللہ کی پناہ

نشان قہر رب: اللہ تعالیٰ کی نے ناراضگی کی علامت

لے: سریلی آواز، لہجہ

نیستاں: نرکل و نرسل کا جنگل، بانس کے پیدا ہونے کی جگہ

خوشامد: چاپلوسی، جھوٹی تعریف کرنا

خرگاہ لشکر: فوج کا بہت بڑا خیمہ

نہ درگزرے: نہ چھوڑے، نہ چشم پوشی کرے

نہ جھجکے: نہ شرمائے

طرۂ تاج شہاں: بادشاہوں کے تاج وکلاہ کا پھندا

شان سلطان: بادشاہ کا رعب ودبدبہ

پردۂ ایوان سلطان: بادشاہ کے محل و دربار کا پردہ کرنے والا کپڑا

شوخی: شرارت، گستاخی، تیزی

بجا: درست، ٹھیک صحیح

(۴۴) راست گوئی

راست گوئی: سچائی

قہر: بلا، آفت، غضب

تلخی: کڑواہٹ، ترشی سختی

اغیار: غیر کی جمع، اجنبی

اورنگ: تخت

افسر: تاج شاہی ٹوپی

خون خوار: خون پینے والا، ظالم

جلو: ہمراہی، معیت

سنگت: ساتھ، رفاقت

آشتی: دوستی صلح آپسی میل ملاپ

مصلحت: نیک صلاح، بھلائی، حکمت

ان بن: بگاڑ، نا اتفاقی

قطع وبرش: کاٹ چھانٹ

جس جا: جس جگہ، جہاں

جلوہ گستر: ظاہر نمودار

دفتر: وہ کمرہ یا مکان جس میں کسی ادارہ محکمے یا اس کے کسی شعبہ کے حسابی اور متعلقہ دگر قسم کے کاغذات کا مجموعہ رہتا ہو، جہاں سے احکامات جاری ہوتے ہوں

ابتر: تباہ، منتشر

تیغ بُرّاں: بہت تیز دھار کی تلوار

دوراں: وقت، زمانہ

وحشت آگیں: بھیانک خوفناک

نِت: روز، ہمیشہ

شب خوں: رات کے وقت سونے والوں پر حملہ کر کے قتل وغارت کرنا، چھاپہ مارنا

گُن: اوصاف، خوبیاں

دُھن: طلب، لگن

مونا: مرنا، فوت ہونا

بیڑا: بہت ہی کشتیوں یا جہازوں کا مجموعہ

پربت: پہاڑ

افسوں: جادو، منتر

منکر: انکار کرنے والا

مفتوں: شیدا، فریفتہ، عاشق

طرفہ: نیا، انوکھا، نرالا

صدا: آواز، بلاوا

آتش: آگ

آہٹ: آہستہ آہستہ چلنے کی آواز

رم: بھاگ دوڑ، خوف، نفرت

گُدگُدانا: بھڑکانا شوق بڑھانا

زد: نشانہ

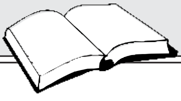
ضرب: چوٹ مار

آہُو: ہرن

دل پر چوٹ کھانا: دل پر اثر لینا، صدمہ اٹھانا

زخم نہاں: پوشیدہ گھاؤ

دل دوز: دل پر اثر کرنے والی، دل میں گھس جانے والی



زَہر ہَلاہَل: ہلاک کرنے والا زہر

کاری: گہرا، مہلک گھاؤ

مرہم: زخم پر لگانے کی گاڑھی نرم اور چکنی دوا

امرت: آبِ حیات، وہ پانی جس کے پینے سے موت نہیں آتی

سم: زہر

تعصب: بے جا حمایت، ناجائز طرف داری

غُل: شور، ہنگامہ

رسم سلف: پہلے بزرگوں کے رواج، پرانے زمانے کے دستور و قاعدے جو مناسب ہوں

مرنا: عاشق ہونا، فریفتہ ہونا

بَردوں: (واحد: بردہ) غلام، کنیز، جنگ کا قیدی

حامی: طرفدار، مددگار

پاسباں: نگران

عسل: شہد

حلاوت: مٹھاس، شیرینی

عنقاء: معدوم شے، نادر، نایاب، ایک فرضی پرندہ جس کا نام تو عنقاء مشہور ہے لیکن پتہ ندارد (معلوم نہیں کہ وہ کونسا ہے)

فُغاں: واویلا، غوغا، شور

خزاں: پت جھڑ کا زمانہ

پیچیدہ: مشکل جو بے دِقّت سمجھ میں آئے

گہ: گاہ کا مخفف، کبھی

منعموں: (منعم ہے کی جمع) مالدار، دولت مند

طینت: عادت، خِلقت

دَل: آدمیوں کا بڑا مجمع

بے نہایت: بہت زیادہ، بے شمار

جمہور: پبلک، عوام

بہ دولت: وجہ سے

بیگانا: پرایا، اجنبی

حرف حق: سچا بول

جگ: دنیا

بول بالا: چرچا

ابرِ رحمت: رحمت کا بادل، مراد راست گوئی

سایہ افگن: سایہ پھیلانے والی، محافظ

قدم: وجود

دم سے: ذات

یاور حمایتی، مددگار

نکبت: ذلت، بدحالی

منزل کرنا: ٹھہرنا، قیام کرنا

نوبت بہ نوبت: نمبروار، یکے بعد دیگرے

حد سے سوا: بے حد، بہت زیادہ

دارو: دوا

صحت فزا: تندرستی کو بڑھانے والی، صحت بخش

گھٹائیں چھانا: مصیبتیں آنا

سِرِّ یزداں: خدائی بھید، رازِ خداوندی

عریاں: باہر، ننگا

اَنصار: (ناصر کی جمع) مددگار

ناشناسا: انجان، ناواقف، نا پہنچاننے والا

حالی: مشہور و معروف شاعر الطاف حسین کا تخلص

(۴۵) خواصِ خمسہ

ساخت: بناوٹ

جُثہ: جسم، جسامت

پیچ دار: چکردار، بلدار، الجھاؤ والی

شامہ: سونگھنے کی طاقت

باصرہ: دیکھنے کی طاقت

سامعہ: سننے کی طاقت

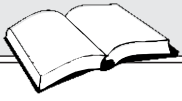
لامسہ: چھونے یا پکڑنے کی طاقت

ذائقہ چکھنے کی طاقت

آلہ: اوزار، پرزہ، ذریعہ

بنی: ناک

جوف بنی: ناک کے اندر کا خالی حصہ



بالائی: اوپری، اوپر کا

محدود: گھرا ہوا، بند

بو دار اشیا: بد بو خوشبو والی ہر وہ چیز جس کو ناک کی قوت شامہ محسوس و معلوم کرے

اعصاب: (عصب کی جمع) رگیں، نسیں، پٹھے

آب و طعام: کھانا پینا

دِقت: دشواری

حسن و قبح: بھلائی برائی

اِدراک: اندازہ، احساس

قدرت کاملہ: باری تعالیٰ

آمد و شد: آنا جانا، آمد و رفت

گل و ثمر: پھل اور پھول

مُشک: وہ نہایت خوشبو دار سیاہ رنگ کا مادہ جو ایک خاص قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے

عنبر: سمندر کی ایک قسم کی سوکھی ہوئی جھاگ جو آگ پر موم کی طرح پگھل کر بہت خوشبو پیدا کرتی ہے دواؤں میں پڑتی ہے

فیض یاب: فائدہ حاصل کرنے والا

بول و براز: پیشاب اور پاخانہ

مضرت: نقصان ضرر

رطوبت: تری

شعاع: کرن، چمک

تحریک: حرکت، جنبش

محو: گم، فنا

مشتعل: روشن، شعلہ مارنے والے، جلتے ہوئے

دائرہ: گولا، چکر

قندیل: بشکل لالٹین ایک طرح کا شیشے کا ظرف جس میں بتی روشن کر کے چھت پر لٹکا دیتے ہیں

عصبِ بصارت: آنکھ کے اندر کی وہ نس جو چیزوں کے دیکھنے میں معین ہے

مطلق تحریک: بالکل حرکت

منعکس: وہ شعاع جو پلٹ کر آتی ہو

حس: محسوس و معلوم کرنے کی قوت

بے بصر: اندھا، نابینا

شمس و قمر: سورج اور چاند

آن کی آن میں: تھوڑی دیر میں، آناً فاناً

مظاہرِ عالم کا مطالعہ: دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کا بہ غور دیکھنا

سماعت: شنوائی، سننا

عصبِ سمع: سننے والی رگ نہیں یا پٹھا

طنبور: ایک قسم کا باجا جس میں ستار کی طرح تین تار ہوتے ہیں

صدمہ: دھکا، ٹکر

تلاطم: جوش ٹکراؤ، پانی یا ہوا کی لہروں کا تھپیڑے مارنا

لطیف: نرم و نازک

ہل چل: کھلبلی، بے قراری

صوت و صدا: آواز و ندا، بانگ و گونج

بے بہرہ: محروم، خالی

اٹکل: شناخت، جانچ، انداز

قیاس: گمان انداز خیال

اصوات حیوانات: جانوروں کی آوازیں

سامعین: سننے والے

منحصر: موقوف

مغالطہ: دھوکا، بھول چوک

صدائے زلزلہ زمین: زمین کے ہلنے یا کانپنے کی آواز، بھونچال کی آواز

تشخیص: پہچان، تعیین

حیرت افزا: حیرانی کو بڑھانے والا

شباہت و بشرہ: شکل و صورت

اصوات مختلفہ: طرح طرح کی آوازیں

ناطق: بولنے والا، صاحب عقل

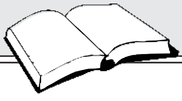
نطق: بولنے کی قوت، قوت گویائی

تلخ: کڑوا

شیریں: میٹھا

ترش: کھٹا

شور: کھارا



تیز وتند: بہت تیز

خوش آئند: خوشگوار، پسندیدہ

موافق طبع: مزاج کے مناسب، طبیعت کے موافق

بدذائقہ: بدمزہ

صانع مطلق: دنیا بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ

مکدر: گدلا اور دھول والا

قُویٰ: (قوت کی جمع) قوتیں، طاقتیں

بہرہ یاب: فائدہ اٹھانے والا، خوش نصیب

کفِ پا: پیر کا تلوا

فرقِ سر: سر کی مانگ

ناملائم: نامناسب

تدبیر: علاج، انتظام حکیم

مطلق: کامل حکمتوں والا، مراد اللہ تعالیٰ

لمس: چھونا

کف دست: ہاتھ کی ہتھیلی

مرکب: ملی جلی

مخلوط: مشترک

حرارت برودت: گرمی سردی

ہمواری: یکساں، موزونیت

ناہمواری: اونچی نیچی، ناموزونیت

ابعاد ثلاثہ: (ابعاد: بعد کی جمع ہے، دوری، فاصلہ ثلاثہ: تین) ابعاد ثلاثہ: تین دوریاں یعنی لمبائی، چوڑائی، گہرائی

طول وعرض: لمبائی چوڑائی

قُوَّت بینائی: دیکھنے کی قوت

مفقود: غائب، گم

مہذب: ترقی یافتہ، تہذیب والا

(۴۶) اونٹ

حلیم: بردبار، صبر کرنے والا

خوش خصال: اچھی عادتوں والا

رفاہ عام: عام لوگوں کی بھلائی

لق ودق: چٹیل میدان

صحرا: جنگل

ریگستان: ریتیلا علاقہ

آب سرد: ٹھنڈا پانی

بال مرغان خوش الحان: اچھی آواز والے پرندوں کے پر

پے بہ پے: لگاتار متواتر

تودہ تودہ: ڈھیر کا ڈھیر، ٹیلے کا ٹیلہ

جہاز پُر بہا: بیش قیمت چیزوں سے لدا ہوا جہاز

راکب: سوار

سرچشمہ: پانی کا سوتا

ہوئے آب: پانی کی بو، پانی کی مہک

جری: باہمت، بہادر، نڈر، شیر دل

آخرش: آخر کار، انجام کار

خاروخس: گھاس پھونس

راہ دراز: لمبا راستہ

(۴۷) انجام

اسپ وفیل: گھوڑے اور ہاتھی

صحرا: جنگل

گوسفند: بکری

میش: بھیڑ، دنبہ مینڈھا

دہقاں: کاشتکار کسان، دیہاتی

زنبور: بھڑ

نیش: ڈنک

زیرک: عقل مند، دانش مند، باسلیقہ، خردمند

زاہد: متقی گناہوں سے بچنے والا، پرہیزگار

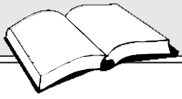
رِند: آزاد، وہ شخص جو مذہب کا پابند نہ ہو، لامذہب، دہریہ

کوتاہ بیں: ناسمجھ، کم عقل، تنگ نظر

دوراندیش: سمجھدار، دور تک سوچنے والا

دُزد: چور

راہزن: لٹیرا



عسس: کوتوال، پولیس کا افسر اعلیٰ

پاسباں نگراں، محافظ

ستم گر: ستانے والا، دُکھ دینے والا

دِل ریش: دل میں زخم کرنے والا، دل دکھانے والا

سن وسال: مقدارِ عمر

خِرد: عقل، دانائی

بیش: زیادہ

گبر: آگ کی پوجا کرنے والا، آتش پرست

کیش: مذہب

راہِ عدم: مرنے کا راستہ

درپیش: سامنے

(۴۸) عقل

خالق عالم: دنیا کو پیدا کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ

معاش: روزی، خوراک، ہر وہ چیز جس کے ذریعہ گزر بسر ہو

پوشیدہ اسرار: چھپے ہوئے بھی مخفی معاملات

منکشف: ظاہر، آشکارا، عیاں

نورانی: روشن، منور

جوہر: مادہ

وُحوش وطیور: چرندے پرندے

شجر وحجر: درخت اور پتھر

ساکن ٹھہری ہوئی

متحرک: حرکت والی، ہلنے والی

صحت: اصلاح

کارآمد: کام آنے والے مفید، ضروری

تعمیل: حکم بجالانا، انجام وہی، حکم پورا کرنا

فِدا: قربان، نثار

بازوئے جاں: معاونِ جسم وجان

ننگِ گلہٗ حیوان: جانوروں کے ریوڑ کے لیے بھی شرم وحیا کا باعث

(۴۹) حقوقِ والدین

عالم اسباب: وسائل وذرائع کی دنیا

ہستی: وجود

قوی جذبہ: بھاری کشش

بجا آوری: انجام دینا

ہمہ تن: سرتاپا، پوری طرح

محو ہونا: لگ جانا

پَرتَو: سایہ، عکس

آسائش: راحت، سکون

نشو ونُما پانا: پرورش پانا

توانا: مضبوط، طاقتور

تنومند: موٹا تازہ، زورآور

مہیا: تیار

دل وجگر کا خون: مراد اس سے دودھ ہے جو ماں اپنی پستانوں سے بچہ کو پلاتی ہے

گاڑھے پسینہ کی کمائی: وہ پونجی جو سخت محنت مزدوری کے ذریعہ اکٹھا کی گئی ہو

تاریب وتربیت: ادب وتعلیم

دریغ: بخل، انکار

آل واولاد: بال بچے

اجل: موت

خَلَف: نیک لڑکا، وارث

موئی مٹی: مری ہوئی مٹی مراد اس سے مرنے کے بعد کا زمانہ

نعمت عظمیٰ: اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام

سعادت مند: نیک بخت

ممنوعات سے مبرّا: ناجائز باتوں سے پاک

عین طاعتِ حق: اللہ تعالیٰ ہی کی فرماں برداری

(۵۰) جامع مسجد دہلی

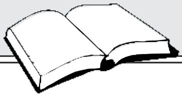
بےنظیر: بےمثال، لاجواب

سیاحان عالم: دنیا میں گھومنے پھرنے والے، ملکوں ملکوں کی سیر کرنے والے

روضۃ تاج گنج: تاج محل کے نام سے واقع مقبرہ

پچی کاری: نقاشی، جواہرات اور نہایت عمدہ قسم کے پتھروں کی پھول پتی اور جڑاؤ کا کام

لائق: ماہر



مہندس: انجینئر

استا: استاد کا مخفف، معلم، تجربہ کار ماہر

موزونی: متناسب، خوبصورتی

ملاحظہ سے گزرنا: نظر سے گزرنا، مشاہدہ میں آنا

اَرک: قلعہ

ارکِ شاہ جہانی: مراد لال قلعہ جو جامع مسجد دہلی کے بالمقابل ہے

سنگ تراش: پتھر چھیل کر اس پر پھول بوٹے بنانے والا

سنگِ سرخ: لال پتھر

اجارہ، اجارا: معماروں کی اصطلاح میں مکان کی کرسی سے طاقچہ تک تقریباً تین فٹ کی اونچائی کو اجارہ کہتے ہیں فرش یا تہ زمین سے اوپر کا حصہ جو حد طاق ہوتا ہے اور اس پر پیٹھ لگا کر بیٹھتے ہیں، آغاز عمارت سے طاق تک کا فاصلہ جو تقریباً دو یا پونے دو گز نچائی تک ہوتا ہے، جیسا کہ دہلی کی اس جامع مسجد میں نہ زمین سے ڈیڑھ یا دو گز کے قریب سنگ مرمر کی سلیں لگی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر سے سنگ سرخ کی عمارت شروع ہوتی ہے، اس سنگ مرمر کی حد کو اجارہ کہا گیا ہے، دراصل یہ فارسی لفظ ''ازارہ کا بدل ہے، چوں کہ ازار کی حد کمر کی حد تک ہوتی ہے غالباً اسی وجہ سے یہ اصطلاح قائم کی گئی

سنگِ موسیٰ: سیاہ رنگ کا نہایت خوش نما پتھر

بہ غایت خوش نما: حد درجہ کا خوب صورت، انتہائی حسین

سیر: رونق، بہار

دالان: بڑا اور لمبا کمرہ جس میں دونوں طرف محراب دار دروازے ہوتے ہیں، دونوں طرف سے کھلے دروں کا برآمدہ، کمرہ، چھوٹا کمرہ

بُرج: گنبد

بارہ دری: بارہ دروازوں والا کھلا اور ہوادار مکان

سنگین حوض: پتھر کا بنا ہوا تالاب

عالی شان: نہایت عمدہ، بلند رتبہ

(۵۱) خوابِ راحت

کیا جانے: نہ معلوم

اُتر گئی گھٹا سی: زور کم ہو گیا

آنکھوں کا چراغ ٹمٹمایا: آنکھیں کچھ کچھ کھلنے لگیں

زیست: زندگی، حیات

کایا: حالت، شکل

رَن: میدان جنگ

دہقان: کسان کاشتکار

چت: اوندھا، پیٹھ کے بل

بسیرا: آرام، قیام

جُگالی: مویشی اپنے کھائے ہوئے چارہ کو تھوڑا تھوڑا کر کے دوبارہ منہ میں چباتے ہیں، اس کو جگالی کرنا کہتے ہیں، اس وقت جانور کے منہ سے ایک قسم کا سفید جھاگ بھی نکلتا رہتا ہے، جو گوبر کے حکم میں ہے

جی چرانا: بچنا

راہ باٹ ماری: راستہ کھوٹا کیا، چلنے میں دیر لگانا، کسی کام سے روک دینا

راہ رو: راہی، مسافر

سنسنایا: غفلت کی نیند سویا

آنکھ جھپکنا: آنکھ لگنا، نیند کی وجہ سے آنکھ بند ہونا

دایا: بچہ کی پرورش کرنے اور دودھ پلانے والی ملازمہ

بیگم: بیگ کی تانیث، امیر، معزز عورت

ملکہ: رانی

ٹکڑ گدا: وہ فقیر جو گھر گھر سے ٹکڑے مانگ کر اکٹھا کرے

محبوس: قیدی

کروفر: شان وشوکت

زرین: سنہرے

فرشِ مخمل: مخمل کا بچھونا یا چٹائی

ایوان: شاہی محل

سجا سجایا خوش نما، آرائش وزیبائش والا

جج: قاضی

معطل: بے کار

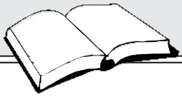
فیصل ہونا: طے ہونا، فیصلہ ہونا

چکانا: نمٹانا، بے باق کرنا

نقد: سونے چاندی وغیرہ کا سکہ، نوٹ، کاغذی سکہ

ساہوکار: سود پر چلانے والا بڑا سوداگر

کُھکھہ: تہی دست، مفلس، کنگال کھوکھلا



سُدھ: ہوش، خبر

لیکھا جوکھا: حساب کتاب، لین دین، جمع گھٹاؤ

ڈیوڑھا: ایک اور آدھا (ڈیڑھ) ایک طرح کا معروف سود جو پچاس فی صد کے حساب سے لیا دیا جاتا ہے

سوایا ایک اور پاؤ، ایسا سود جو ۲۵ فی صد لیا دیا جاتا ہو

تپڑ: ٹاٹ کی وہ گدی جس پر بیٹھ کر مہاجن اپنی تجارت اور دکان ندارد کا نداری کرتے ہیں

روکڑ: نقد روپیہ، پیسہ

جنس: چیز، شے، مثلاً اناج غلہ، سودا وغیرہ

مایا: دھن دولت، سامان

کرب: بے چینی، بے قراری

پولٹس: پھوڑے پھنسی کے مواد کو پکانے کی وہ گاڑھی دوا جو السی، تیل لہسن اور ہلدی وغیرہ کو پکا کر بنائی جاتی ہے

پھایا لگانا: روئی کا کپڑا دوا میں بھگو کر زخم پر لگانا

اوسان: ہوش وحواس، دھیان

لخلخہ: چند خوشبودار چیزوں کا مجموعہ جو تقویت دماغ کے لیے مریض کو سونگھاتے ہیں اس سے نیند اور غشی بھی آتی ہے

تبرید: وہ ٹھنڈی دوا جو دست آور دوا کے بعد اس کی حرارت کو دور کرنے کے لیے مریض کو پلاتے ہیں

مُسہِل: وہ دوا جس سے دست یا جلاب آویں

قائم الزوایا: زاویہ: خط مستقیم کے ایک نقطہ پر ملنے سے جو کونہ پیدا ہو، اسے زاویہ کہتے ہیں، جمع: زوایا؛ قائم الزوایا وہ زاویہ جو پورے نوے درجے کا ہو

جغرافیہ: وہ علم جس سے زمین اور سطح زمین کی اشیاء آبادی وغیرہ کا حال معلوم ہو

جغرافیہ داں: علم جغرافیہ کا استاد

لنکا: بحر ہند کا ایک مشہور جزیرہ جس کو سیلون اور سراندیپ بھی کہتے ہیں

ملایا: ملیشیا ملک

برروئے کار آنا: ظہور میں آنا، رونما ہونا

الٹا سبق پڑھانا: بہکانا، ورغلانا، خلاف بات سکھانا

مُطرِب: گانے والا، گویا

گت بنانا: حالت خراب کرنا

کھٹ راگ: بکھیڑا، علم موسیقی کے چھ راگ: بھیروں، مالکوس، سری، میگھ، ہنڈول، دیپک

جوگی: ہندو فقیر، پجاری

صفایا: خاتمہ، فیصلہ

چونکنا: جاگنا، خبردار کرنا

قافلہ تری کا: بحری جہاز کے مسافر مراد ہے

ڈگمگانا: لڑکھڑانا، ڈانوا ڈول ہونا

چیتنا: جاگنا، ہوش میں آنا

تردّد: فکر اندیشہ

کھپانا: لگانا، گوانا، خرچ کرنا

ساغر بے خودی: بے ہوشی کا پیالہ، مراد اس سے نیند ہے

مسلط: مقرر

(۵۲) حکومت

قزاقی اور رہزنی: لوٹ مار اور غارت گری

قوت بازو: ذاتی قوت، ہمت

تُخم ریزی کرنا: بیج ہونا

مسلّح: ہتھیار لگائے ہوئے

وحشی: غیر مہذب، جنگلی

راب حکومت: حکومت کا رعب دبدبہ یا دباؤ

سن رسیدہ: بوڑھا

استحکام: مضبوطی، پختگی

کج فہم: ناسمجھ، خودرائے، الٹے خیال کے

جبر: ظلم سختی

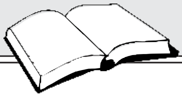
نصف اوقات: آدھی دولت ہے، نصف حیثیت، آدھا وقت

عیش وکامرانی: آرام وراحت

توران: افغانستان کے شمال میں ایشاء کا ایک ملک جو فریدوں کے بیٹے تور کی جانب منسوب ہے، اس کو ترکستان اور تاتار بھی کہتے ہیں

جابرانہ: ظالمانہ

آئین حکومت: حکومتی قانون



نافذ: جاری، لاگو

بےامن: غیر محفوظ

بےسری: خود مختاری، بغیر سردار کی

عدم حکومت: حکومت و انتظام کا نہ ہونا

تربیت عقلی: تعلیم و تادیب

تہذیب اخلاق: عادتوں کا سدھار

محاصل: محصول کی جمع مگر اردو میں واحد مستعمل ہوتا ہے، پیداوار کا لگان، ٹیکس

دفع امراض: بیماریوں کو دور کرنا

(۵۳) ایک طِلسم

بادشہ حباب افسر: (حباب: بلبلے، افسر: تاج، شاہی ٹوپی) بادشاہ حباب افسر: بلبلوں کے تاج والا بادشاہ، یعنی تاج سے محروم، مصیبت زدہ

تاج الملوک: شہزادہ کا نام

مضطر: پریشان، بےچین

بےمہریٔ چرخ: آسمان کی بے دردی، آسمان کی بے رحمی

گرداب: بھنور، پانی کا چکر، پانی اس طرح گھومنا کہ درمیان میں گڑھا سا بن جائے

ہالہ: چاند کے گرد کا حلقہ، گھیرا، دائرہ

ماہ: چاند

جزیرہ: ٹاپو، خشکی کا وہ خطہ جو چاروں طرف پانی سے گھرا ہو

اشجار: شجر کی جمع، بہت سے درخت

حُباب کے طور: پانی کے بلبلے کی طرح

طلسم: جادو، وہمی خیالات

بحر اوہام: وہموں کا سمندر

خورشید: سورج

نخل کُہن: پرانا درخت

طرفہ: عجیب و غریب، انوکھا، نرالا

طوبیٰ: بہشت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے مکان پر چھائی ہوئی ہوں گی، خوشبو اس کی تمام محلات کو معطر رکھے گی اور طرح طرح کے میوے جات جنتیوں کو اس طوبیٰ درخت سے بہ سہولت ملتے رہیں گے

خواص: اثر، تاثیر

سِوا: زیادہ

چوٹ کرنا: وار کرنا، حملہ اور پیچھا کرنا

بندۂ خدا: نہ خدا کا بندہ، مراد تاج الملوک ہے

قدم قدم جانا: آہستہ آہستہ جانا، سہج سہج چل کر پہونچنا

چادرِ آب: پانی کی چوڑی دھار، (منہ چادرِ آب میں ڈھاپ لینا: پانی نیچے ہو جانا، غوطہ لگانا)

رنگ و روپ: شکل و صورت

ثمر: پھل

کارگر: کام کرنے والا، موثر

موم ہو جانا: نرم ہو جانا

آہن: لوہا، سخت

تمثال: طرح، مثل، صورت

جراحت: زخم

مُلہِمِ غیب: غیب سے دل میں کوئی نیک بات ڈالنے والا

مرغ گویا: بولنے والا پرندہ

جویا: ڈھونڈنے والا

کالا: سیاہ رنگ کا سانپ

سیاہی: چڑھائی، وار، حملہ

مثالِ ماہی: مچھلی کی طرح

بشر: انسان

راہ پکڑنا: چل دینا

عصا: لاٹھی لکڑی

تاثیر: اثر، خاصیت

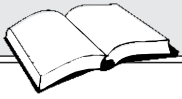
پراں: اڑنے والا

عصافیر: عصفور کی جمع، چڑیاں

کوہِ البرز: ایران کے شمال میں ایک شہر ماژندران ہے اس کے پہاڑ کا نام، اس کی اونچائی ۵۶۳۳ میٹر ہے بعض اس کو کوہ قاف کی ایک چوٹی بھی کہتے ہیں یہ ملک قدیم زمانے میں دیووں کا مسکن سمجھا جاتا تھا

دیو سیاہ: کالا دیو

گُرز: ایک ہتھیار جو اوپر سے گول موٹا، اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے



عریانی: ننگا، برہنگی

سایہ سا: سایہ کی طرح

برق دم: بہت تیز رفتار

ہم قدم: ساتھ چلنے والا

گزارا: سہارا، علاج

سنگ گراں: بھاری پتھر

حربۂ غول: دیو کے لڑنے کا ہتھیار

چُور: ٹکڑے ٹکڑے، ریزہ ریزہ

جام بلور: شیشے کا پیالہ

برق خرمن: کھلیان کی بجلی، یعنی جس طرح کھلیان کو بجلی خاکستر بنا دیتی ہے اسی طرح یہ بھی ان کے لیے مصیبت ثابت ہوا

موسیٰ کا عصا: مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی لکڑی جس میں یہ معجزہ تھا کہ جادوگروں کے مقابلہ میں سانپ بن جاتی اور اکثر عجیب وغریب کرشمے دکھلاتی تھی

سُرمہ کرنا: نہایت باریک کر دینا، پیس ڈالنا

کوہ پیکر: پہاڑ جیسا جسم، قوی الجثہ

جی چھوٹ جانا: حوصلہ پست ہو جانا، ہمت ختم ہو جانا

دلاور: بہادر

(۵۴) ستارے کہکشاں

کہکشاں یا کاہ کشاں: (کاہ: سوکھی گھاس، تنکا؛ کشاں کھنچتے ہوئے، وہ لمبا سا روشن راستہ جو چھوٹے چھوٹے ستاروں کے ملنے سے رات کو آسمان پر اس طرح نظر آتا ہے جیسے کوئی آدمی ریتلی زمین پر گھاس کا پولا گھسیٹتا ہوا لے گیا ہو جس سے زمین پر سیدھے خطوط اور لکیریں پڑ جائیں اس مشابہت سے اس کا یہ نام ہوا، بہت سے چھوٹے چھوٹے ستاروں کی قطار جو اندھیری رات میں آسمان پر سڑک کے مانند نظر آتی ہے

شب تار: اندھیری رات

گنبد گردن: آسمان کا قبہ مراد آسما ہے

ابر وغبار: بادل ودھول

مشاہدہ: دیکھنا، معائنہ

خوشے: گچھے

زمانہ قدیم: پرانا زمانہ

دوربین: دور کی چیزیں دیکھنے کا آلہ

کواکب: کوکب کی جمع، ستارے

نسبت: بابت

زعم: گمان، خیال

ذی روح: جاندار، روح والا

دلاویز: دلچسپ، دل کو لبھانے والا

حقائق: حقیقت کی جمع، اصل حالات، سچی بات

نیلگوں: آسمانی رنگ، نیلا رنگ

ارغوانی سرخ رنگ نارنجی رنگ

گلہائے رنگارنگ: بہت سے رنگوں کے پھول

شگفتہ: کھلے ہوئے

جسامت: لمبائی چوڑائی موٹائی، قد وقامت

منور نقطے: روشن ہندیاں، چمک دار نقطے

مادّہ: ہر چیز کی اصل جس سے کوئی شے بنائی جائے

کُرۂ ارض: زمین کا گولا

ابر وسحاب: بادل

رواں دواں: بھاگتا دوڑتا، چلتا پھرتا

گہری اور کثیف: دلدار، موٹی

شفق: وہ سرخی جو آسمان میں صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے مشرق میں اور شام کو غروب آفتاب کے بعد مغرب میں ہوتی ہے

دادوستد: لین دین، کاروبار

طولانی: لمبا

روشن سحاب: چمکتا ہوا بادل، چمکیلا ابر

ساحتِ آسمان: آسمان کا صحن

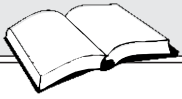
نجوم فلکی: آسمانی ستارے

تفریح طبع: دل لگی، دل کو خوش کرنا

اہل دانش: سمجھدار عقل مند لوگ

(۵۵) اشعارِ آتش

زمین چمن: چمن کی زمین، پھولوں کی کیاری



گل کھلانا: پھول اگانا، عجیب وغریب انوکھا کام کرنا

گور: قبر، مزار

سکندر: سکندر رومی یا سکندر اعظم یونان کے مشہور بادشاہ فیلقوس کا بیٹا ارسطو حکیم کا شاگرد اور مشرق سے مغرب تک دنیا کا فاتح ہوا ہے

دارا: ایران کا مشہور زبردست بادشاہ جو سکندر اعظم کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا

نامی: مشہور و معروف اور بڑے لوگ

بہارِ گلستاں: گلشن و چمن کی رونق و ترقی

اندوہ: فکر و تردد

حرماں: مایوسی، ناامیدی

کڑی: کڑا کی تانیث، کرخت سخت ناگوارِ طبع بات

تازگی فکر کی: مراد فکرِ سخن یعنی وہ غور و تامل جو شعر کہنے کے لیے ہوتا ہے

کنایہ: اشارہ، رمز، ایما

نہ کسی نے تمھاری پائی بات: آپ کی بات کو کوئی بھی نہ سمجھا

منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات: بات کہنے کے بعد اپنی نہیں رہتی

شیریں کلام: خوش گوار گفتگو، خوش طبع اشعار

بھانا: بھانا: پسند آنا

پنہاں: پوشیدہ

آشکارا: ظاہر

تکلّف: تصنع، بناوٹ

بَری: پاک آزاد

حسنِ ذاتی: قدرتی خوب صورتی

قبائے گل: پھولوں کی پوشاک ولباس

گل بوٹہ: چھوٹے بڑے پھولوں کی بیل

قسمت: تقدیر

شاکر: شکر کرنے والا

ہُما: ایک مشہور پرندہ ہے جو ہڈیاں کھاتا ہے اور کسی کو نہیں ستاتا (ایشیائی لوگوں کا خیال ہے کہ جس کے سر پر یہ پرندہ پھر جائے یا گزر جائے وہ دولت اور سلطنت پائے لہٰذا اس کو مبارک سمجھ کر شاہانِ ایران اپنے جھنڈوں پر اس کی تصاویر بناتے ہیں)

مغزِ بادام: بادام کی گیری، تخمِ بادام

استخواں: ہڈی

شگفتہ: کھلی ہوئی

خاطر: طبیعت، دل، مزاج من

قناعت: جو مل جائے اس پر راضی اور خوش رہنا، زیادہ طلبی اور حرص سے بچا رہنا

بہارِ بے خزاں: ایسی خوشی، رونق اور ترقی جو کبھی بے رونقی، تنزلی اور غمی میں تبدیل نہ ہو

شمع ساں: موم بتی کے مانند

دم نہ ماریے: اُف تک نہ کیجیے، کچھ نہ بولیے

مقسوم: نصیب، تقدیر، قسمت

پساریے: دراز کیجیے، مانگنے کے لیے کھولیے

نیاریے: (واحد: نیاریا) ریگ شو، خاک بیز، ایک قوم جو بالو (ریت) کو پانی سے دھو کر راکھ اور مٹی کو چھلنی سے چھان کر سونے چاندی کے ذرات نکالتی ہے، اس قوم کا یہی پیشہ ہے، سناروں کے یہاں سے مستعمل راکھ خرید کر دھوتے اور چھانتے ہیں

(۵۶) اشعارِ انشاؔ

طمعِ سحر: چراغِ صبح، صبح تک جلنے والی موم بتی، عنقریب گل ہونے والی شمع، اس سے مراد صبح صادق اور قریب الزوال آفتاب بھی ہوسکتا ہے

مستعد: تیار، آمادہ، کمر بستہ

سَقر: دوزخ

بھاویں: نزدیک، خیال میں

گلہائے تر: تر و تازہ پھول

وضع دار: اپنے پہلے طور طریقہ پر قائم رہنے والا، سابقہ ظاہری حالت کو نباہنے والا، آن و انداز والا

پیہم: لگاتار، مسلسل

نفر: سائیس، گھوڑے کی خدمت اور دیکھ بھال کرنے والا

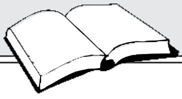
لہرا دینا: پلنا، ہرا بھرا کر دینا

صبا: پروا ہوا، مشرق سے مغرب کو چلنے والی ہوا

سبزہ زار: جہاں دور تک ہری گھاس اُگی ہوئی ہو

چشمہ سار: جس خطہ یا علاقہ میں پانی ابلنے کے بہت سے چشمے ہوں

رعد: بجلی کی کڑک، بادل کا گرجنا



دوچند: دوگنی

برگ وبار: پتے اور پھل

لکہ ہائے: ٹکڑے، لکہ عام طور پر دھویں اور بادل کے ٹکڑوں کے لیے مستعمل ہے

کہسار: پہاڑوں کا سلسلہ، پہاڑی جگہ

ہم مشرب: ساتھی، ایک طریقہ کے دوست احباب، گہرے دوست

بطوں: بط کی جمع اور بطخ کا مخفف ہے، مشہور آبی پرندہ

(۵۷) ہوا اور آسمان

نکھرا: صاف، خوب صورت

منعکس: اُلٹی کسی چیز سے ٹکرا کر لوٹنا

محسوس: معلوم، ظاہر

بعینہٖ: ہو بہو، ویسا ہی

آب خورہ: پانی پینے کا چھوٹا پیالہ

صاف وشفاف: ایسا صاف جس کے آر پار نظر جا سکے، نہایت اُجلا

عمق: گہرائی

نیلگوں: نیلے رنگ کی، نیلی

گنبد گردوں: آسمان کا گولا، قبہ

خانۂ تاریک: اندھیرا گھر

لطیف: باریک، ہلکی نرم و نازک

ارتفاع: اونچان، بلندی

بنجر، سوختہ: ناقابل کاشت، ویران

نادر نادر: عجیب عجیب نئی نئی

پرضرور: لازم

رفتار و گفتار: چال چلن، طور طریقہ، رہن سہن

لابد: ضروری

لیل ونہار: رات دن، شب و روز

تغیر و تبدل: الٹ پھیر، ادل بدل

سطحِ ارض: فرش زمین

معتدل: درمیانی درجہ کا متوسط

مرغان چمن: چمن کے پرندے

خوش آئند: خوش گوار، بھلا معلوم ہونے والا

نغمہ: ترانا، گیت، راگ

شیر وشکر: دودھ اور شکر کی طرح گھلا ملا، آپس میں نہایت مانوس

اقلیم: ولایت، ملک، اقلیم یونانی لفظ اکلینین کا معرب ہے آباد زمین کا ساتواں حصہ، علمائے سابق نے کل زمین کو بہ حساب سات سیاروں کے سات حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصہ کا نام اقلیم رکھا تھا

فیض یاب: فائدہ حاصل کرنے والا

(۵۸) مُبادلہ

مبادلہ: آپس میں تبادلہ کرنا

خلق اللہ: خدا کی مخلوق، انسان وحیوان

انگلستان: انگلینڈ

پارچہ بافی: کپڑا بننے کا کام

ملکہ: مہارت

مزاولت: مشق، تجربہ

عمدہ کلیں: بڑھیا مشینیں، اچھے کارخانے

پارچہ: کپڑا

احتیاج: ضرورت

پرتگال: براعظم یورپ کا یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے

ارزاں: کم قیمت ہستی

بہم پہنچنا: حاصل ہونا، دستیاب ہونا

(۵۹) نوشیروانِ عادِل

ملوک: ملک کی جمع ہے، بادشاہ

فارس: ملک ایران

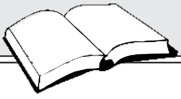
جمشید: ایران کا مشہور بادشاہ جو حکیم پیشہ تھا، اس کا پہلا نام ''جم'' ہی تھا، مگر کسی جشن کے موقع پر لفظ ''شید'' بڑھا کر جمشید بنا دیا، بہ زبان پہلوی شید بہ معنی شعاع آفتاب ہے، یہ بادشاہ حضرت عیسی علیہ السلام سے ۸۷۰ برس پہلے ہوا ہے

فریدوں: ایران کا عظیم الشان بادشاہ یہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام سے ۸۷۰ سال قبل ہوا

دارا: ایران کا مشہور بادشاہ جس سے سکندر لڑا تھا

جاہ: عزت، مرتبہ

حِشمت: دبدبہ، بزرگی، نوکر چاکر، فوج ولشکر



شان وشوکت: ٹھاٹ باٹ، رعب وداب

شہرۂ آفاق: دنیا بھر میں مشہور

ضرب المثل: کہاوت، وہ جملہ جو مثال کے طور پر مشہور ہو

مولوی نظامی: اس سے مراد فارسی کے مشہور شاعر نظامی گنجوی ہے

رعایا پروری: لوگوں کی حفاظت و پرورش اور تعلیم و تربیت

جِلَو: ساتھ

طائر: پرندہ

دم قدم: وجود، زندگی

مؤثر: کارگر، اثر کرنے والی

دادگستری: عدل وانصاف

عزم مصمم: پختہ ارادہ

صید گاہ: شکار کرنے کی جگہ

مضرت: تکلیف

خفیف: ہلکا، معمولی

پیرزال: ایسی بوڑھی عورت جس کے بال سفید ہو گئے ہوں

ایوان: شاہی محل، قلعہ

عالی شان: نہایت عمدہ، شاندار

کجی: ٹیڑھا پن

(۶۰) مہابھارت

مہابھارت: تاریخ کی وہ کتاب جس میں کوروؤں اور پانڈووں کی لڑائی کا حال با تفصیل نظم میں لکھا ہے

مرقوم: لکھا ہوا

زمانہ قدیم: پرانے زمانے میں

فرماں روا: حاکم، بادشاہ

ہستنا پور: موجودہ دہلی سے تقریباً ساٹھ میل شمال مشرق کو ہستا پور نام کی ایک سلطنت تھی بعض نے اس کو دہلی کا ہی قدیم نام کہا ہے

سریرآرا: شاہی تخت نشیں

رحلت: روانگی، کوچ مراد موت ہے

ولی عہد: حکومت کا وارث، مرنے کے بعد بادشاہ کا جانشیں

خودکشی: اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا

نصف مالک: آدھی سلطنت

بغض وعناد: کینہ اور دشمنی

زاہدانہ: درویشانہ، فقیرانہ

صحرانوردی: جنگل جنگل پھرنا.

قضارا: اتفاقاً، یکایک

سویمبر: سویم: بہ معنی خود بر: بہ معنی شوہر یا خاوند، ہندوؤں کا وہ قدیم رواج جس میں جوان ہونے پر لڑکی اپنی پسند کا شوہر منتخب کرتی تھی، پرانے زمانے میں ہندوؤں کے عالی خاندانوں، راجوں مہاراجوں میں یہ دستور تھا کہ لڑکی کی شادی کے وقت لڑکی کا باپ اپنے ہم پلہ راجوں مہاراجوں اور امیروں کو اطلاع دے کر مقررہ تاریخ پر بلاتا تھا جس کو شادی کرنی ہو وہ آئے اور اپنے اپنے کرتب و ہنر دکھائے جس کا کرتب پسند آئے گا وہی دلہن پائے گا، قدیم ہندوؤں کی ایک رسم جس میں لڑکیاں اپنا خاوند خود چنتی ہیں

دھوم دھام: چہل پہل، شہرت

طلائی مچھلی: سنہری مچھلی

چتر سورما: عقل مند اور بہادر

چھتری: ہندوؤں کی ایک قوم جو جنگ جو لڑاکا اور بہادر ہوتی ہے

دہائی دینا: بچاؤ کے لیے آواز دینا، شور کرنا

جواں مرد: عالی ہمت

گروہ خلق: لوگوں کا مجمع

آفریں کا نعرہ بلند کیا: شاباش و مرحبا کا بہت زور و شور سے غل مچایا

بہ موجب شرط: شرط کے مطابق

نوعروس: نئی دلہن نئی بہو

ملال: رنج، افسوس

رفع: دور

مسند ریاست: شاہی تخت ریاست کی گدی

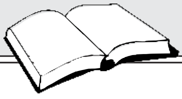
کینہ دیرینہ: پرانا حسد، قدیم عداوت

قمار بازی: جوا کھیلنا

محفل آراستہ کرنا: مجلس سجانا، مجلس لگانا

ملک موروثی: باپ دادا کا ملک

کمک: مدد، حمایت، سہارا، وہ فوج جو لڑائی میں مدد کے لیے بھیجی جائے



گنی گیانی: اہل علم وہنر، باکمال اور دانشمند، عالم فاضل

سورما: بہادر، باہمت

راجہ مہاراجہ: چھوٹے بڑے راجہ

معرکہ عظیم: بھاری لڑائی، جنگ عظیم

دادشجاعت دینا: بہادری کی تحسین وآفریں کرنا

جوہر مردانگی دکھانا: جنگ میں بہادری سے لڑتا یا ہنر دکھانا

ہنگامہ کارزار گرم رہا: لڑائی زوروں پر رہی، گھمسان کی لڑائی ہوئی

جنگ آور: لڑنے والے

کام آئے: لڑائی میں مارے گئے

فتح وفیروزی: جیت اور کامیابی

روضہ: مزار، وہ مقبرہ جس پر گنبد بنا ہو

(۶۱) روضہ تاج محل

مصالح: چونا سرخی سیمنٹ اینٹ پتھر وغیرہ جو تعمیرات میں کام آتے ہیں

عجیب رونق: انوکھی اور نرالی چمک وزیبائش

سبقت لے جانا: آگے بڑھ جانا

ممتاز محل: محل کو زینت بخشنے والی، شاہ جہاں کی چہیتی بیوی کا نام ہے

عوام الناس: عام لوگ

تربتیں: پختہ قبریں

پہلو بہ پہلو: پاس پاس، برابر برابر

مربع: چوکور، جس کا طول وعرض برابر ہو

مثمن: آٹھ پہلو، آٹھ کونوں والا

مارپیچ: گول، سانپ کے بیٹھنے کی دائرہ والی حالت، چکردار، کنڈلی

جلا کرنا: مانجھ کر چمک دار بنانا

بیل بوٹے: نقش ونگار

سنگِ مرمر: نہایت چکنا اور بہت سفید عمدہ قسم کا پتھر

قالب: سانچا، ڈھانچہ

وصل کرنا: داخل کرنا، جوڑنا، ملانا

زبرجد: زردی مائل سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر

زمرد: سبز رنگ کا بیش قیمت پتھر

یشب: نہایت عمدہ اور قیمتی پتھر جو مائل بہ سبزی ہوتا ہے

عقیق: سرخ رنگ کا قیمتی پتھر

مبصر: دیکھنے اور پرکھنے والا، ماہر

مرکب: مخلوط، ملا کر بنایا گیا، جڑا ہوا

بہ قدر مناسب: اچھے اور ٹھیک طریقے پر معقول انداز سے

فائق: برتر

بیل بوٹوں کی ساخت: پھول پتوں کے نقوش کی بناوٹ

غایت درجہ انتہائی، بہت زیادہ، بے حد آپس میں جوڑ اور تعلق

موزونی: سجاوٹ

خوش اسلوبی: عمدہ طرز

گل کاری: نقاشی، پھول وغیرہ بنانے کا کام

لطافت: صفائی، باریکی، نزاکت وپاکیزگی

تسبیح خانہ: ذکر وتلاوت کی جگہ، وہ مکان جس میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی حمد وثنا کا وظیفہ پڑھا جائے

سنگ سرخ: لال پتھر

دالان: کھلا برآمدہ، لمبا اور بڑا کمرہ جس میں کھلے محرمحراب دار دروازے ہوتے ہیں

قابل دید: دیکھنے کے لائق

(۶۲) زراعت

براہِ کرم: عنایت ونوازش کے طور پر

فن زِراعت: کھیتی کا ہنر، کسانی کا پیشہ

ترقی نسل: نسل بڑھانا

سودمند: نفع بخش

اصیل: عمدہ نسل، وہ گھوڑا یا گھوڑی جو شریر نہ ہوں

بچھیرا: گھوڑی کا نر بچہ

سرد خطہ: ٹھنڈا علاقہ

کڑبی: خشک سوکھے پودے

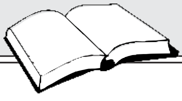
گوار: ایک قسم کا غلہ جو مویشیوں کو دودھ کی زیادتی کے لیے کھلایا جاتا ہے

دوب: ایک قسم کی خودرو گھاس

بنوالہ: روئی کا بیج تخم کپاس

تلہن: تیل والے پودے

ریزہ ریزہ: ٹکڑے ٹکڑے، باریک باریک



حرارت: گرمی

پاش پاش: ٹکڑے ٹکڑے، چور چور

کڑی دھوپ: سورج کی تیز گرمی

تغیرات: اول بدل تبدیلیاں

پرخچے: پرزے ٹکڑے

رَو: پانی کا بہاؤ

جذب: داخل

دراڑ: سوراخ

فرسودگی: پرانا پن، پھٹاؤ

رس پر آنا: درستی مٹی میں جو پودوں کی غذا ملی ہوئی ہوتی ہے وہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے نمک اور شکر کی طرح زمین کی تری میں گھل مل کر اس قابل ہو جائے کہ پودے کی جڑ اسے زمین سے آسانی سے کھینچ سکیں

نشیب: نچان، پستی

تہ بہ تہ: اوپر نیچے

لونا: کھاری نمکین

مورچہ: زنگ، زنگار

ترقی دادہ: ترقی دیا ہوا

کونڑ: وہ نالی جو ہل جوتے وقت بنتی چلی جاتی ہے

ٹھونٹھی: وہ جڑ جو تنا کٹنے کے بعد زمین میں رہتی ہے

ہرالیس: وہ لمبی لکڑی جو ہل میں آگے کی طرف ہوتی ہے

ماچی: جو بیلوں: کے کندھوں پر رکھا جاتا ہے

لچھا: گچھا، پھندا

جوت: بیلوں کے گلے کا تسمہ جس سے گلا دبا رہتا ہے

مٹھیا: ہل کی مٹھ

نم: تر، گیلی

مہین: باریک اور نرم

مویشی: ڈنگر ڈھور

بارکش: بوجھ کھینچنے والا

سراون: پاٹا

میائی: مڑائی، جوتی ہوئی زمین کو پاٹا پھیر کر یکساں کرنا

لانک: کٹے ہوئے کھیت کا ڈھیر شکل کھلیان

ماڑنا: گاہنا، مسلنا، لانک پر بیلوں کو پھرا کر بھی اور اناج الگ کرنا

ہار جانا: کمزور ہو جانا

پرداخت: دیکھ بھال اور پرورش

خاطر خواہ: حسب منشاء

دودھار: زیادہ دودھ دینے والی

توانا تنومند: طاقتور

ٹانٹا: زور آور تگڑا

جفاکش: محنتی

سانڈ: بڑا تگڑا بیل، وہ بیل جس سے گائے وغیرہ کی نسل کے لیے نطفہ لیا جائے

مرکھنا: وہ جانور جسے سینگ مارنے کی عادت ہو

لطیف غذا: ہلکا اور نرم پتلا کھانا، نرم و نازک اور پاکیزہ خوراک

کثیف: گاڑھی، ململ

شورن یا نائٹروجن: بے رنگ و بو اور بے ذائقہ گیس

گندھک: زرد رنگ کا ایک مادہ جو زمین سے نکلتا ہے

کھلیاں: تل یا سرسوں کا پھوک

ٹمیار: چکنی مٹی کی زمین

سیل: نمی، گیلا پن

گھنا: جسے گھن، ایک کیڑا جو غلے کو کھا جاتا ہے

صوبہ جات: (صوبہ کی جمع) سلطنت، وہ حصہ جس میں بہت سے اضلاع ہوں

تخم ریزی: بیج ہونا، بیج بکھیرنا

پولی: پھل پھلی

گداز: عمدہ، گلا سڑا یا کمزور نہ ہو

گھنا: پاس پاس

چھدرا: دور دور

نکائیاں: (واحد: نکائی) کھیتوں اور کیاریوں سے خودرو گھاس پھونس نکالنا

بہ نظر تخفیف خرچ: کفایت و بچت کے خیال سے

آب پاشی: فصل میں پانی دینا، سینچائی کرنا

مرطوب: تر، گیلا

گروی: ایک قسم کا کیڑا جو فصلوں میں لگ جاتا ہے جس سے دانے نہیں پڑتے